اسلام اور مستشرقین

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

مکتبہ رحمۃ للعالمین

اسلام اور مستشرقین

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

اسسٹنٹ پروفیسر، کامسائس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور

ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، ۹۹- جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

ریسرچ فیلو، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور

مکتبہ رحمۃ للعالمین

نام کتاب: اسلام اور مستشرقین

مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

تہذیب: ابوالحسن علوی

ٹائٹل: محمد نعیم

ناشر: مکتبہ رحمۃ للعالمین

صفحات: 184

قیمت: 300روپے

طبع اول: اکتوبر ۲۰۱۴ء

ملنے کے پتے:

☆ عبدالمتین مجاہد: معرفت 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 0300-4199099

☆ مکتبہ رحمۃ للعالمین، نذیر پارک، غازی روڈ، لاہور۔ 0301-4870097

☆ مجلس التحقیق الاسلامی، J-99، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 042-35839404

☆ دفتر تنظیم اسلامی: P-157، صادق مارکیٹ، ریلوے روڈ، فیصل آباد

☆ قرآن اکیڈمی: 25-آفیسرز کالونی، ملتان

☆ قرآن اکیڈمی: DM-55، درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس، کراچی

☆ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور

☆ کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور

☆ مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار، لاہور

﴿يُرِيْدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (الصف: 08)

''وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں جبکہ اللہ تعالی اپنے نور کو مکمل کر کے رہنے والا ہے، چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔''

انتساب

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری کے نام

جو بطور استاذ تحریک استشراق سے تعارف کا
ذریعہ اور اس موضوع پر لکھنے کا محرک بنے۔

فہرست مضامین

دوسرا باب: قرآن اور مستشرقین 21

تیسرا باب: مصادر قرآن اور مستشرقین 53

مقدمہ

موضوع کا تعارف

ماڈرن یورپ میں احیائے علوم اور نشاۃ ثانیہ (Enlightenment and Renaissance) کی تحریک کے نتیجے میں علوم جدید کی تدوین عمل میں آئی۔ اہل یورپ کی ایک جماعت نے جدید سائنسی علوم سے ہٹ کر علوم اسلامیہ اور مشرقی فنون کو اپنی تحقیقات کا مرکز بنایا اور اسی میں اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ اس ریسرچ کے نتیجے میں پچھلی دو صدیوں میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور دیگر معروف یورپی زبانوں میں اسلام کا ایک ایسا جدید ورژن مدون ہو کر ہمارے سامنے آیا ہے جسے اسلام کی یورپین تعبیر قرار دیا جا سکتا ہے۔

اہل یورپ کی تحقیق کا جہاں دنیائے اسلام کو کچھ فائدہ ہوا کہ اسلامی مخطوطات (Manuscripts) کا ایک گراں قدر ذخیرہ اشاعت کے بعد لائبریریوں سے نکل کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ گیا تو وہاں اس سے پہنچنے والے نا قابل تلافی نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں۔ یہودی، عیسائی اور لا مذہب مغربی پروفیسروں کی ایک جماعت نے اسلام، قرآن مجید، پیغمبر اسلام، اسلامی تہذیب وتمدن اور علوم اسلامیہ میں تشکیک وشبہات پیدا کرنے کی ایک تحریک برپا کرتے ہوئے اہل اسلام کے خلاف ایک فکری جنگ (Intellectual War) کا آغاز کر دیا۔

سابقہ لٹریچر کا تعارف

اہل مغرب کی اس منفی تنقید کے ردعمل میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے دین اسلام کا دفاع کیا اور مستشرقین کی زہریلی نقد کے جواب میں مستقل کتب، مقالات، رسائل اور تحقیقی مضامین شائع کیے۔ ذیل کی کتاب بھی اسی سلسلے کا ایک حصہ ہے۔ برصغیر پاک وہند میں استشراق کے حوالے سے ہونے والے نمایاں کام میں دار المصنفین، اعظم گڑھ کا ۱۹۸۲ء میں منعقدہ بین الاقوامی سیمینار ہے کہ جس میں پڑھے گئے مقالہ جات ''اسلام اور مستشرقین'' کے نام سے شائع کیے گئے۔ یہ کتاب ۷ جلدوں پر مشتمل ہے اور

اس کتاب میں سیمینار کے مقالہ جات کے علاوہ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اور سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی بھی علمی تحریروں کو جمع کر دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں کچھ عربی کتب کو بھی اردو میں منتقل کیا گیا ہے جن میں نجیب العقیقی کی کتاب "الاستشراق والمستشرقون: ما لهم وما عليهم" کا اردو ترجمہ ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم نے ''استشراق اور مستشرقین: ایک تاریخی وتنقیدی مطالعہ'' کے عنوان سے کیا ہے۔ ایک اور عربی کتاب "مناهج المستشرقين في الدراسات العربية الإسلامية" کا ترجمہ ڈاکٹر ثناء اللہ ندوی نے ''علوم اسلامیہ اور مستشرقین: منہاجیاتی تجزیہ اور تنقید'' کے نام سے کیا ہے۔

تالیف کا پس منظر اور مقصد

راقم کو یونیورسٹی آف سرگودھا میں ایم فل علوم اسلامیہ کے طلباء کو 'اسلام اور مستشرقین' کے نام سے ایک کورس پڑھانے کا اتفاق ہوا تو اس وقت مجوزہ کورس کے لیے ایک ریفرنس بک کی ضرورت کا شدید احساس پیدا ہوا۔ پس اس وقت سے اس موضوع پر مواد جمع کرنا شروع کیا تو ایک کتاب کی صورت بن گئی۔ اس مختصر سی کتاب کے مرتب کرنے کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ جدید استشراق کی دو سو سالہ تحریک کے جملہ اعتراضات اور شبہات کا جواب دیا جائے۔ ایسا کام تو اہل علم کی ایک جماعت کسی انسائیکلو پیڈیا کے ذریعے ہی کر سکتی ہے۔

اس کتاب میں علوم اسلامیہ کی بڑی شاخوں مثلاً قرآنیات، علوم حدیث، سیرت وتاریخ اور فقہ وقانون اسلامی میں نمایاں مستشرقین کے حالات زندگی اور ان کے اہم نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔ بعض مستشرقین کے منہج کی غلطی اور کجی کو واضح کرنے کے ان کے بعض شبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ اور اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر نامور مستشرق کے اعتراضات کے جواب میں عالم اسلام میں لکھی جانے والی کتب کا تعارف بھی کسی قدر شامل ہو جائے۔ کتاب کا اصل مقصد علوم اسلامیہ میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء میں اس موضوع کے حوالہ سے تحقیق کے میدان، مواقع اور گنجائش کا تعارف پیدا کرنا ہے۔

منہج بحث وتحقیق

مستشرقین کی فکر کا تجزیہ ممکن حد تک ان کی اپنی تحریروں کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اگر کسی مستشرق کی تحریر انگریزی کے علاوہ کسی دوسری یورپی زبان میں تھی تو اس کے انگریزی یا عربی ترجمے سے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔ مستشرقین کے افکار پر نقد کرتے ہوئے علوم اسلامیہ کے بنیادی مصادر کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ حوالہ جات کے درج کرنے میں 'دی شکاگو مینوئل آف اسٹائل' (The Chicago Manual of Style) سے رہنمائی لی گئی ہے اور انہیں ہر باب کے آخر میں درج کیا گیا ہے۔

جن مستشرقین کے نام اردو زبان میں جس تلفظ کے ساتھ رائج ہو چکے، انہیں ویسے ہی درج کیا گیا ہے۔ اور جن مستشرقین کے نام اردو زبان میں رائج نہیں ہیں، ہم نے ان کا تلفظ گوگل ٹرانسلیشن سے اردو میں منتقل کیا ہے اور اس میں اس مستشرق کی متعلقہ قومیت اور زبان کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی نام فرانسیسی یا جرمن ہے تو اس کے نام کی ادائیگی انگریزی کی بجائے اس کی اپنی زبان کے تلفظ سے اردو میں منتقل کی گئی ہے۔ اسی طرح ہر مستشرق یا شخصیت کے پہلی مرتبہ تذکرہ کے وقت اس کی تاریخ پیدائش اور وفات کے درج کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

اقتباسات میں بڑی بریکٹ "[ ]" میں جو عبارت ہے، وہ مصنف کی طرف سے اضافہ ہے اور اس کا مقصود قارئین کے لیے اقتباس کی تفہیم کو آسان بنانا ہے جبکہ چھوٹی بریکٹ "( )" میں جو عبارت ہے وہ اقتباس ہی کا حصہ ہے۔

اظہارِ تشکر

میں ریکٹر کامسائس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر ایس ایم جنید زیدی، ڈائریکٹر کامسائس لاہور کیمپس جناب پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد بودلہ اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ محترمہ ڈاکٹر فلذہ دیم کا خصوصی طور شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے فیکلٹی کو انسٹی ٹیوٹ میں بحث وتحقیق کا ایسا ماحول، سہولیات اور تعاون فراہم کیا ہوا ہے کہ جس کے سبب یہ کتاب اپنے تکمیلی مراحل کو پہنچ سکی۔

علاوہ ازیں میں اپنی اہلیہ محترمہ کا بھی خصوصی طور شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اِس

کتاب کی تیاری میں تفریغِ اوقات کے سلسلے میں راقم سے بہت تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اِن سب کے تعاون کو قبول فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
(ابوالحسن علوی)

باب اول

تحریک استشراق کا تعارف

باب اول

تحریک استشراق کا تعارف

استشراق کا معنی ومفہوم(Meaning of Orientalism)

لفظ استشراق کا مادہ 'ش-ر-ق' ہے اور یہ باب استفعال سے مصدر ہے۔ باب استفعال کے خاصہ 'طلب' کی وجہ سے اس میں لفظ 'س' طلب کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا اردو ترجمہ 'شرق شناسی' کیا گیا ہے۔ [1] عام فہم الفاظ میں استشراق کا معنی ومفہوم 'مشرق کو جاننے کی طلب یا خواہش رکھنا' ہے۔

'استشراق' کا انگریزی ترجمہ 'Orientalism' کیا جاتا ہے۔ لاطینی زبان میں 'Orient' کا لفظ کسی شے کے بارے میں تحقیق کرنے یا سیکھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جرمنی میں 'Sich Orientieren' کا معنی کسی شے کے بارے معلومات جمع کرنا ہے۔ اسی طرح فرانسیسی زبان میں 'Orienter' کا لفظ رہنمائی کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ اور انگریزی ہی میں 'Orientate' کا لفظ اپنے حواس کو کسی خاص سمت میں لگا دینے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ [2]

ڈاکٹر عمر بن ابراہیم رضوان نے استشراق کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

"فالاستشراق إذن هي دراسة الغربيين عن الشرق من ناحية عقائده أو تاريخه أو آدابه . . . إلى غير ذلك." [3]

''پس استشراق سے مراد اہل مغرب کا مشرق کے عقائد، تاریخ اور فنون وغیرہ کا مطالعہ کرنا ہے۔''

استاذ فاروق عمر فوزی استشراق کا معنی ومفہوم متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علم يدرس لغات شعوب الشرق وتراثهم وحضاراتهم ومجتمعاتهم وماضيهم وحاضرهم." [4]

''استشراق ایک ایسا علم ہے جو مشرق کی زبانوں، علمی ورثہ، تہذیبوں، معاشروں، ماضی اور حال کے بارے میں بتلاتا ہے۔''

ڈاکٹر احمد عبد الرحیم السایح 'استشراق' کو ایک ایسی آئیڈیالوجی قرار دیتے ہیں جس کا مقصد اسلام کے بارے میں پہلے سے طے شدہ کچھ خاص قسم کے تصورات کو رائج کرنا ہے، نہ کہ کسی علمی تحریک میں اشتراک و اعانت۔ وہ لکھتے ہیں:

"ولکن یمکن القول إن الاستشراق فی دراسته للإسلام لیس علما بأیّ مقیاس علمی، وإنما هو عبارة عن أیدیولوجیة خاصة یراد من خلالها ترویج تصورات معینة عن الإسلام، بصرف النظر عما إذا کانت هذه التصورات قائمة علی حقائق أو مرتکزة علی أوهام وافتراء ات." [5]

''یہ کہنا درست ہے کہ 'استشراق' اسلام کے مطالعہ کے پہلو سے کسی بھی اعتبار سے کوئی علم نہیں کہلا سکتا، بلکہ یہ ایک خاص قسم کی آئیڈیالوجی ہے جس کا مقصد اسلام کے بارے میں کچھ خاص قسم کے تصورات کی نشر و اشاعت ہے، چاہے اسلام کے بارے میں وہ قائم کیے گئے تصورات حقائق پر مبنی ہوں یا اوہام اور جھوٹ پر۔''

فلسطینی نژاد امریکی ایڈورڈ سعید (۱۹۳۵ء۔۲۰۰۳ء) کہ جن کی کتاب "Orientalism: Western Conceptions of the Orient" اپنے موضوع پر ایک بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتی ہے، نے استشراق کی تین تعریفات بیان کی ہیں جو درحقیقت اس کے تین پہلو ہیں۔ ان میں سے تیسری درج ذیل ہے:

"Orientalism can be discussed and analyzed as the corporate institution for dealing with the Orient--dealing with it by making statements about it, authorizing views of it, describing it, by teaching it, settling it, ruling over it: in short, Orientalism as a Western style for dominating, restructuring, and having authority over the Orient." [6]

''استشراق کا ہم اس پہلو سے بھی مطالعہ اور تجزیہ کر سکتے ہیں کہ یہ مشرق سے تعامل کے لیے ایک ایسا منظم [مغربی] ادارہ ہے جو مشرق کے بارے بیانات جاری کر کے، اس کے نظریات کو کنٹرول کر کے، اس کی وضاحت کر کے، اسے

پڑھا کر، اسے طے کرتے ہوئے اور اس پر حکمرانی کرتے ہوئے اس سے نمٹنے کا نام ہے۔ مختصر الفاظ میں استشراق، مشرق پر غلبے، اسی کی تشکیل جدید اور اس پر تفوق کا مغربی اسلوب ہے۔''

واضح رہے کہ ایڈورڈ سعید ایک لاأدری (Agnostic) مفکر ہیں۔ خلاصہ کلام کے طور یہ کہا جا سکتا ہے کہ کلمہ 'استشراق' اپنی وضع (Laying) سے معاصر استعمال تک مختلف ادوار سے گزرا ہے اور اس کے اساسی مفہوم میں مشرقی لغات اور علوم وفنون میں رسوخ جوہری عنصر (Essence) کے طور شامل رہا ہے۔

استعراب (Arabism)

بعض اوقات ایک اصطلاح کا معنی ومفہوم اس کے مترادفات اور متضادات کے مطالعہ سے مزید نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ 'استشراق' کے مترادفات میں سے ایک اہم اصطلاح 'استعراب' کی ہے، جس کا لغوی معنی 'عرب بننا' ہے۔ [7]

منیر روحی بعلبکی 'استعراب' کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهو علم يختص بدراسة حياة العرب وما يتعلق بهم من حضارة وآداب ولغة وتاريخ وفلسفات وأديان. . . وأما المستعرب فهو عالم ثقة في كل ما يتصل بالعرب وبلاد العرب أو باللغة العربية والأدب العربي. " [8]

''استعراب سے مراد وہ علم ہے جو عربوں کی زندگی، تہذیب، فنون، لغت، تاریخ، فلسفہ اور مذاہب کے مطالعہ کے ساتھ مخصوص ہو...اور مستعرب اسے کہتے ہیں جو بلاد عرب یا عربی زبان وادب میں رسوخ رکھتا ہو۔''

استغراب (Occidentalism)

'استشراق' کے متضادات میں سے ایک اہم اصطلاح 'استغراب' کی ہے۔ اس کا لغوی معنی 'حیرت' ہے۔ [9] ڈاکٹر احمد سمایلوفیتش 'استغراب' کا اصطلاحی معنی متعین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"يمكن القول أن كلمة الاستغراب مأخوذة من كلمة غرب وكلمة

غرب تعني أصلا مغرب الشمس وبناء على هذا يكون الاستغراب هو علم الغرب ومن هنا يمكن كذلك تحديد كلمة المستغرب وهو الذي تبحر من أهل الشرق في إحدى لغات الغرب وآدابها وحضارتها." ⓾

''یہ کہنا درست ہے کہ 'استغراب' کا لفظ 'غرب' سے ماخوذ ہے اور 'غرب' سے مراد سورج غروب ہونے کی جگہ ہے۔ اسی بنیاد پر 'استغراب' کا معنی مغرب کے بارے جانکاری ہے۔ یہیں سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'مستغرب' وہ ہے جو کسی مغربی زبان یا فن یا تہذیب کے بارے رسوخ رکھتا ہو۔''

ڈچ مصنف ای ین بروما Ian Buruma اور اسرائیلی پروفیسر آویشائے مارگیلٹ Avishai Margalit نے ایڈورڈ سعید کی کتاب کے ردعمل میں مغرب کے بارے مشرق کے منفی تاثر کے مصادر کی تلاش میں "Occidentalism: The West in the Eyes of Its Enemies" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جو ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے ایڈورڈ سعید ہی کے اثر میں جیمز کیریئر James G. Carrier نے "Occidentalism: Images of the West" کے نام سے ایک کتاب ایڈٹ کی جو ۱۹۹۵ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کی۔

مستشرق کا معنی ومفہوم

استشراق کا لفظ عربی زبان میں 'مولد' (post-classical) ہے۔ اس سے اسم فاعل کا صیغہ 'مستشرق' بنتا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ 'Orientalist' کیا جاتا ہے، جبکہ محققین کے نزدیک 'Orientalist' 'مستشرق' کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ 'عالم مشرقیات' کا ترجمہ ہے۔ اسحاق موسیٰ الحوینی کا کہنا تو یہ ہے کہ 'مستشرق' کوئی لفظ نہیں ہے بلکہ اصل لفظ 'عالم مشرقیات' ہے لیکن چونکہ اس لفظ کا استعمال بہت عام ہو چکا لہٰذا اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ⓫

مالک بن نبی 'مستشرق' کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نعني بالمستشرقين الكتاب الغربيين الذين يكتبون عن الفكر

الإسلامي وعن الحضارة الإسلامية." [۱۲]

'مستشرقین سے ہماری مراد وہ مؤلفین ہیں جو فکر اسلامی اور اسلامی تہذیب کے بارے میں لکھتے ہیں۔"

مستشرق میں اصل مغربی ہونا ہے یا غیر مسلم

ڈاکٹر اسماعیل محمد بن علی کا کہنا یہ ہے کہ اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ مستشرق وہ ہے جو مغربی اسکالر ہو، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم، لیکن نجیب العقیقی نے بعض مشرقی علماء کو بھی مستشرقین میں شمار کیا ہے۔ [۱۳]

ڈاکٹر علی بن ابراہیم نملۃ نے ڈاکٹر عمر فروخ پر نقد کرتے ہوئے کہا ہے کہ مستشرق کو مغرب کے ساتھ خاص کر دینا درست نہیں ہے، بلکہ مشرق میں رہنے والے مشرقی علوم کے ماہر عربی النسل اور عجمی یہود و نصاریٰ بھی مستشرقین میں شامل ہو سکتے ہیں۔ [۱۴] ہماری نظر میں بھی یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔

لفظ مستشرق کا پہلی مرتبہ استعمال

آرتھر جان آربری Arthur John Arberry (متوفی ۱۹۶۹ء) کے مطابق ۱۶۳۰ء میں پہلی دفعہ لفظ 'مستشرق' یونانی یا عیسائی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔ میکسیما ہوداس Maxime Rodinson (متوفی ۲۰۰۴ء) کے مطابق یہ لفظ ۱۷۹۹ء میں فرنچ اور ۱۸۳۸ء میں انگریزی زبان میں پہلی بار استعمال ہوا۔ ڈاکٹر عمر بن ابراہیم رضوان کا کہنا ہے کہ انگریزی زبان میں 'Orientalist' کے لفظ کا پہلی دفعہ استعمال ۱۷۷۹ء میں ہوا۔ [۱۵] بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ۱۶۹۱ء میں 'صموئیل کلاک' Samuel Clarke (متوفی ۱۷۲۹ء) نے 'انتھونی وڈ' Anthony Wood (متوفی ۱۶۴۳ء) کو 'استشراقی' کا نام دیا۔ [۱۶]

عصر حاضر میں مستشرق کی متبادل اصطلاحات

بیسویں صدی عیسوی کے نصف ثانی میں عالم اسلام میں تحریک استشراق اور مستشرقین کی جو خبر لی گئی ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب مستشرقین اپنے لیے 'مستشرق' یا 'Orientalist' کا لفظ پسند نہیں کرتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں پیرس میں مستشرقین کی ایک

عالمی کانفرنس بعنوان ''المؤتمرات العالمية للدراسات الآسيوية والشمال أفريقيا'' منعقد ہوئی جس میں اس اصطلاح کو ترک کرنے کا اتفاقی فیصلہ صادر ہوا۔ اور آئندہ کے لیے مستعربون (Arabists) یا اسلامیون (Islamists) یا باحثون فی العلوم الانسانیۃ (Humanists) یا ماہرین مطالعہ ممالک (Area Studies Experts) وغیرہ جیسی اصطلاحات استعمال کرنے پر اتفاق ہوا۔

اطالوی نژاد امریکی مستشرق جان لی ایسپوزیٹو John L. Esposito کا کہنا ہے کہ اسے یہ بالکل بھی پسند نہیں ہے کہ اسے 'Orientalist' کے نام سے پکارا جائے بلکہ وہ اپنے آپ کو 'Islamist' کہلوانا پسند کرتا ہے۔ [۴۷]

تحریک استشراق کا تاریخی پس منظر

[۱] تحریک 'استشراق' کا نقطہ آغاز کیا ہے، اس بارے مسلمان اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ استشراق کا آغاز ۸ ہجری میں غزوۂ موتہ سے ہوا ہے جب مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین پہلی باقاعدہ جنگ لڑی گئی۔ [۴۸]

[۲] بعض دوسرے علماء کی رائے میں 'استشراق' کا باقاعدہ آغاز آٹھویں صدی عیسوی میں اندلس کی فتح کے بعد ہوا جب یورپ سے نوجوان اندلس کی اسلامی سلطنت کی معروف جامعات میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنا شروع ہوئے۔ [۴۹] ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی رائے میں بھی تحریک 'استشراق' کا آغاز ان یورپین راہبوں سے ہوا جنہوں نے مشرقی علوم وفنون کے حصول کی خاطر اندلس کا سفر کیا۔ ان راہبوں میں جربٹ آف اُورے لیک Gerbert of Aurillac (۹۴۶ـ۱۰۰۳ء) جو بعد ازاں سلویسٹر دوم Pope Sylvester II کے نام سے پوپ کے عہدے پر بھی فائز ہوا، بھی شامل ہے۔ پطرس المکرم Peter the Venerable (۱۰۹۲ـ۱۱۵۶ء)، جو اندلس تعلیم حاصل کر کے فرانس واپس آیا اور مسلمان علماء سے مجادلہ ومناظرہ کرنے لگا، نے بھی اس کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ ریمنڈ مارٹن Raymond Martin (۱۲۳۰ـ۱۲۸۴ء) بھی ان راہبوں میں شامل تھا جس نے مسلمان علماء سے علم الکلام سیکھنے کے بعد ''خنجر الإيمان'' (Dagger of the true religion) کے نام

سے اہل اسلام اور یہود کے رد میں کتاب لکھی۔ انہی رہبان میں رامون لول Ramon Llull (۱۲۳۵-۱۳۱۴ء) بھی شامل ہے۔ [۲۰]

۳ ایک اور رائے کے مطابق معروف انگریز اسکالر راجر بیکن Roger Bacon (۱۲۱۴-۱۲۹۴ء) نے مسیحی دنیا میں اضافے کے لیے 'تحریک تنصیر' (Evangelization) کو بہترین لائحہ عمل قرار دیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے اسلامی لغات کی معرفت کو لازمی شرط قرار دیا۔ [۲۱] پندرہویں کیتھولک کونسل 'کونسل آف ویانا' Council of Vienne نے راجر بیکن کے ان افکار کی بدولت ۱۳۱۱-۱۳۱۲ء میں پانچ یورپی جامعات میں عربی زبان کی چیئرز قائم کیں، جن میں پیرس، آکسفورڈ، بولونیا، سلمنکا اور بابویہ کی یونیورسٹیاں شامل ہیں۔ [۲۲] پس اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ 'استشراق' کا آغاز 'کونسل آف ویانا' میں منظور کردہ اس قرارداد سے ہوا، جس کے مطابق کئی ایک یورپی جامعات میں عربی زبان کی چیئرز قائم کرنے کا فیصلہ صادر ہوا تھا۔ [۲۳]

۴ بعض کے بقول اس کا آغاز بارہویں صدی عیسوی میں اس وقت ہوا جبکہ پہلی دفعہ قرآن مجید کا ترجمہ ۱۱۴۳ء میں لاطینی زبان میں ہوا۔ [۲۴]

۵ بعض اہل علم نے صلیبی جنگوں کو تحریک 'استشراق' کا نقطہ آغاز قرار دیا ہے جبکہ مسیحی دنیا نے بیت المقدس میں مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے ان کے علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کی طرف توجہ دی۔ معاصر امریکی مستشرق برنارڈ لیوس Bernard Lewis (پیدائش ۱۹۱۶ء) نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ یورپی اور اسلامی ثقافت کا پہلا اختلاط صلیبی جنگوں کی صورت میں پیش آیا [۲۵] لہٰذا صلیبی جنگوں کو تحریک استشراق کا نقطہ آغاز قرار دینا درست نہیں ہے۔

۶ ڈاکٹر محمد عبد اللہ الشرقاوی کا کہنا یہ ہے کہ نارمن دانیال Norman Danial کی کتاب "Islam and The West" اور ساتھرن Southern کی کتاب "Western Views of Islam in the Middle Ages" اس پر شاہد ہیں کہ استشراق کی ولادت مغربی رومن چرچ میں ہوئی۔ [۲۶] ڈاکٹر عمر بن ابراہیم رضوان کے بقول استشراق کی تحریک مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مہم

(Evangelization) کی گود میں پیدا ہوا۔ استشراق مغربی استعمار کی گود میں پلا بڑھا اور مغربی تعلیمی اداروں نے اسے ایک تحریک بنا دیا۔ ⓬

⑦ خالد ابراہیم المحجوبی نے استشراق کی ابتداء کو چار مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا مرحلہ صلیبی جنگوں کا تھا کہ جس میں مسلمانوں پر فتح حاصل کرنے کے مقصد سے مشرق کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کئی ایک مہمیں بھیجی گئیں۔ دوسرے مرحلے کا آغاز ان جنگوں میں عیسائی دنیا کی ناکامی سے شروع ہوا اور انہوں نے مشرقی علوم وفنون کے حصول کی طرف توجہ دی۔ تیسرا مرحلہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے نصف سے لے کر دوسری جنگ عظیم کے خاتمے تک کا ہے جو استشراق کی تنظیم وتحریک کا مرحلہ ہے۔ چوتھا مرحلہ دوسری جنگ عظیم کے بعد کا ہے۔ ⓭

⑧ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ استشراق کسی بھی اعتبار سے کوئی علمی تحریک نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کے بارے میں ایک طے شدہ آئیڈیالوجی ہے، جس کی ترویج مقصود ہے، چاہے وہ حقائق پر مبنی ہو یا جھوٹ پر۔ ⓮ اسی ضمن میں انیسویں صدی کے اخیر میں مستشرقین کی پہلی کانفرنس پیرس میں ۱۸۷۳ء میں منعقد ہوئی۔ ⓯ اور یہی اس کا نقطہ آغاز ہے۔

⑨ بعض اہل علم نے تحریک 'استشراق' کے آغاز کے بارے میں اس اختلاف کو اختلاف تنوع قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مختلف اہل علم نے متفرق ممالک کے اعتبار سے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور مختلف علاقوں کے اعتبار سے مشرقی علوم وفنون اور تہذیب وثقافت کی طرف رغبت ومیلان کی تاریخ اور وجوہات میں فرق ممکن ہے۔ ہماری رائے میں یہی بات درست معلوم ہوتی ہے مثلاً فرانس میں بارہویں صدی عیسوی میں ہی عربی زبان وثقافت کی طرف رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ پوپ آنریکس چہارم (Honorius IV) نے مشرقی لغات کی تعلیم کے لیے ۱۲۸۵ء میں ایک انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد رکھی۔ ⓰ انگلینڈ میں مستشرق کے لفظ کا استعمال تقریباً ۱۷۷۹ء میں اور فرانس میں ۱۷۹۹ء میں ہوا۔ ایک فرانسیسی ڈکشنری میں اس لفظ کا استعمال ہمیں ۱۸۳۸ء میں ملتا ہے۔ ⓱ استشراق کے اطالوی مکتب فکر کی بنیاد اس وقت پڑی جبکہ مسلم سپہ سالار عبداللہ بن موسیٰ بن نصیر نے ۷۰۸ء عیسوی میں اٹلی کو فتح کیا۔ برطانوی

مستشرقین کے ضمن میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ برطانیہ سے جب اسکالرز کی ایک جماعت، جن میں قاضی تھامس براؤن Thomas Browne (متوفی ۱۶۸۲ء) اور راجر بیکن وغیرہ شامل ہیں، نے اندلس کا رخ کیا تو یہی اس کا نقطہ آغاز تھا۔ ۱۹۳۲ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں عربی زبان کے لیے ایک خصوصی چیئر قائم کی گئی۔ اس کے بعد آکسفورڈ میں بھی اٹھارہویں صدی عیسوی میں عربی زبان کی چیئر قائم کی گئی۔ ◆ جرمنی میں استشراق کا نقطہ آغاز دوسرے صلیبی حملے (۱۱۴۷۔۱۱۴۹ء) کو قرار دیا جاتا ہے۔ اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں جرمنی نے مشرقی علوم وفنون کی طرف باقاعدہ توجہ دی۔ ◆ مستشرقین کے ہسپانوی مکتبہ فکر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب سے مسلمانوں نے سپین کو فتح کیا، اس وقت سے وہ یورپ میں علوم اسلامیہ وعربیہ کا مرکز رہا۔ پاسکوال Pascual de Gayangos (۱۸۰۹۔۱۸۹۷ء) سپین میں تحریک استشراق کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ ◆ ہالینڈ میں لائیڈن یونیورسٹی میں ۱۵۹۹ء میں علوم اسلامیہ کی چیئر قائم کی گی۔ ◆ روسی مکتبہ فکر کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ عباسی خلافت کے اولین دور میں مسلمانوں کے عراق کے رستے روس سے تجارتی تعلقات قائم ہوئے اور یہی واقعہ مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون سے اہل روس کی واقفیت کی بنیاد بنا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں منگولوں (Mongols) نے اسلام کا ایک بڑا ورثہ روس میں چھوڑا۔ ◆ امریکی استشراق کے ڈانڈے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مشنری عیسائی تحریکوں 'تحريك تنصير' (Evangelization) اور 'تحريك تبشير' (Missionary Movement) سے جا ملتے ہیں۔ شروع میں امریکی استشراق کے بنیادی مقاصد مشنری تحریک کے تابع تھے جبکہ بعد ازاں مسلم دنیا میں امریکی اثر ونفوذ کے سیاسی ہدف کی تکمیل اس تحریک کا اولین مقصود ٹھہری۔ ◆

تحریک استشراق کے اسباب ومحرکات (Reasons and Motives)

تحریک استشراق کے اسباب ومحرکات کو کئی اعتبارات سے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ہم اس تحریک کے چند ایک اہم محرکات کا مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں:

طبعی محرکات(Natural Motives)

دیگر اقوام کے مذاہب، افکار، معاشرت اور اقتصادیات کے بارے میں جاننے کی ایک فطری خواہش تقریباً ہر انسان میں موجود ہے۔تحریک استشراق کے محرکات میں سے ایک اہم محرک یہی فطری خواہش تھی کہ جس نے اہل مغرب کو مشرق، مشرقی تہذیب اور مشرقی علوم وفنون کے بارے میں جاننے کے لیے ابھارا۔ ❖

تاریخی محرکات(Historical Motives)

مشرق ومغرب کے باہمی تعلقات زمانہ قدیم سے چلے آرہے ہیں۔ان کے مابین وقتاً فوقتاً فکری مکالمہ اور عسکری مہم جوئی ہوتی رہی ہے۔ یہ فکری وعسکری نزاع بھی اہل مغرب کے لیے ایک اہم محرک بنا ہے کہ وہ مشرق کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانکاری حاصل کریں یا اس کے لیے کوشش کریں۔ ❖

دینی محرکات(Religious Motives)

چرچ اور اس کے متولیوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے اور اس سے متعلق حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے لیے مشرقی علوم وفنون کی طرف توجہ دی۔ علاوہ ازیں استشراق کے دینی محرکات میں عیسائی عوام کی اسلام کی طرف رغبت کو روکنا اور مسلمانوں کو عیسائی بنانا بھی شامل تھا۔اسی طرح مصادر اسلامیہ یعنی کتاب وسنت میں تشکیک پیدا کرنے میں یہودی مستشرقین کی ایک جماعت نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان یہودی مستشرقین میں گولڈ زیہر Goldziher (۱۸۵۰۔۱۹۲۱ء)، نولڈیکے Theodor Noldeke (۱۸۳۶۔۱۹۳۰ء)، رچرڈ بیل Richard Bell (۱۸۷۶۔۱۹۵۲ء)، ریجس بلیشے Régis Blachère (۱۹۰۰۔۱۹۷۳ء) اور ویلہاؤزن Wellhausen (۱۸۴۴۔۱۹۱۸ء) وغیرہ شامل ہیں۔

استعماری محرکات(Imperialistic Motives)

انیسویں صدی عیسوی میں تقریباً تمام عالم اسلام مغربی استعمار کا حصہ بن گیا۔مشرق پر اپنے غلبہ کو برقرار رکھنے کے لیے حاکم قوتوں نے مشرق کے علوم وفنون اور تاریخ ولغات

کی طرف خصوصی توجہ دی تا کہ غلام قوم کی نفسیات و زبان جانتے ہوئے اس سے بہتر انداز میں خدمت لی جا سکے۔ جرمن مستشرق کارل ہائنرش بیکا Carl Heinrich Becker (۱۸۷۶۔۱۹۳۳ء) افریقہ میں جرمن استعمار کی خاطر ۱۸۸۵ء۔۱۸۸۶ء میں خدمات سرانجام دیتا رہا۔ مستشرق کرسٹیان Christiaan Snouck Hurgronje (۱۸۵۷۔۱۹۳۶ء) ۱۸۸۵ء میں ہالینڈ کی حکومت کی طرف سے مکہ میں عبد الغفار کے نام سے اپنی خدمات پیش کرتا رہا اور بعد ازاں انڈونیشیا میں بھی رہا۔ [۲۱]

سیاسی استعمار کے علاوہ مغرب کے مشرق پر فکری استعمار اور غلبے میں بھی تحریک استشراق کا ایک اہم کردار رہا ہے اور اب تک ہے۔ ڈاکٹر عبد المتعال نے اس موضوع پر "الاستشراق وجه للاستعمار الفكری" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔

علمی محرکات (Academic Motives)

مستشرقین کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے مشرقی علوم کی طرف متوجہ ہوئی۔ یہ اگرچہ اپنے کام میں تو مخلص ہیں لیکن اپنی تحقیقات کے نتائج میں انہوں نے بھی بعض مقامات پر ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ایسا یا تو عربی زبان میں رسوخ نہ ہونے کے سبب سے ہوا یا پھر مغربی معاشروں میں اسلام کے بارے میں رائج عام تصورات سے متاثر ہونے کے سبب سے۔ ان میں فرانسیسی مستشرق موریس بکائے Maurice Bucaille (۱۹۲۰۔۱۹۹۸ء) اور عبد الکریم جرمانس Germanus Gyula (۱۸۸۴۔۱۹۷۹ء) وغیرہ شامل ہیں۔ [۲۲]

اسی محرک کے تحت قرون وسطیٰ (Medieval Period; 5-15th Century) کے مسلمان علماء کی فلکیات، جغرافیہ، تاریخ، طب، ریاضی، فلسفہ، علم کلام سے متعلق سینکڑوں کتب کو ایڈٹ کر کے شائع کیا گیا اور ان کے تراجم عربی سے یورپی زبانوں میں کیے گئے تا کہ مسلمانوں کے علوم وفنون کی روشنیوں سے یورپ کی جہالت کی تاریکیوں کو دور کیا جا سکے۔

تحریک استشراق کے اہداف ومقاصد (Objectives and Goals)

مستشرقین نے مشرقی علوم وفنون کے حصول کی خاطر اپنی زندگیاں کیوں کھپا دیں؟

یہ ایک اہم سوال ہے۔ بلا شبہ اگر یہی مستشرقین مغربی علوم وفنون کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تو نسبتاً زیادہ مالی یا معاشرتی فوائد اور شہرت حاصل کر سکتے تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو مشرقی علوم وفنون کے لیے وقف کر دیا۔ مسلمان اہل علم نے تحریک استشراق کے کئی ایک اہداف ومقاصد بیان کیے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

دین اسلام کی تعلیمات اور تصویر کو مسخ کرنا

جرمن مستشرق روڈولف روڈی پارٹ Rudolf Rudi Paret (۱۹۰۱ـ۱۹۸۳ء) کا کہنا ہے کہ معاصر استشراقی جدوجہد کا مقصود دین اسلام کو باطل دین ثابت کرنا اور مسلمانوں کو دین مسیحیت کی طرف راغب کرنا ہے۔ [۳]

روڈی پارٹ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ازمنہ وسطیٰ (Middle Ages) میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد علوم اسلامیہ کی طرف اس لیے متوجہ ہوئی کہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت کو مسخ کر سکے، کیونکہ ان کا یہ ذہن بن چکا ہوا تھا کہ جو دین بھی مسیحیت کے خلاف ہے، اس میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی۔ [۴]

اسلام کے غلبے کا خوف (Islam Phobia)

مغرب میں اسلام کے پھیلاؤ کو روکنا اور عیسائی دنیا کو مسلمان ہونے سے بچانا بھی تحریک استشراق کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ اس مقصد کے تحت مستشرقین کی ایک بڑی تعداد نے اپنی تحقیقات کے ذریعے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں اہل یورپ کے دلوں میں نفرت، بغض اور تعصب کو جنم دیا۔

سابقہ برطانوی وزیر اعظم اور سیاسی رہنما ولیم گلاڈسٹن (William Ewart Gladstone 1809-1898) نے ۱۸۸۲ء میں کہا تھا کہ جب تک قرآن موجود ہے، یورپ کے لیے مشرق کو مغلوب کرنا ممکن نہیں ہے، بلکہ قرآن کی موجودگی میں یورپ کے لیے اپنے آپ کو حالت امن میں محسوس کرنا بھی درست نہیں ہے۔ [۵]

الجزائر میں متعین فرانسیسی گورنر کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم ان کے وجود سے قرآن مجید کو کھرچ ڈالیں اور ان کی زبانوں سے عربی زبان کو اکھیڑ دیں تو اسی

صورت میں ہم صحیح معنوں میں ان سے بدلہ لے سکتے ہیں۔

معاصر امریکی مستشرق برنارڈ لوئیس کو امریکی سیاست کا وفادار مستشرق مانا جاتا ہے۔ یہ صاحب عالم اسلام کو اس وقت مغرب اور مغربی تہذیب کے لیے ایک بڑا خطرہ قرار دیتے ہیں۔

مسلمانوں میں عیسائیت کی ترویج

مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے ان کے دین وعقائد میں تشکیک پیدا کرنا بھی تحریک استشراق کا ایک اہم مقصد ہے۔ استاذ عبد الرحمٰن میدانی کا کہنا ہے کہ یورپ کی اکثر یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ اور علومِ عربیہ کا تعلیمی نصاب، منہج اور طریق تدریس طے کرنے والے متعصب مستشرقین یا تبشیری (Evangelist) ہیں۔

جرمن مستشرق یوہن فک Johann Fuck (۱۸۹۴۔۱۹۷۴ء) نے لکھا ہے کہ استشراق محض کوئی علمی تحریک نہیں ہے بلکہ اس کا مقصود اسلام کا رد اور مسلمانوں میں عیسائیت کی ترویج ہے۔

اصلاحِ مذہب (Protestant Reformation)

مسلم مفکر ابن رشد Avicenna (۹۸۰۔۱۰۳۷ء) کے فلسفے کے زیر اثر اہل مغرب میں ہی ایک بڑی تعداد مصلحین (Reformists) کی پیدا ہو چکی تھی جنہوں نے اپنے مذہب کی اصلاح کے لیے مسلمانوں کے علوم وفنون کی طرف توجہ دی۔ ایسے مصلحین کو عموماً مسیحی دنیا میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مارٹن لوتھر Martin Luther (۱۴۸۳۔۱۵۴۶ء) وغیرہ پر اہل روم نے یہ تہمت لگائی کہ وہ مسیحی دین کو دین محمد ﷺ سے تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

سیاسی مقاصد

معروف برطانوی مستشرق ایڈورڈ لین Edward William Lane (۱۸۰۱۔۱۸۷۶ء) ۱۸۲۵ء میں مصر آیا اور ۱۰ سال یہاں قیام کیا۔ لندن واپسی پر اس نے ۱۸۳۶ء میں ایک کتاب "أخلاق وعادات المصريين المعاصرة" شائع کروائی۔

اس کتاب کے کئی ایک طبعات انگلینڈ، جرمنی اور امریکہ سے شائع ہوئے تا کہ مغرب، مشرق پر حملہ آور ہونے سے پہلے اس کے بارے میں ممکنہ جانکاری حاصل کر سکے۔ ◆

مغربی استعمار کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنے والے بیسیوں مستشرقین کے احوال مسلمان اہل علم نے اپنی کتب میں نقل کیے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر یحییٰ مراد نے اپنی کتاب ”ردود علی شبہات المستشرقین“ میں 'علاقة الاستشراق بالاستعمار والتبشير والصيهونية' یعنی استشراق کا مغربی استعمار (Western Imperialism)، مشنری تحریک (Evangalism) اور صیہونیت (Zionism) سے تعلق کے نام سے ایک مستقل باب باندھا ہے۔

معاصر مستشرقین اور مغربی استعمار

استشراق کی یہ تحریک عصر حاضر میں بھی جاری ہے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ برطانوی استعمار کے زمانے میں برطانیہ کے مستشرقین اس تحریک کی قیادت کر رہے تھے اور اب امریکی استعمار کے دور میں امریکی استشراق دنیا بھر کے مستشرقین کا عالمی ترجمان ہے۔ امریکی استعمار کے نمائندہ مستشرقین میں ہمیں ہاملٹن گِب Sir Hamilton Alexander Rosskeen Gibb (۱۸۹۵۔۱۹۷۱ء) کا نام ملتا ہے جو شروع میں تو لندن یونیورسٹی میں 'School of Oriental and African Studies' میں پروفیسر رہا اور بعد ازاں اس نے ہارورڈ یونیورسٹی میں 'Harvard Center For Middle Eastern Studies' کی بنیاد رکھی اور اس کا ڈائریکٹر بھی رہا۔ گِب نے پہلی جنگ عظیم میں برطانوی فوج کے لیے رائل رجمنٹ آف آرٹلری (Royal Regiment of Artillery) میں کام کیا۔ اس مستشرق کا عسکری مہم جوئی (Military Adventures) سے دانش گاہ (Academia) تک کا یہ سفر ایک دلچسپ داستان ہے۔

گِب کے نمایاں شاگردوں میں ہمیں برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) کا نام ملتا ہے جو ۱۹۱۶ء میں لندن میں پیدا ہوا اور ابھی حیات ہے۔ برنارڈ لیوس نے بھی دوسری جنگ عظیم میں برطانوی رائل آرمڈ کور (Royal Armoured Corps) اور انٹیلی جنس کور (Intelligence Corps) میں کام کیا تھا۔ اس کے بعد لندن یونیورسٹی میں

'School of Oriental and African Studies' کا چیئر پرسن رہا اور بعد ازاں پرسٹن یونیورسٹی، امریکہ سے وابستہ ہو گیا۔ مشرق وسطی اور مسلم دنیا سے متعلق فارن پالیسی مرتب کرنے میں امریکی حکومتیں کئی ایک دہائیوں سے اس کے مشوروں پر عمل کرتی چلی آئی ہیں۔ اسے مشرق وسطی اور اسلامی تاریخ پر تحقیقی کام کی وجہ سے مغرب میں "The Doyen of Middle Eastern Studies" اور "Father of Islamic Studies" اور "Sage for the Age" اور "The West's most distinguished scholar on the Middle East" اور "The most influential postwar historian of Islam and the Middle East" جیسے القابات سے جانا جاتا ہے۔ ۱۹۶۶ء میں قائم ہونے والی آرگنائزیشن 'Middle East Studies Association of North America' کا وہ بانی رکن تھا لیکن ۲۰۰۷ء میں اس نے اس سے اختلاف کے سبب سے اپنی نئی تنظیم 'Association for the Study of the Middle East and Africa' کے نام سے بنالی اور اس کا چیئرمین قرار پایا۔

✡✡✡✡✡

مصادر و مراجع

١۔ أكرم چوهدرى، محمد، پروفيسر ڈاكٹر، استشراق، تكلمله اردو دائره معارف اسلاميه، دانش گاه پنجاب، لاهور، طبع أول، مارچ ٢٠٠٢ء، ١/ ٥٦٥۔

٢۔ محمد الشاهد السيد، الاستشراق ومنهجية النقد عند المسلمين المعاصرين، الاجتهاد، العدد ٢٢، شتاء عام ١٤١٤هـ/ ١٩٩٤ء، ص١٩٧۔

٣۔ عمر بن ابراهيم رضوان الدكتور، آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره: دراسة ونقد، دار طيبة، الرياض، ص٢٣۔

٤۔ فاروق عمر فوزي، الأستاذ الدكتور، الاستشراق والتاريخ الإسلامي، الأهلية للنشر والتوزيع، المملكة الأردنية الهاشمية، عمان، الطبعة الأولى، ١٩٩٨ء، ص٣٠۔

٥- أحمد عبد الرحيم السايح الدكتور، الاستشراق فی ميزان نقد الفكر الإسلامی، الدار المصرية، القاهرة، الطبعة الأولى، ١٩٩٦ء، ص ١٥-

6- Edward W Said, Orientalism Western Conceptions of the Orient, UK: Routledge and Kegan Paul, 1978.

٧- إبراهيم أنيس وآخرون، المعجم الوسيط، دار الدعوة، القاهرة، ٢/ ٥٩١-

٨- يحيى مراد، معجم أسماء المستشرقين، دار الكتب العلمية، بيروت، ٢٠٠٤ء، ص٢٠-

٩- الدكتور منير روحی البعلبكی، دار العلم للملايين، بيروت، ١٩٩٥ء، ص٩٥-

١٠- أحمد سمايلوفيتش الدكتور، فلسفة الاستشراق وأثرها فی الأدب العربی المعاصر، دار المعارف، مصر، ١٩٨٠ء، ص٣٧-

١١- إسماعيل محمد بن علی، الدكتور، الاستشراق بين الحقيقة والتضليل، مصر، الكلمة للنشر والتوزيع، الطبعة الثالثة، ٢٠٠٠ء، ص٩-١٠-

١٢- مالك بن نبی، إنتاج المستشرقين وأثره فی الفكر الإسلامی الحديث، دار الإرشاد، بيروت، ١٩٦٩ء، ص٥-٦-

١٣- الاستشراق بين الحقيقة والتضليل، ص١٣-

١٤- علی بن إبراهيم النملة، الاستشراق والدراسات الإسلامية، الطبعة الأولى، مكتبة التوبة، ١٩٩٨ء، ص١٢٤-

١٥- آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره: ص٢٣-

١٦- الاستشراق بين الحقيقة والتضليل: ص١٩-

١٧- الاستشراق والدراسات الإسلامية: ١٣٢-

١٨- محمد جلاء إدريس الدكتور، الاستشراق الإسرائيلی فی المصادر العبرية، العربی للنشر والتوزيع، القاهرة، ١٩٩٥ء، ص١٩-

١٩- أيضاً-

٢٠- العقيقی نجيب، المستشرقون، دار المعارف، مصر، طبعة ثالثة، ١٩٦٤ء، ١/ ١١٠-١٢٤-

٢١- الاستشراق والغارة على الفكر الإسلامی: ص١٤-

۲۲۔ أيضاً: ص۱۵۔
۲۳۔ أيضاً۔
۲۴۔ أيضاً۔
۲۵۔ أيضاً: ص۱۷۔
۲۶۔ محمد عبد الله الشرقاوی الدكتور، الاستشراق والغارة على الفكر الإسلامی، دار الهداية، القاهرة، ۱۹۸۹ء، ص۱۱۔
۲۷۔ آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره: ص۳۸۔
۲۸۔ خالد إبراهيم المحجوبی، الاستشراق والإسلام: مطارحات نقدية للطروح الاستشراقية، أكاديمية الفكر الجماهيری، مصر، ۲۰۱۰ء، ص۱۸۔۲۰۔
۲۹۔ الاستشراق الإسرائيلی فی المصادر العبرية: ص۱۳۔
۳۰۔ الاستشراق بين الحقيقة والتضليل: ص۲۵۔
۳۱۔ الاستشراق الإسرائيلی فی المصادر العبرية: ص۶۹۔
۳۲۔ الاستشراق بين الحقيقة والتضليل: ص۲۰۔
۳۳۔ الاستشراق الإسرائيلی فی المصادر العبرية: ص۷۲۔
۳۴۔ أيضاً: ص۷۳۔
۳۵۔ أيضاً: ص۷۶۔
۳۶۔ أيضاً: ص۷۷۔
۳۷۔ أيضاً: ص۷۸۔
۳۸۔ الاستشراق الإسرائيلی فی المصادر العبرية: ص۸۰۔
۳۹۔ آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره: ص۲۹۔
۴۰۔ أيضاً: ص۳۰۔
۴۱۔ آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره: ص۳۵۔
۴۲۔ أيضاً: ص۳۶۔۳۷۔
۴۳۔ الاستشراق الإسرائيلی فی المصادر العبرية: ص۲۴۔
۴۴۔ الاستشراق بين الحقيقة والتضليل: ص۲۸۔۲۹۔
۴۵۔ الاستشراق بين الحقيقة والتضليل: ۵۸۔۵۹۔
۴۶۔ أيضاً: ص۵۹۔

۴۷۔ أیضاً: ص۷٤۔

۴۸۔ عبد الرحمن المیدانی، أجنحة المكر الثلاثة، دار القلم، دمشق، ص۱۵۰۔

۴۹۔ الاستشراق بین الحقیقة والتضلیل: ص۳۵۔

۵۰۔ فاضل محمد عواد الكبیسی، المستشرقون المعاصرون، دار الفرقان، الأردن، ۲۰۰۵ء، ص۲٦۔۲۷۔

۵۱۔ الاستشراق بین الحقیقة والتضلیل: ص۵٦۔۵۷۔

باب دوم

قرآن اور مستشرقین

باب دوم

قرآن اور مستشرقین

تھیوڈ ونولڈ یکے (Theodor Noldeke)

تھیوڈ ونولڈ یکے Theodor Noldeke (۱۸۳۶ء-۱۹۳۰ء) ایک جرمن مستشرق تھا۔ ۱۸۵۶ء میں تاریخ قرآن پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کا یہ تحقیقی کام اس کے شاگرد فری ڑش شوایلی Friedrich Zacharias Schwally (۱۸۶۳ء-۱۹۱۹ء) کے تعاون سے ۱۸۶۰ء میں پہلی مرتبہ جرمن زبان میں شائع ہوا جبکہ اس کا اصل مقالہ لاطینی زبان میں تھا۔ یہ مقالہ بعد ازاں "The History of the Quran" کے نام سے انگریزی میں بھی شائع ہوا۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد ۱۹۰۹ء اور دوسری ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی جنہیں شوایلی نے ایڈٹ کیا۔ جبکہ تیسری جلد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی اور شروع میں تو اسے گاٹ ہیلف بیگش ٹراسا (Gotthelf Bergstrasser) ایڈٹ کرتا رہا جبکہ اس کی وفات کے بعد آٹو بیٹوش (Otto Bartus) نے ایڈٹ کیا۔ ❶

علاوہ ازیں قرآن مجید سے متعلق نولڈ یکے کے خیالات ۱۸۹۱ء میں انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں 'The Quran' کے نام سے ایک آرٹیکل کی صورت میں زیادہ مرتب صورت میں شائع ہوئے۔ نولڈ یکے کو جرمن مستشرقین کا 'شیخ' (Leader) بھی کہا جاتا ہے۔ وہ یونیورسٹی آف سٹاش بوآ (University of Strasbourg)، فرانس میں مشرقی علوم کا استاذ رہا ہے۔ اسے یونانی علوم وفنون کے علاوہ عبرانی، سریانی اور عربی زبان میں بھی خاصا درک حاصل تھا۔ ❷ اس کی کتاب ''تاریخ قرآن'' (The History of the Quran) مستشرقین کی نظر میں علوم قرآن پر ایک مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

نولڈ یکے کی تحریر پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ وہ منتشر خیالی اور غیر ضروری طوالت کے دو ستونوں پر قائم ہیں۔ ❸ ہمارے خیال میں اصل مسئلہ منتشر خیالی ہے جو غیر ضروری طوالت کا باعث بنا ہے۔ ایک عام سے اعتراض کو اس قدر تمہید اور طوالت کے ساتھ بیان

کرے گا کہ قاری سوچتا رہ جاتا ہے کہ اس نے ان دس صفحات میں بیان کیا کیا ہے؟ اسی غیر ضروری طوالت کا نتیجہ ہے کہ اس کا تحقیقی کام تین جلدوں میں مرتب ہوا۔ اور غالباً یہ اس کی منتشر خیالی کا ہی کمال تھا کہ اس کے شاگردوں کو اس کے تحقیقی کام کو ایڈیٹ کر کے شائع کرنے میں تقریباً چالیس سال لگ گئے۔

نولڈیکے کا خیال ہے کہ قرآن مجید پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے اور وحی آپ سے ایک بے قابو ہیجانی حالت میں صادر ہوتی ہے جسے وہ 'Uncontrollable Excitement' کا نام دیتا ہے۔ وحی، پیغمبر اسلام ﷺ کی اپنی ذات سے صادر ہوتی ہے اور آسمان سے نازل شدہ نہیں تھی، اس کی دلیل کے بارے نولڈیکے کا کہنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نڈر اور بے باک طبیعت کے حامل ایک وژنری (Visionary) انسان تھے۔ غارحرا کی زاہدانہ ریاضتوں نے ان کے دماغ کو جلا بخش دی تھی۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ان کے منکرین کی مخالفت نے ان میں ایک چڑ ان کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ پیغمبر اسلام ﷺ یہودیت اور عیسائیت کے بارے بنیادی معلومات پہلے ہی سے رکھتے تھے اور وحی، جبرئیل، کتاب وغیرہ جیسے تصورات سے ناواقف نہ تھے۔ ان حالات اور معلومات کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ سے وحی ایسے صادر ہوتی تھی جیسا کہ ایک شاعر کے سینے سے شعر نکلتا ہے۔ اگرچہ شاعر اپنے شعر کو ذاتی تخلیق سمجھتا ہے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ اپنی ذات سے صادر ہونے والے کلام کا صحیح تجزیہ نہ کر پائے اور جو کلام ان سے حالات کے تقاضوں کے تحت صادر ہوا تھا، اسے اپنی زاہدانہ طبیعت اور بھولپن کے باعث اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی سمجھ بیٹھے۔ اس بارے نولڈیکے لکھتا ہے:

How these revelations actually arose in Muhammad's mind is a question which is almost as idle to discuss as it would be to analyze the workings of the mind of a poet. In his early career, sometimes perhaps in its later stages also, many revelations must have burst from him in uncontrollable excitement, so that he could not possibly regard them otherwise than as divine inspirations. We must bear in mind that he was no cold

systematic thinker, but an Oriental visionary, brought up in crass superstition, and without intellectual discipline; a man whose nervous temperament had been powerfully worked on by ascetic austerities, and who was all the more irritated by the opposition he encountered, because he had little of the heroic in his nature. Filled with his religious ideas and visions he might well fancy he heard the angel bidding him to recite what was said to him. ❷

نولڈیکے کے شائع شدہ تحقیقی مقالہ کی تین جلدوں میں سے پہلی جلد کا موضوع وحی کی نوعیت اور اس کی حیثیت کا تعین ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد میں اس نے قرآن کریم کی مکی اور مدنی سورتوں کے اسلوبِ بیان کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ مکی سورتوں کا اسلوبِ کلام شاعرانہ ہے جبکہ مدنی سورتیں طویل نثر کے اسلوب پر ہیں۔ مکی سورتوں کو اس نے مزید تین ادوار یعنی ابتدائی، وسطی اور آخری دور میں تقسیم کیا ہے۔ اس نے قرآنی سورتوں کو اسلوب کلام کے پہلو سے چار اجزاء میں تقسیم کر دیا ہے۔

دوسری جلد دور نبوی، خلافت ابو بکر صدیق اور خلافت عثمان میں قرآن مجید کی جمع وتدوین کے بارے شکوک وشبہات سے بحث کرتی ہے۔ نولڈیکے کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کا جو سرکاری نسخہ تیار کیا گیا تھا اس میں وحی کا ایک حصہ شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔ اس کے بقول اس جمع قرآن (Compilation) کے وقت یا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ، جو قرآن مجید کی تدوین کی کمیٹی کے سربراہ تھے، سے کچھ آیات اور کچھ سورتیں پوشیدہ رہ گئیں یا پھر انہوں نے اپنے بڑوں کی فرمانبرداری میں کچھ ایسے دشمنانِ اسلام کا ذکر قرآن مجید سے نکال دیا جو بعد میں اسلام لے آئے تھے۔ اس بارے نولڈیکے لکھتا ہے:

Uthman's Qur'an was not complete. Some passages are evidently fragmentary; and a few detached pieces are still extant which were originally parts of the Qur'an, although they have been omitted by Zaid. Amongst these

> *are some which there is no reason to suppose Muhammad desired to suppress. Zaid may easily have overlooked a few stray fragments, but that he purposely omitted anything which he believed to belong to the Qur'an is very unlikely. It has been conjectured that in deference to his superiors he kept out of the book the names of Muhammad's enemies, if they or their families came afterwards to be respected.* ❺

اس جلد میں اس نے قرآن مجید کے بارے اہل تشیع اور عیسائیوں کا موقف بھی بیان کیا ہے۔تیسری جلد قرآن مجید کی قراء ات (Variant Readings of the Holy Quran) اور رسم قرآنی کے بارے اعتراضات پر مشتمل ہے۔اس کے خیال میں رسم عثمانی (Uthmanic Orthography) میں بہت سی اغلاط موجود ہیں۔

خود قرآن مجید اور اس کے خارج میں ایسے صریح دلائل بکثرت موجود ہیں جو نولڈ کے اس نظریے کو باطل قرار دیتے ہیں کہ وحی کا باعث اللہ کے رسول ﷺ کی انفعالی (Passive) کیفیات تھیں۔ اگر وحی کا مصدر اللہ کے رسول ﷺ کی ذات ہی ہوتی تو جب منافقین نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو آپ کی شدید خواہش تھی کہ کسی طرح محبوب ترین اہلیہ کو اس الزام سے فوری طور بری قرار دیں تھی لیکن معاملہ آپ کے ہاتھ میں نہیں تھا، لہٰذا براءت کی آیات کے نزول میں تقریباً ایک ماہ لگ گیا اور اس وقت تک کے لیے آپ کو مخالفین کی طرف سے شدید ذہنی اذیت برداشت کرنی پڑی۔ اسی طرح مشرکین مکہ نے جب آپ سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کی حقیقت کے بارے سوال کیا تو آپ انہیں بروقت جواب نہ دے پائے جس وجہ سے انہوں نے آپ کی پیغمبرانہ حیثیت کو طعن وتشنیع کا موضوع بنایا۔ اس معاملے میں بھی اگر وحی آپ کے اختیار میں ہوتی تو فوراً جواب سامنے آجاتا۔ دنیا کے معروف ادب کی تاریخ کا مطالعہ یہ بتلاتا ہے کہ بلاشبہ ایسے مواقع کسی بھی شاعر یا قادرِ کلام کے لیے بہترین شعر یا کلام کہنے کی نسبت سے مناسب ترین شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام بعض اوقات آپ کے پاس انسانی شکل میں بھی آتے

تھے اور آپ کو کبھی بھی یہ وہم نہ ہوا کہ آپ نے کسی صحابی کو جبرئیل علیہ السلام سمجھ لیا ہو۔ یہ تمام قرائن اور شہادتیں واضح کرتی ہیں کہ وحی کا مصدر آپ کے خارج میں تھا نہ کہ آپ کی ذات میں اور خارج میں بھی وہاں جہاں آپ کا اختیار نہیں تھا یعنی آسمان میں۔ ❶

علاوہ ازیں قرآن مجید میں بہت سی ایسی آیات ہیں کہ جن کے معانی آخری درجے میں یہ صراحت کر رہے ہیں کہ یہ کتاب محمد ﷺ کی ذاتی تصنیف نہیں ہے۔ سورۃ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ.﴾ ❷

''اور اے ﷺ! یاد کریں جب آپ اس شخص کہ جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے بھی [زید رضی اللہ عنہ] کو کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو روکے رکھ [اُسے طلاق مت دے) اور اللہ سے ڈر۔ اور آپ اپنی ذات میں وہ کچھ چھپا رہے تھے کہ جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہ رہا تھا۔ اور آپ لوگوں سے خوف محسوس کر رہے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔''

یہ آیت مبارکہ آپ کے منہ بولے بیٹے (Adopted) حضرت زید بن حارثہ اور ان کی اہلیہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے نازل ہوئی ہے۔ ❸ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور آپ کی خواہش پر ہی انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے شادی کی تھی۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتلایا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے عدمِ توافق کی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے انہیں طلاق دینے سے روک دیا اگرچہ آپ کے ذہن میں یہ تھا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں گے۔ لیکن یہ خواہش ایسی تھی کہ جس کا اظہار معاشرتی دباؤ کے سبب ممکن نہ تھا کیونکہ دور جاہلیت کا یہ رواج تھا کہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے ہوئے اس کی مطلقہ (Divorced) سے شادی کو جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس پر قرآن مجید نے یہ تبصرہ کیا کہ آپ معاشرتی دباؤ کے سبب جس خواہش کو چھپانا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ اللہ کے

رسول ﷺ نے اگر قرآن مجید میں سے کچھ چھپانا ہوتا تو یہ آیت ضرور چھپا لیتے۔ [9] یہ آیت مبارکہ واضح کرتی ہے کہ وحی کا منبع آپ کی داخلی کیفیت نہیں تھی۔

جہاں تک سورتوں کو ترتیب نزولی (Descending Order) کے اعتبار سے جمع کرنے کی کوشش کی بات ہے تو یہ کام نولڈیکے کے علاوہ، بلاشیے اور رچرڈ بیل وغیرہ نے بھی کیا ہے اور ان سب کا آپس میں اختلاف بھی ہے۔ اور مستشرقین کا یہ باہمی اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے جمع کرنے کے ان کے اصول اور نتائج دونوں درست نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی ترتیب نزولی میں کچھ تفسیری روایات ہمیں تفسیر و حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں جن کی بنیاد پر بعض مسلمان علماء نے بھی ترتیب نزولی کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

نولڈیکے وغیرہ جیسے مستشرقین کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ترتیب نزولی کو متعین کرنے کے لیے تفسیری روایات کی بجائے اپنے مزعومہ اصولوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جیسا کہ قرآنی نص کے تحلیلی جائزہ (Analytical Analysis of the Text) کے ذریعے اس کا زمانہ نزول متعین کرنا وغیرہ۔ اس طرح کے اصول یقینی طور کسی نص کے زمانہ نزول کو متعین نہیں کر سکتے البتہ گمان یا احتمال کی حد تک کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس احتمالی علم کی بنیاد پر کسی علمی موقف کی بنیاد رکھنا درست نہیں ہے۔ ڈاکٹر مہر علی نے اپنی کتاب "The Quran and the Orientalists" میں نولڈیکے کی قرآنی سورتوں کی ترتیب نَو کا کئی ایک پہلوؤں سے تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ [10]

جہاں تک قرآن مجید میں کمی بیشی کا معاملہ ہے تو اس بارے خود نولڈیکے کنفیوژن کا شکار ہے۔ اس نے قرآن مجید میں کمی کے اثبات کے لیے "It has been conjectured" کے الفاظ استعمال کیے ہیں جسے ہم اپنی زبان میں ظن و تخمین کہتے ہیں۔ اور بے بنیاد قیاس آرائیوں پر اپنے موقف کو قائم کرنا علمی رویہ نہیں ہے۔

مالک حسین شعبان نے ۲۰۱۱ء میں جامعہ یرموک (Yarmouk University)، اُردن سے قراءات اور رسم عثمانی کے بارے نولڈیکے کے افکار پر پی ایچ ڈی کی ہے۔ ان کے مقالے کا عنوان "القراآت القرآنية في كتاب تاريخ القرآن للمستشرق الألماني نولدكه: عرض ونقد" ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر رضا محمد الدقیقی نے بھی

جامعہ ازہر، مصر سے نولڈ یکے پر پی ایچ ڈی مکمل کی ہے۔ اُن کے مقالے کا عنوان "قراءة نقدية جديدة لكتاب تاريخ القرآن لنولدكه" ہے۔ علاوہ ازیں مولانا محمد اویس ندوی کا ایک مضمون 'مستشرق نولدیکی اور قرآن' کے نام سے دارالمصنفین، اعظم گڑھ، انڈیا کے شائع کردہ مجموعہ مقالات بعنوان 'اسلام اور مستشرقین' میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے سورۃ یوسف کی ایک آیت کی تفسیر کے حوالہ سے نولڈ یکے کے افکار کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ [11]

ولیم کلیر ٹزڈال (William St. Clair Tisdall)

ولیم کلیر ٹزڈال William St. Clair Tisdall (۱۸۵۹۔۱۹۲۸ء) برطانوی مستشرق ہے جو عربی سمیت کئی ایک مشرقی زبانوں میں درک رکھتا تھا۔ وہ چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے ایران میں قائم مشنری سوسائٹی کا سیکرٹری بھی رہا۔ اس نے فارسی، ہندی، گجراتی اور پنجابی زبانوں کی گرامر بھی مرتب کی ہے۔قرآن مجید پر "The Original Sources of the Quran" اور "The Sources of Islam" کے نام سے کتابیں لکھیں۔ [12] پہلی کتاب ۱۹۰۵ء میں نیویارک اور دوسری ۱۹۰۱ء میں اسکاٹ لینڈ سے شائع ہوئی۔ جب ان کتب پر مولوی محمد علی اور امام فخر الاسلام نے تنقید کی تو اس کے جواب میں کلیر ٹزڈال نے "A Word to the wise, being a brief defense of the Sources of Islam" کے نام سے بھی ایک تحریر مرتب کی جو ۱۹۱۲ء میں لکھنو، مدراس اور کولمبو سے شائع ہوئی۔ [13]

کلیر ٹزڈال کی کتاب "The Original Sources of the Quran" یعنی ''قرآن کے اصلی مصادر'' چھ ابواب پر مشتمل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید وحی الٰہی یا آسمانی کتاب نہیں ہے اور یہ کتاب دورِ جاہلیت کے عرب مذاہب، عیسائیت، یہودیت، صابیت، حنیفیت اور دین زرتشت کے افکار و اعمال کا ملغوبہ ہے۔

ٹزڈال کی کتاب کا پہلا باب تعارفی ہے، اس باب میں اس نے قرآن مجید کو اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر ہم سورتوں کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے جمع کریں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ قرآن مجید اور پیغمبر اسلام ﷺ

کی زندگی میں پیش آنے والے حالات وواقعات میں حد درجہ مماثلت ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ ایک کامیاب زندگی کے حصول میں موقع بموقع حالات کے مطابق وحی گھڑتے رہتے تھے اور اپنے متبعین کو یہ باور کراتے رہے کہ یہ آسمانوں سے خدا کی طرف سے نازل ہو رہی ہے۔ٹزڈال کے الفاظ ہیں:

> *When the Surahs are arranged in the chronological order of their composition and compared with the events in Muhammad's life, we see that there is much truth in the statement that the passages were—not, as Muslims say, revealed, but—composed from time to time, as occasion required, to sanction each new departure made by Muhammad. The Qur'an is a faithful mirror of the life and character of its author. It breathes the air of the desert, it enables us to hear the battle-cries of the Prophet's followers as they rushed to the onset, it reveals the working of Muhammad's own mind, and shows the gradual declension of his character as he passed from the earnest and sincere though visionary enthusiast into the conscious impostor and open sensualist.*[۱۳]

ٹزڈال کا یہ اعتراض نہایت ہی سطحی ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات کا اللہ کے رسول ﷺ کے احوالِ زندگی سے موافق ہونے کی وجہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور ان کے متبعین کی رہنمائی چاہتے ہیں لہٰذا آپ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کو جس طرح کے حالات ومسائل کا سامنا تھا، اُسی کے مطابق وحی نازل ہوتی رہی۔ یہ تو کسی کلام کا نقص شمار ہو گا کہ اس میں مستقبل کی رہنمائی تو ہو لیکن قوم کو درپیش حالیہ آزمائشوں سے نکلنے کا کوئی رستہ تجویز نہ کیا گیا ہو۔کیا خدا کے کلام کے بارے ہم ایسا سوچ بھی سکتے ہیں کہ وہ جس دور اور قوم میں نازل ہو رہا ہو اس دور اور قوم دونوں کے مسائل کو یکسر نظر انداز کر دے۔ پس قرآن مجید میں محمد ﷺ اور آپ کی جماعت کو درپیش مسائل سے مسلسل

خطاب، اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے۔
دوسرے باب میں ٹزڈال نے یہ ثابت کیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے دین کے مصادر (Sources) میں پہلا اور اہم تر مصدر دورِ جاہلیت کے عربوں کی رسوم ورواج اور عقائد (Pagan Center) ہیں مثلاً پیغمبر اسلام ﷺ نے تعددِ ازواج اور غلامی کے قوانین جاہلی عرب معاشرے سے لیے وغیرہ۔ اس باب کا عنوان ٹزڈال نے "Influence of Ancient Arabian Beliefs and Practices" رکھا ہے۔
ٹزڈال کے الفاظ ہیں:

> *It is clear, from all that has been said, that the first source of Islam is to be found in the religious beliefs and practices of the Arabs of Muhammad's day. From this heathen source, too, Islam has derived the practice of Polygamy and that of slavery, both of which, though adding nothing to their evil effects in other respects, Muhammad sanctioned for all time by his own adoption of them.* ⑮

بلاشبہ قرآن مجید میں بعض ایسے عقائد، شعائر اور عادات موجود ہیں جو جاہلی معاشرے میں نمایاں تھیں مثلاً جنات اور فرشتوں کے وجود پر ایمان، طواف وسعی، منیٰ میں قیام، مزدلفہ کے شعائر اور نکاح وختنہ کی عادت وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے اور دین ابراہیمی پر تھے لیکن وقت کے ساتھ انہوں نے بھی یہود ونصاریٰ کی طرح اپنے دین میں تحریف کر لی تھی اور دین توحید میں بت پرستی اور چند دیگر خرافات کو رواج دے دیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دورِ جاہلیت کی جن مذہبی رسوم کو شریعت اسلامیہ میں برقرار رکھا ہے تو وہ دین ابراہیمی ہی کی باقیات تھیں جیسا کہ حج کے اکثر وبیشتر شعائر ہیں۔ عمرو بن لُحی وہ پہلا شخص تھا، جس نے بنواسماعیل میں بت پرستی کو رواج دیا۔ یہ شخص اپنے شام کے سفر کے دوران ارضِ بلقاء میں مقیم مشرک قوم عمالقہ سے متاثر ہو کر 'ہبل' نامی بت مکہ لایا تھا۔ ⑯

جہاں تک تعددِ ازواج کا معاملہ ہے تو یہ کسی بھی سماوی دین (Semitic

Religions) میں ممنوع نہیں رہا ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جلیل القدر انبیاء حضرات ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت سلیمان علیہم السلام نے ایک سے زائد شادیاں کی تھیں۔ اور غلامی کا آغاز اسلام سے نہیں ہوا بلکہ دورِ جاہلیت میں یہ رسم پہلے سے ہی موجود تھی اور اسلام نے اسے حکمت کے ساتھ ختم کیا ہے، نہ کہ رواج دیا ہے۔

تیسرے باب میں نزڈال نے اپنے تئیں یہ ثابت کیا ہے کہ دین اسلام اور قرآن مجید کا دوسرا بڑا مصدر یہودی اور صابی افکار واعمال ہیں۔ اس نے تیسرے باب کا عنوان "Influence of Sabian and Jewish Ideas and Practices" رکھا ہے۔ [۱۷] نزڈال کا دعویٰ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان، جنت، جہنم، فرشتوں، شیاطین، توبہ اور جبرئیل وغیرہ کے تصورات یہودیت سے لیے ہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

> *Faith, Repentance, Heaven and Hell, the Devil and his Angels, the heavenly Angels, Gabriel the Messenger of God, are specimens acquired from some Jewish source, either current or ready for adoption. Similarly familiar were the stories of the Fall of Man, the Flood, the destruction of the Cities of the Plain, &c. — so that there was an extensive substratum of crude ideas bordering upon the spiritual, ready to the hand of Muhammad.* [۱۸]

اس کا خیال یہ ہے کہ یہود چونکہ عرب معاشرے میں عام تھے لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان کے عقائد ونظریات اور مذہب سے اچھی طرح واقف تھے۔ پس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود میں اپنے نئے مذہب کی قبولیت (acceptance) پیدا کرنے کے لیے ان کے دین سے کئی ایک چیزیں اپنی کتاب میں شامل کیں۔ جہاں تک یہود کا معاملہ ہے تو مکہ میں یہود آباد نہیں تھے اگرچہ مدینہ میں تھے اور یہود سے آپ کی پہلی ملاقات مدینہ جا کر ہی ہوئی جبکہ قرآن مجید کے نزول کو شروع ہوئے ۱۳ برس گزر چکے تھے اور قرآن مجید کا دو تہائی حصہ نازل ہو چکا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کے زمانے میں تورات کا کوئی عربی نسخہ عرب تو کجا دنیا میں ہی نہیں تھا۔ تورات کا قدیم ترین عربی زبان میں جو نسخہ دریافت ہوا

ہے، وہ اللہ کے رسول ﷺ سے تقریباً اڑھائی یا دو سو سال بعد یعنی ۷۹۸ یا ۷۶۸ عیسوی کا ہے۔ [19] لہٰذا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ محمد ﷺ نے بہت سے دینی تصورات یہود سے لیے ہیں۔ قرآن مجید اور تورات وانجیل کے مضامین کی مماثلت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق تینوں کتابیں مختلف ادوار میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی رہنمائی کے لیے نازل کی گئی ہیں لہٰذا ان کے مابین مماثلت کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تینوں کا مصدر (origin) ایک ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ پس مضامین کی مشابہت ایک فطری امر ہے۔

چوتھے باب میں نزڈال نے عیسائیت اور عیسائی لٹریچر کو قرآن مجید کا ایک مصدر قرار دیا ہے۔ اس نے اس باب کا عنوان "Influence of Christianity and Christian Apocryphal Books" رکھا ہے۔ اس باب میں اس نے کہا ہے کہ اگرچہ عیسائی اس طرح سے عرب میں آباد نہیں تھے جیسے کہ یہود لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے شام کے سفر تجارت کے دوران مختلف مواقع پر عیسائی راہبوں مثلاً ورقہ بن نوفل وغیرہ سے ملاقات کے ذریعے اور نجران کے بشپ قُس بن ساعدہ کے عکاظ کے میلہ میں خطبات سن کر مسیحی دین کے عقائد وتعلیمات کے بارے بہت کچھ واقفیت حاصل کر لی تھی جسے انہوں نے بعد ازاں اپنی کتاب قرآن مجید میں شامل کیا۔ نزڈال کے الفاظ ہیں:

> *In his youth, we are told, Muhammad heard the preaching of Quss, the Bishop of Najran, and he met many monks and saw much of professing Christians when he visited Syria as a trader before his assumption of the prophetic office.* [20]

مکہ یا اس کے گرد ونواح میں عثمان بن حویرث اور ورقہ بن نوفل کے علاوہ کوئی عیسائی نہیں تھا۔ عثمان بن حویرث تو نبوت سے تین سال پہلے ہی شام چلا گیا اور وہاں جا کر ہی اس نے عیسائیت قبول کی تھی اور قیصر کے ہاں مقام ومرتبہ حاصل کیا۔ [21] اور ورقہ بن نوفل سے آپ کی پہلی ملاقات پہلی وحی کے نزول کے بعد حضرت خدیجہ ؓ کے ذریعے ہوئی اور وہ ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ ورقہ بن نوفل نے آپ سے ملاقات کے دوران ایسی کوئی بات نہیں کہی کہ محمد ﷺ میرے شاگرد ہیں۔ اس ملاقات میں جو مکالمہ

ہوا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ محمد ﷺ سے ورقہ کی پہلی ملاقات تھی۔ اور اس ملاقات میں ورقہ آپ کو کیا متاثر کرتے بلکہ وہ تو الٹا آپ سے متاثر ہو گئے اور آپ کو نہ صرف اللہ کا سچا نبی قرار دینے لگے بلکہ آپ کی مدد کی شدید خواہش کا اظہار بھی کرنے لگے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"فقال له ورقة: يا ابن أخي ماذا ترى؟ فأخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم خبر ما رأى. فقال له ورقة: هذا الناموس الذي نزل الله على موسى." [۲۲]

''حضرت ورقہ نے آپ سے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے۔ تو اللہ کے رسول محمد ﷺ نے انہیں خبر دی کہ آپ نے کیا دیکھا۔ تو ورقہ بن نوفل نے کہا: یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔''

نبوت سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ سے باہر دو سفر کیے ہیں۔ دونوں شام کی طرف تجارت کی غرض سے تھے۔ ایک تو لڑکپن کی عمر میں تھا اور آپ کی عمر اس وقت ۱۲ سال تھی جبکہ شام کی طرف پہلے سفر کے دوران آپ کی ملاقات ایک عیسائی راہب بحیرہ سے ہوئی۔ یہ ملاقات بھی مختصر وقت کے لیے تھی اور اس راہب نے بھی آپ کی نبوت کی گواہی بھی دی۔ پس وہ آپ کو کیا متاثر کرتا وہ تو آپ سے اثر قبول کر رہا تھا۔ اس نے آپ کے دونوں کندھوں کے مابین مہر نبوت کی تصدیق بھی کی۔ [۲۳] دوسرا تجارتی سفر آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش پر کیا [۲۴] جبکہ نبوت کا دعویٰ آپ نے اس سے پندرہ سال بعد چالیس برس کی عمر میں کیا۔

مستشرقین اپنا نظریہ احتمال (Theory of Probability) استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سفر شام میں آپ کی بہت سے عیسائی راہبوں سے ملاقات ہوئی ہوگی اور آپ نے ان سے عیسائیت کے بارے بہت کچھ سیکھا ہوگا وغیرہ۔ تاریخی روایات میں ہمیں صرف اتنی تفصیل ملتی ہے کہ اس سفر کے دوران حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا اور رستے میں ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کے دوران ایک راہب نے غلام میسرہ سے آپ کے بارے سوال کیا تو غلام نے بتلایا کہ آپ ایک قریشی نوجوان ہے

اور اہل حرم میں سے ہیں تو اس راہب نے آپ کے نبی ہونے کی بشارت دی۔ ⑮

پانچویں باب میں تسدال نے یہ ثابت کیا ہے کہ ایرانی زرتشتی مذہب کے بھی بعض عناصر قرآن مجید میں ملتے ہیں۔ اس نے اس باب کا عنوان "Zoroastrian Elements in the Qur'an and Traditions of Islam" رکھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مذہب زرتشت (Zoroastrianism) میں ایسی کہانیاں مشہور ہیں کہ ان کے نبی زرتشت نے آسمانوں کا سفر کیا۔ جنت اور مقدس درخت کا نظارہ کیا اور بعد ازاں اس کے احوال بھی بیان کیے۔ اور غالب امکان یہی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے پارسی مذہب کی انہی کہانیوں سے اپنے لیے سفر معراج کا تصور وضع (develop) کیا ہو۔ تزڈال کے الفاظ ہیں:

> *It may be safely concluded that, since the tales of the kings of Persia were of interest to the Arabs and they had heard of Rustam and Isfandiyar, they are unlikely to have been quite ignorant of the story of Jamshid. Nor is it probable that the Persian fables regarding the ascension to heaven of Arta Viraf and of Zoroaster before him, their descriptions of Paradise and the Bridge of Chinvat and tile tree Hvapah, the legend of Ahriman's coming up out of primaeval darkness, and many other such marvellous tales, had remained entirely unknown to the Arabs. If they were known, it was natural that Muhammad should have made some use of them, as he did of Christian and Jewish legends.* ⑯

اگر ہم تزڈال کی عبارت پر غور کریں تو یہاں بھی اس نے نظریہ احتمال ہی کو بطور دلیل نقل کیا ہے کہ اہل عرب ایرانی مذہب کی معروف کہانیوں اور تصورات سے واقف ہوں گے اور یہی واقفیت پیغمبر اسلام ﷺ کی زرتشتی مذہب سے استفادہ کی بنیاد بنی ہو گی۔ اس قسم کے احتمالات پر کیا کسی علمی موقف کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے؟

ٹزڈال کی کتاب کے چھٹے باب کا موضوع یہ ہے کہ قرآن مجید کے مصادر میں سے ایک اہم مصدر عرب کے حنفاء اور ان کے افکار ہیں۔ حنفاء، حنیف کی جمع ہے اور یہ وہ لوگ تھے جو دور جاہلیت میں بھی توحید پر قائم تھے۔ ٹزڈال نے اس باب کا عنوان "The Hanifs and Their Influence Upon Nascent Islam" قائم کیا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ دین حنیفیت کے جتنے بنیادی اصول وضوابط ہیں مثلاً وحدانیت کا اقرار، بت پرستی کا انکار، جنت وجہنم پر ایمان، بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی مذمت، اللہ کے صفاتی ناموں رب، رحمان اور غفور وغیرہ کا استعمال، یہ سب ہمیں قرآن مجید میں نظر آتے ہیں۔ ٹزڈال کے الفاظ ہیں:

Everyone of the main principles which we have found mentioned as inculcated by Zaid is dwelt upon in the Qur'an also. Among these may be instanced: (1) the prohibition of killing infant daughters by burying them alive, according to the cruel custom of the Arabs of the time; (2) the acknowledgment of the Unity of God; (3) the rejection of idolatry and the worship of Al-Lat, Al-'Uzza' and the other deities of the people; (4) the promise of future happiness in Paradise or the "Garden", (5) the warning of the punishment reserved in hell for the wicked; (6) the denunciation of God's wrath upon the "Unbelievers"; and (7) the application of the titles Ar Rahman (the Merciful), Ar Rabb (the Lord), and Al Ghafur (the Forgiving) to God. Moreover, Zaid and all the other reformers (Hanifs) claimed to be searching for the "Religion of Abraham." Besides all this, the Qur'an repeatedly, though indirectly, speaks of Abraham as a Hanif, the chosen title of Zaid and his friends. [24]

ٹزڈال کا کہنا یہ بھی ہے کہ حنفاء کی ایک جماعت آپ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی

لہٰذا ان کے افکار کا آپ پر اثر ہونا ایک فطری امر تھا مثلاً عثمان بن حویرث اور ورقہ بن نوفل، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کزن تھے، اور عبید اللہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔ [۲۵]

عثمان بن حویرث کے بارے ہم ابن ہشام رحمہ اللہ کا یہ بیان نقل کر چکے ہیں کہ وہ نبوت سے تین سال پہلے شام منتقل ہو گیا تھا اور اس نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے اثرات کے بارے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور ورقہ بن نوفل نے بھی عیسائیت قبول کر لی تھی، نبوت کے وقت نابینا اور انتہائی بوڑھے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دفعہ ان سے ملاقات پہلی وحی کے نزول کے بعد ہوئی جیسا کہ ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق بھی کی تھی۔

بلاشبہ یہودیت، عیسائیت، دین ابراہیمی اور دین اسلام میں بہت سی تعلیمات مشترک ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مصدر ایک ہے یعنی وحی الٰہی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"والأنبياء إخوة لعلات، أمهاتهم شتى ودينهم واحد." [۲۶]

''انبیاء علاتی (باپ شریک) بھائی ہیں۔ ان کی مائیں (شریعتیں) جدا ہیں جبکہ ان کا دین (باپ) ایک ہے۔''

رچرڈ بیل (Richard Bell)

رچرڈ بیل Richard Bell (۱۸۷۶ء-۱۹۵۲ء) ایک برطانوی مستشرق تھا۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء کے مابین اس نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ "The Quran: Translated with a critical rearragnement of the Surahs" شائع کیا۔ اور ۱۹۵۳ء میں اپنا مشہور مقدمہ "Introduction to the Quran" شائع کیا جو ۱۹۷۰ء میں منٹگمری واٹ Montgomery Watt (۱۹۰۹ء-۲۰۰۶ء) کی نظر ثانی کے ساتھ دوبارہ شائع ہوا۔ اس کی ایک اور معروف کتاب "The Origin of islam in its Christian Enviorment" کے نام سے بھی ہے جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ تینوں کتابیں ایڈنبرا یونیورسٹی پریس نے شائع کی ہیں۔ رچرڈ بیل، یونیورسٹی آف ایڈنبرا، برطانیہ میں عربی زبان کا استاذ رہا ہے۔ [۲۷]

رچرڈ بیل نے اپنے مقدمہ کو دس فصول میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی فصل میں اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کے حالات اور نظریات کو بیان کیا ہے۔ اس میں اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ قرآنی اسلوب کلام یہودیت، عیسائیت، حنیفیت، زرتشتی مذہب سے متاثر ہے۔ اس اعتراض کا جواب کلیر تسدال کے بیان میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ دوسری فصل قرآن مجید کے نزول اور جمع کے بارے ہے۔ اس فصل میں اس نے قرآن مجید میں کمی بیشی کا دعویٰ کیا ہے اور دلیل کے طور بعض متواتر اور شاذ قراءات کو بیان کیا ہے۔ ان قراءات (Variant Readings) کے بیان سے رچرڈ بیل یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ صحابہ کے مصاحف قرآنیہ (Quranic Codices) کا اختلاف تھا جبکہ قراءات کا اختلاف دراصل لہجات (Accents) کا تنوع تھا جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا۔ تیسری فصل قرآن مجید کی پاروں، احزاب، سورتوں میں تقسیم کے بارے ہے۔ اس تقسیم کے بارے اس کا کہنا ہے کہ یہ تلاوت کی غرض سے تھی۔ اسی فصل میں اس نے معوذتین کے بارے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کیا کہ وہ انہیں قرآن مجید کا حصہ نہیں مانتے تھے۔ رچرڈ بیل کے ان اعتراضات کا بیان آگے آرتھر جیفری کے ذیل میں نقل ہوگا کیونکہ قدیم مصاحف اور قراءات پر تحقیق اسی کا تخصص تھا۔

چوتھی فصل میں رچرڈ بیل نے اسلوب قرآن کو موضوع بحث بنایا ہے اور اس کا کہنا یہ ہے کہ قرآنی اسلوب کلام کاہنوں کے طریقہ گفتگو 'سجع' پر قائم ہے۔ اس اعتراض کا جواب اس باب کے آخر میں ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ پانچویں فصل میں اس نے سورتوں کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس میں اس نے قصر وطول، عبارتوں کی تکرار اور قرآنی نحو پر گفتگو کی ہے۔ بعض مقامات پر وہ قرآن مجید کی کچھ عبارتوں میں اضافے بھی تجویز کرتا ہے کیونکہ اس کے بقول وہ عبارات نامکمل ہیں اور یہ اضافے ان کی تکمیل کا باعث ہیں۔ چھٹی فصل میں رچرڈ بیل نے قرآن مجید کی ترتیب نزولی پر گفتگو کی ہے جبکہ ساتویں فصل قرآن مجید کی بعض مخصوص آیات کے معانی ومفاہیم کی وضاحت پر مبنی ہے۔ یہاں اس نے بعض مقامات پر قرآن مجید میں انجیل سے استفادہ کی علامات دکھانے کی کوشش کی ہے۔

آٹھویں فصل کا مبحث قرآن مجید کے موضوعات اور اس کے مصادر ہیں جس میں

اس نے قرآن مجید کے تصور توحید اور اسماء وصفات جیسے مضامین کے مصادر متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ؟ نویں فصل قرآنی قصوں کے یہودیت وعیسائیت سے ماخوذ ہونے کے بارے ہے جبکہ دسویں فصل شریعت اسلامیہ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، سود، شراب اور جواء وغیرہ کے بارے ہے۔ ؟

ڈاکٹر زکریا علی محمود الخضر نے اپنی کتاب "آراء المستشرق ریتشارد بیل فی نظم سورة المؤمنین: عرض ونقد" میں رچرڈ بیل کے سورۃ مؤمنون کے بارے نظریات کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مہر علی نے "The Quran and the Orientalists" اور ڈاکٹر محمد خلیفہ نے "The Sublime Quran and Orientalism" میں رچرڈ بیل کے قرآن مجید پر اعتراضات کے جواب دیے ہیں۔ ڈاکٹر عمر بن ابراہیم رضوان نے بھی اپنے مقالہ "آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیرہ: دراسة ونقد" میں رچرڈ بیل کے خیالات کا مفصل رد پیش کیا ہے۔

آرتھر جیفری (Arthur Jeffery)

آرتھر جیفری Arthur Jeffery (۱۸۹۲۔۱۹۵۹ء) کینیڈین نژاد آسٹریلین مستشرق تھا۔ کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک میں سامی زبانوں (Semitic Languages) کا پروفیسر رہا ہے۔ مشرق وسطی کے اسلامی مخطوطات (Manuscripts) کو اس نے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ قرآن مجید پر بھی اس کا کافی کام ہے جن میں "Materials for the History of the text of the Quran" اور "The Foreign Vocabulary of the Quran" اہم کتب ہیں۔ علاوہ ازیں تحقیقات میں "The Textual History of the Quran" اور "The Mystic Letters of the Koran" اور "A Variant Text of the Fatiha" اور "The Orthography of the Samarqand Codex" مقالہ جات اہم ہیں۔ ؟

ان کتابوں میں جیفری کی معروف ترین کتاب "Materials for the History of the Text of the Quran" ہے جو ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب "کتاب المصاحف" کو بنیاد بنا کر لکھی گئی ہے۔ آرتھر جیفری کی تمام کتابوں اور مقالہ

جات کا مرکزی خیال تقریباً ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ بائبل کی طرح قرآن مجید بھی کوئی مستند مذہبی کتاب نہیں ہے۔

آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب "کتاب المصاحف" کو ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں اس نے عربی مقدمے میں قرآن مجید کے بارے اپنے کئی ایک فرسودہ خیالات ونظریات کا اظہار کیا ہے۔ آرتھر جیفری کی تحقیق سے مزین "کتاب المصاحف" ۱۹۳۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس اشاعت کے شروع میں اس نے اپنی کتاب "Materials" کو بھی شائع کیا۔ یہ کتاب ۳۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں ۱۹۶۰ء، ۱۹۶۳ء اور ۱۹۷۵ء میں بھی یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

آرتھر جیفری کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید تحریری صورت میں موجود نہیں تھا۔ اس کے الفاظ ہیں:

To begin with it is quite certain that when the Prophet died there was no collected, collated, arranged body of material of his revelations. What we have is what could be gathered together somewhat later by the leaders of the community when they began to feel the need of a collection of the Prophet's proclamations and by that time much of it was lost, and other portions could only be recorded in fragmentary form. There is a quite definite and early Tradition found in several sources which says, "The Prophet of Allah was taken before any collection of the Qur'an had been made. [40]

جیفری نے اپنے اس موقف کی بنیاد جس روایت کو بنایا ہے، اس کے الفاظ ہیں:

"قبض رسول الله ولم يكن القرآن جمع في شيء." [41]

''اللہ کے رسول ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ قرآن مجید کسی چیز میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔''

اس روایت میں قرآن مجید کے ایک جگہ جمع ہونے کا مسئلہ زیر بحث ہے نہ کہ کتابت کا، لہٰذا آرتھر جیفری کا استدلال درست نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں

قرآن مجید ایک کتاب کی صورت میں 'بین الدفتین' (Between Covers) جمع نہیں کیا گیا بلکہ متفرق اجزاء کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا۔ صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی زندگی میں قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

"من جمع القرآن على عهد النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال: أربعة، كلهم من الأنصار: أبي بن كعب ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وأبو زيد." [۳۲]

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس نے قرآن مجید جمع کیا؟ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: چار لوگوں نے اور وہ چاروں انصاری ہیں: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم۔''

آرتھر جیفری کا کہنا یہ بھی ہے کہ مستشرقین کی تحقیق کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا لکھنا جانتے تھے جیسا کہ رچرڈ بیل اور توری Charles Cutler Torrey (۱۸۶۳۔۱۹۵۶ء) دونوں نے یہ بات کی ہے۔ اس بنیاد پر آرتھر جیفری نے دعویٰ کیا ہے کہ مغربی اسکالرز کی تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیے اپنی زندگی کے آخری حصے میں ایک کتاب مرتب کر رہے تھے۔ اس کے الفاظ ہیں:

Muslim orthodoxy holds that the Prophet himself could neither read nor write. But in our generation both Professor Torrey of Yale and Dr. Richard Bell of Edinburgh, working independently of each other, have concluded that the internal evidence in the Qur'an itself points to the fact that he could write, and that for some time before his death he been busy preparing material for a Kitab, which he would leave to his people as their Scripture, to be to them what the Torah was to the Jews or the Injil to the Christians. There is, indeed, an uncanonical tradition current among the Shi'a, that the

Prophet had made a collection of passages of his revelations written on leaves and silk and parchments, and just before his death told his son-in-law Ali where this material was kept hidden behind his couch, and bade him take it and publish it in Codex form. It is not impossible that there was such a beginning at a collection of revelation material by the Prophet himself, and it is also possible that Dr. Bell may be right in thinking that some at least of this material can be detected in our present Qur'an.

جیفری کے علاوہ منٹگمری واٹ کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ایک تاجر تھے اور تجارت کے پیش نظر آپ کو حساب کتاب کے لیے پڑھنے لکھنے کی ضرورت تھی لہٰذا آپ پڑھے لکھے تھے۔ قرآن مجید میں آپ کے لیے 'اُمی' کا جو لفظ استعمال ہوا تو منٹگمری واٹ کے نزدیک اس سے مراد 'غیر یہودی' ہے نہ کہ ان پڑھ۔

مستشرقین کی یہ بات درست نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾

''اور آپ اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کا انکار کرنے والے ضرور شک میں پڑ جاتے۔''

اگر تو اللہ کے رسول ﷺ پڑھنا لکھنا جانتے ہوئے تو مشرکین مکہ اس آیت کو سنتے ہی شور مچا دیتے۔ اس آیت کی قرآن مجید میں موجودگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ 'پڑھنا لکھنا' ایک فن ہے، علم نہیں۔ ایک شخص جو پڑھ لکھ سکتا ہو، جاہل ہوسکتا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں بینرز لکھنے والے عموماً اصحاب علم میں سے نہیں ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص جو پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو، عالم ہو

سکتا ہے۔ پس آپ ﷺ عالم تھے لیکن پڑھنا لکھنا نہیں جانتے ہیں۔ پڑھنا لکھنا علم نہیں ہے بلکہ علم کے حصول کے ذرائع (Means of Knowledge Acquisition) میں سے ایک ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے جو کتاب یا علم اس امت کو دیا ہے، آپ نے وہ پڑھنے لکھنے کے ذریعے سے حاصل نہیں کیا بلکہ وحی کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ پس آپ ﷺ کا ذریعہ علم خاص ہے، عام نہیں۔

آرتھر جیفری کا کہنا یہ بھی ہے پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانہ میں قرآن مجید تحریری صورت میں اس لیے موجود نہیں تھا کہ اس میں کمی بیشی کے تمام امکانات موجود تھے لیکن جب آپ کی وفات ہو گئی تو اب یہ امکانات ختم ہو گئے اور مسلمان اپنی مقدس کتاب کو تحریری صورت میں لے آئے۔ اس کے الفاظ ہیں:

> *Nevertheless there was certainly no Qur'an existing as a collected, arranged, edited book, when the Prophet died...Here, however, we have our first stage in the history of the text of the Qur'an. There could not be a definitive text while the Prophet was still alive, and abrogation of earlier material or accessions of fresh material were always possible.* (۳۱)

اس اعتراض کا جواب ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں کہ یہ دعویٰ ہی درست نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید تحریری صورت میں موجود نہیں تھا۔ صحیح اور مستند روایات کے مطابق قرآن مجید آپ ﷺ کے زمانے میں لکھی ہوئی صورت میں متفرق اجزاء کے طور موجود تھا اگرچہ ایک کتاب کی صورت میں نہیں تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن کے کام کے بارے آرتھر جیفری کا خیال یہ ہے کہ یہ ایک ذاتی جمع (Personal Compilation) تھی نہ کہ سرکاری۔ اس کے خیال میں سرکاری سطح پر قرآن کی جمع کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا۔ آرتھر جیفری نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ بعض اسکالرز کی تحقیق کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا کام صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ کمیٹی میں کیا تھا لیکن چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت متنازع تھی لہٰذا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم

نے جمع قرآن کے کام کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے لیے کچھ ایسی روایات گھڑ لیں جن کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن پر مامور کیا گیا تھا۔ جیفری کے الفاظ ہیں:

> *Modern criticism is willing to accept the fact that Abu Bakr had a collection of revelation material made for him, and maybe, committed the making of it to Zaid b. Thabit. It is not willing to accept, however, the claim that this was an official recension of the text. All we can admit is that it was a private collection made for the first Caliph Abu Bakr. Some scholars deny this, and maintain that Zaid's work was done for the third Caliph, Uthman, but as 'Uthman was persona non grata to the Traditionists, they invented a first recension by Abu Bakr so 'Uthman might not have the honour of having made the first Recension.*

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جمع قرآن (Compilation of the Quran) کو ذاتی جمع قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ متفق علیہ روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ جمع سرکاری (Compilation for Public) تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک جگہ قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔

آرتھر جیفری نے اپنی کتاب "Material" میں کتاب المصاحف کے اس حصے کو بنیاد بنایا ہے کہ جس میں مختلف صحابہ اور تابعین کے مصاحف کا تذکرہ ہے۔ جیفری کا کہنا یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں مسلمانوں کا کسی ایک قرآن پر اتفاق نہ تھا بلکہ ان میں سے اکثر کے پاس اپنا ذاتی مصحف تھا اور یہ ذاتی مصحف ایک ایسے قرآن پر مشتمل تھا جو دوسرے کے پاس نہیں تھا۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں روایات و آثار سے صحابہ کے پندرہ اور تابعین کے تیرہ ایسے ذاتی مصاحف کا پتہ چلتا ہے کہ جن کی آیات مصحف عثمانی اور مروجہ قراءات کے خلاف ہیں۔ آرتھر جیفری نے حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت حفصہ،

حضرت انس بن مالک، حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عائشہ، حضرت سالم، حضرت ام سلمہ اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم تابعین میں سے حضرت اسود، حضرت علقمہ، حضرت حطان، حضرت سعید بن جبیر، حضرت طلحہ، حضرت عکرمہ، حضرت مجاہد، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت اعمش، حضرت جعفر صادق، حضرت صالح بن کیسان اور حضرت حارث بن سوید رحمہم اللہ کے مصاحف کا ذکر کیا ہے۔ [49]

آرتھر جیفری نے اپنی کتاب "Materials" میں جنہیں مصاحف قرار دیا ہے وہ دراصل صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی قراءات کی روایات ہیں اور قراءات کا اختلاف یا تنوع اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم یہاں یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کی بنیاد پر قراءات کے جو بے شمار اختلافات نقل کیے ہیں، ان میں سے اکثر وبیشتر روایات منقطع (Reports having disconnected chain of Narrators) اور ضعیف (Weak Reports) ہیں۔ [50] اور منقطع اور ضعیف روایت کی بنیاد پر کسی مصحف یا قراءت کی نسبت کسی صحابی کی طرف کرنا ہمارے نزدیک کوئی علمی رویہ اور اسلوب نہیں ہے۔

عام افراد کی وضاحت کے لیے ہم قرآن مجید کی قراءات کا فرق سمجھانے کے لیے یہ مثال بیان کر سکتے ہیں کہ ہر بڑی زبان کے کئی ایک تلفظ، لہجات اور مقامی زبانیں (Pronunciations, Accents and Dialects) ہوتی ہیں جیسا کہ انگریزی زبان میں برطانوی، امریکن اور آسٹریلین بڑے لہجات میں شمار ہوتے ہیں۔ انگریزی زبان کے ایک ہی لفظ کو برطانیہ اور امریکہ میں نہ صرف دو مختلف لہجات سے بولا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات لکھنے میں بھی حروف تہجی (Spelling) کا فرق پڑ جاتا ہے۔ آج انگریزی زبان میں بین الاقوامی سطح پر شائع ہونے علمی وتحقیقی مجلات میں عموماً یہ گنجائش دی جاتی ہے کہ آپ برطانوی یا امریکن کسی بھی لہجے میں اپنا ریسرچ آرٹیکل جمع کروا سکتے ہیں لیکن اس بات کی شرط ضرور لگائی ہے کہ ایک ہی آرٹیکل میں دونوں لہجات کو گڈ مڈ نہ کریں۔ اہل عرب میں خانہ کعبہ کی مرکزی، مذہبی، معاشی اور سماجی حیثیت کی وجہ سے آپ ﷺ کی بعثت کے وقت عربی ایک بین الاقوامی زبان تھی۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت بڑے

بڑے عرب قبائل موجود تھے کہ جن کی زبان میں بعض الفاظ میں تلفظ اور لہجات کے نمایاں فرق موجود تھے۔ اس امت کے لیے آسانی یہ رکھی گئی کہ مختلف قبائل کو قریشی لہجے کے علاوہ اپنے قبیلے کے لہجے اور تلفظ میں بھی قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ تلفظ اور لہجات بھی متعین اور طے تھے۔ انہی کو ہم قراءات کہتے ہیں۔

صحابہ وتابعین کی مذکورہ بالا جماعت میں سے دو صحابہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کے بارے روایات میں ان کے کسی ذاتی مصحف کا تذکرہ ملتا ہے۔ باقی یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابن ندیم رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۸ھ) نے مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور سورتوں کی جو فہرست پیش کی ہے اس میں ۹ سورتیں غائب ہیں: سورۃ فاتحہ، سورۃ الحجر، سورۃ الکہف، سورۃ طہ، سورۃ نمل، سورۃ شوری، سورۃ زلزال، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے راوی فضل بن شاذان (متوفی ۲۶۰ھ) ہیں جو ایک شیعہ مکتبہ فکر کے فقیہہ اور متکلم ہیں۔ [۱] اس روایت کے آخر میں ہے کہ یہ کل ملا کر ۱۱۰ سورتیں ہوئیں جبکہ اس روایت میں ۱۰۵ سورتوں کے نام نقل ہوئے ہیں لہٰذا اس روایت کا متن ہی اس کی صحت کا انکار کر رہا ہے۔ [۲]

فضل بن شاذان کی روایات سے معلوم ہوتا کہ انہوں نے تیسری صدی ہجری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کوئی مصحف دیکھا اور تیسری صدی ہجری میں کسی مصحف کا مشاہدہ یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ امر واقعی (de-facto) میں بھی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی مصحف ہے۔ ابن ندیم رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۸ھ) کا کہنا یہ بھی ہے کہ میں نے اپنے زمانے چوتھی / پانچویں صدی ہجری میں کئی ایک ایسے مصاحف دیکھے ہیں جن کے بارے میں لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ہے لیکن ان میں سے دو مصحف بھی آپس میں نہیں ملتے۔ [۳] امام سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں سورتوں کی جو تعداد نقل کی ہے اس میں سورۃ فاتحہ اور معوذتین موجود نہیں ہیں [۴] جبکہ ابن ندیم رحمہ اللہ نے جو مصحف دیکھا اس میں سورۃ فاتحہ بھی موجود تھی۔

خلاصہ کلام وہی ہے جو ابن ندیم رحمہ اللہ نے نکالا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے بارے میں مروی روایات میں سے کوئی دو روایات یا ان کی طرف منسوب مصاحف

میں سے کوئی دو مصحف بھی آپس میں متفق نہیں ہیں۔ پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ان مصاحف یا روایات کی نسبت میں اضطراب (Contradiction) ہے اور مضطرب (Self-Contradictory) روایت محدثین کے ہاں 'ضعیف' ہی کی ایک قسم ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وہی قراءات موجود تھیں جو ان سے سینہ بسینہ صحیح و متواتر سند کے ساتھ آج تک قراء نقل کرتے چلے آ رہے ہیں اور روایت حفص بھی انہی میں سے ایک ہے۔ ان میں سے چند ایک اسناد ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ء، ص ۱۹۵ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

مصحف اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے روایات سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ ان کا ذاتی مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضبط کر لیا تھا۔ جمع عثمانی (Uthmanic Compilation) سے قبل حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مصحف کیسا تھا؟ یا کن سورتوں پر مشتمل تھا؟ یا اس کا رسم الخط کیا تھا؟ اس بارے ہمیں کوئی مستند روایت نہیں ملتی۔ جو آثار اس مصحف کے احوال کے بارے مروی ہیں وہ باہم متضاد ہیں لہٰذا مضطرب المتن (Self-Contradictory) ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول اور ضعیف ہیں۔ ﴿۵۵﴾

ابن ندیم رحمہ اللہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے برعکس نقل کی ہے۔ اس ترتیب کے مطابق ان کے مصحف میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۱۰ سورتیں یعنی سورۃ العنکبوت، سورۃ لقمان، سورۃ الدخان، سورۃ الذاریات، سورۃ التحریم، سورۃ مزمل، سورۃ مدثر، سورۃ البلد اور سورۃ العصر غائب ہیں۔ علاوہ ازیں دو سورتوں سورۃ الخلع اور سورۃ الحید کا اضافہ بھی ہے۔ ﴿۵۶﴾ اس روایت میں کل ۱۰۶ سورتوں کا بیان ہے حالانکہ روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کل ۱۱۶ سورتیں ہوئیں یعنی مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کی مانند یہ روایت بھی اپنی تکذیب خود ہی کر رہی ہے۔ ﴿۵۷﴾

امام سیوطی رحمہ اللہ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں مصحف اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سورتوں کی جو ترتیب بیان کی ہے وہ ابن ندیم کی ترتیب سے مختلف ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے یہ روایت ابن اُشتہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) سے نقل کی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "کتاب المصاحف" میں بیان کی ہے۔ ابن اُشتہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب اس وقت مفقود

(missing) ہے لہٰذا اس خبر کی بنیاد ہمارے پاس "الاتقان" ہی ہے۔ ابن اَشتہ رحمہ اللہ نے یہ روایت محمد بن یعقوب، انہوں نے ابوداؤد سے اور انہوں نے ابوجعفر الکوفی سے نقل کی ہے۔ اور ابوجعفر الکوفی کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔

ابن اَشتہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس فہرست میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۱۰۶ سورتوں کا بیان ہے اور ۸ سورتیں یعنی سورۃ الفرقان، سورۃ فاطر، سورۃ زخرف، سورۃ قمر، سورۃ مجادلہ، سورۃ انسان اور سورۃ بروج وغیرہ غائب ہیں۔ علاوہ ازیں اس مصحف میں دو سورتوں، سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کا اضافہ بھی ہے۔[۵۸] یہ دونوں روایات بھی مضطرب (Contradictory) ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں۔

"کتاب المصاحف" ہی کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مصحف اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ بعد ازاں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو بھی یہ مصحف نہیں دکھایا گیا چہ جائیکہ کوئی سینکڑوں سال بعد یہ مصحف دیکھنے کا دعویٰ کرے۔ جب اہل عراق کی ایک جماعت محمد بن اُبی بن کعب رحمہ اللہ کے پاس آئی تا کہ وہ انہیں اپنے والد محترم کا مصحف دکھا سکیں تو انہوں نے کہا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لے لیا تھا۔ انہوں نے دوبارہ یہی مطالبہ کیا تو آپ رحمہ اللہ نے دوبارہ یہی جواب دیا۔[۵۹]

ڈاکٹر مہر علی نے "The Quran and the Orientalists" اور ڈاکٹر محمد خلیفہ نے "The Sublime Quran and Orientalism" میں آرتھر جیفری کے قرآن مجید پر اعتراضات کے مفصل جواب دیے ہیں۔

✿✿✿✿✿

مصادر و مراجع

۱۔ عمر بن إبراهيم رضوان الدكتور، آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره، دار طيبة، الرياض، ۱۹۹۲ء، ۱/ ۱۸٦۔

2-Theodor Noldeke. Accessed 29 March, 2013. from <http://en.wikipedia.org/wiki/Theodor_N%C3%B6ldeke>.

۳۔ ہماری مراد اس کی وہ تحریریں ہیں جو انگریزی میں مترجم ہیں۔

4- Theodor Noldeke, The Quran: An Introductory Eassy, USA:

Interdiciplinary Biblical Research Institute, 1992, p. 5)

5- Ibid., p. 23.

٦۔ آراء المستشرقین: ١/ ٣٨٨-٣٨٩۔

٧۔ الأحزاب: ٣٣: ٣٧۔

٨۔ البخاری، محمد بن إسماعیل الإمام، صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله تعالی وتخفی فی نفسك ما الله مبدیه، دار طوق النجاة، بیروت، ١٤٢٢هـ، ٦/ ١١٧۔

٩۔ أحمد بن حنبل الإمام، مسند أحمد، مؤسسة الرسالة، بیروت، ٢٠٠١ء، ٤٣/ ٣٢٤۔

10- Mohar Ali, Muhammad, Quran and Orientalists, 1st edition, UK: Jam'iyat Ihyaa' Minhaaj al-Sunnah, 2004, pp. 205-206.

١١۔ اویس ندوی محمد، مولانا، "مستشرق نولد یکی اور قرآن"، اسلام اور مستشرقین، صباح الدین عبد الرحمن سید؛ عارف عمری محمد ڈاکٹر (مرتب)، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، انڈیا، طبع اول، ٢٠٠٦ء، ٧/ ٩۔

12- William St. Clair Tisdall, Accessed 28 March, 2013, from <http://en.wikipedia.org/wiki/William_St._Clair_Tisdall>.

13- William St. Clair Tisdall, A Word to the wise, being a brief defense of the Sources of Islam, India: The Christian Literature Society for India, 1912.

14- William St. Clair Tisdall, The Original Sources of the Quran, London: Society for Promoting Christian Knowledge, 1905, p. 6.

15- Ibid., p. 11.

١٦۔ابن هشام عبد الملك، السیرة النبویة، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی، مصر، ١٩٥٥ء، ١/ ٧٧۔

17- The Original Sources of the Quran, p. 14.

18- Ibid., p. 15.

19- Sidney H Griffith, "The Gospel In Arabic: An Enquiry Into Its Appearance In The First Abbasid Century", Oriens Christianus, Vol. 69, pp. 131-132.

20- The Original Sources of the Quran, p. 39.

۲۱۔السیرۃ النبویۃ، ۱/ ۲۲۴۔

۲۲۔صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، ۱/ ۷۔

۲۳۔السیرۃ النبویۃ: ۱/ ۱۸۲۔

۲۴۔أیضاً: ۱/ ۱۸۸۔

۲۵۔أیضاً۔

26- The Original Sources of the Quran, p. 42

27- Ibid., p. 82

28- Ibid

۲۹۔صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم، ۴/ ۱۶۷۔

۳۰۔آراء المستشرقین: ۱/ ۱۰۰۔۱۰۱۔

۳۱۔آراء المستشرقین: ۱/ ۱۰۱۔

۳۲۔آراء المستشرقین: ۱/ ۱۰۲۔

۳۳۔أیضاً۔

۳۴۔أیضاً۔

۳۵۔آراء المستشرقین: ۱/ ۱۰۳۔

۳۶۔آراء المستشرقین: ۱/ ۱۰۴۔

۳۷۔أیضاً۔

۳۸۔آراء المستشرقین: ۱/ ۱۰۵۔

39- Arthur Jeffery. Accessed 20 June 2014, from <http: en.wikipedia.org wiki Arthur_Jeffery>

40- Arthur Jeffery, Materials for the History of the Text of the Quran; The Old Codices, UK: E. J. Brill, 1937, p. 5.

۴۱۔السیوطی جلال الدین عبد الرحمن بن أبی بکر، الإتقان فی علوم القرآن، الهیئة المصریة العامة، مصر، ۱۹۷۴ء، ۱/ ۲۰۲۔

۴۲۔صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی، ۶/ ۱۸۷۔

43- Arthur Jeffery, The Textual History of the Quran, Accessed 20 June

2014. <http://www.answering-islam.org/Books/Jeffery/thq.htm>.

44- Montgomery Watt. Muhammad at Mecca. UK: Oxford University Press, 1960. pp. 52-53.

٤٥۔العنکبوت ۲۹: ۴۸۔

46- Arthur Jeffery. The Textual History of the Quran. Accessed 20 June 2014. <http://www.answering-islam.org/Books/Jeffery/thq.htm>.

47- Ibid.

٤٨۔صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ٦/ ١٨٣۔

49- Materials for the History of the Text of the Quran. pp. iii-iv.

۴۸۔زبیر، حافظ محمد، ''آرتھر جیفری اور کتاب المصاحف''، ماہنامہ رشد (قراءات نمبر حصہ سوم)، مجلس تحقیق اسلامی، لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۷۰۸۔۷۴۹۔

٤٩۔"قال الفضل بن شاذان وجدت في مصحف عبد الله بن مسعود تاليف سور القرآن على هذا الترتيب البقرة النساء آل عمران المص الأنعام المائدة يونس براءة النحل هود يوسف بني اسرائيل الأنبياء المؤمنون الشعراء الصافات الأحزاب القصص النور الأنفال مريم العنكبوت الروم يس الفرقان الحج الرعد سبأ الملئكة إبراهيم ص الذي كفروا القمر الزمر الحواميم المسبحات حم المؤمن حم الزخرف السجدة الأحقاف الجاثية الدخان إنا فتحنا الحديد سبح الحشر تنزيل السجدة ق الطلاق الحجرات تبارك الذي بيده الملك التغابن المنافقون الجمعة الحواريون قل أوحي إنا أرسلنا نوحا المجادلة الممتحنة يا أيها النبي لم تحرم الرحمن النجم الذاريات الطور اقتربت الساعة الحاقة إذاوقعت ن و القلم النازعات سأل سائل المدثر المزمل المطففين عبس هل أتى على الإنسان القيامة المرسلات عم يتساءلون إذا الشمس كورت إذا السماء انفطرت هل آتاك حديث الغاشية سبح اسم ربك الأعلى و الليل إذا يغشى الفجر البروج انشقت اقرأ باسم ربك لا أقسم بهذا البلد والضحى ألم نشرح لك والسماء و الطارق والعاديات أرأيت القارعة لم يكن الذين كفروا من أهل الكتاب الشمس وضحاها والتين ويل لكل همزة الفيل لإيلاف قريش التكاثر إنا أنزلناه والعصر إن الإنسان لفي خسر إذا جاء نصر الله إنا أعطيناك الكوثر قل يا أيها الكفرون لا أعبد ما تعبدون تبت يدا أبي لهب وتب ما أغنى عنه ما له وماكسب قل هو الله أحد الله الصمد." (ابن

ندیم محمد بن إسحاق بن محمد الوراق، الفہرست باب ترتیب القرآن فی مصحف عبد اللہ بن مسعود، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۹۷ء، ص ۳۹۔)

۵۰۔فذلک مائۃ وعشر سور ... وکان عبد اللہ بن مسعود لا یکتب المعوذتین فی مصحفہ ولا فاتحۃ الکتاب. (أیضاً)

۵۱۔"قال محمد بن إسحاق رأیت عدۃ مصاحف ذکر نساخہا أنہا مصحف بن مسعود لیس فیہا مصحفین متفقین وأکثرہا فی رق کثیر النسخ وقد رأیت مصحفا قد کتب منذ مائتی سنۃ فیہ فاتحۃ الکتاب." (أیضا)

۵۲۔الاتقان ص ۲۲۴۔

۵۳۔ابن أبی داؤد عبد اللہ بن سلیمان بن الأشعث، کتاب المصاحف، الفاروق الحدیثہ، القاہرۃ، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۳۔

۵۴۔الفہرست ص ۴۱۔

۵۵۔أیضا۔

۵۶۔الإتقان ص ۲۲۳۔

۵۷۔کتاب المصاحف ص ۱۰۳

⊙ ⊙ ⊙ ⊙ ⊙

باب سوم

مصادر قرآن اور مستشرقین

باب سوم

مصادر قرآن اور مستشرقین

رجِس بلاشیے (Regis Blacher)

رجِس بلاشیے Regis Blacher (۱۹۰۰ء-۱۹۷۳ء) ایک فرانسیسی مستشرق ہے۔ سوربان یونیورسٹی (Sorbonne University)، فرانس میں عربی زبان وادب کا استاذ جبکہ یونیورسٹی آف پیرس میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز کا ڈائریکٹر رہا ہے۔ بلاشیے نے ۱۹۵۶ء میں "The Quran" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ اس نے "Introduction au Coran" کے نام سے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ایک مقدمہ بھی مرتب کیا۔ ۱۹۴۹ء-۱۹۷۷ء کے دوران "The Koran: Translation as a Test for Reclassification of Suras" کے نام سے بھی فرانسیسی میں ترجمہ قرآن شائع کیا، جس میں اس نے اپنے تئیں قرآن مجید کی سورتوں کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے جمع کیا ہے۔ سیرت کا ایک ناقدانہ جائزہ اپنی کتاب "The Problem of Muhammad: Test Critical Biography of the Founder of Islam" میں لیا۔ علاوہ ازیں عربی ادب کی تاریخ پر تین جلدوں میں "History of Arabic Litrature" کے نام سے بھی ایک کتاب مرتب کی۔ ❶

بلاشیے کی کتاب "Introduction au Coran" سات فصول پر مشتمل ہے اور عربی زبان میں اس کا ترجمہ رضا سعادۃ نے کیا ہے جو "دار الکتاب اللبنانی"، بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

اس رسالے کی پہلی فصل مصحف کی جمع وتدوین کے بارے ہے۔ بلاشیر کا خیال ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ پر یہودیت کا بہت اثر تھا اور آپ ان سے متاثر ہو کر اپنے دین، دین اسلام کے لیے ایک کتاب مرتب کرنا چاہتے تھے۔ پس آپ نے اپنے متبعین (followers) کے لیے ایک کتاب تیار کی، جس کی حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے دور میں نظر ثانی (revision) کی گئی۔ اس فصل میں اس نے قراءاتِ قرآنیہ پر بھی نقد کی ہے اور اس کے بقول قرآن کی نص (text) کے آسمانی ہونے کی نفی قراءات (Variant Readings of the Quran) سے بھی ہوتی ہے۔ ❷ قراءات پر مستشرقین کے اعتراضات کے بارے ہم آرتھر جیفری کے ذیل میں اپنی معروضات پیش کر چکے ہیں۔

دوسری فصل کا موضوع قرآن مجید کا مکی پیغام ہے۔ اس بحث کے تحت اس نے مکی سورتوں کی خصوصیات اور اسالیب کلام پر گفتگو کی ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ مکی قرآن کے مضامین وہی ہیں جو وحی کے نزول سے پہلے آپ کے غارِ حرا کے مراقبے میں نمایاں تھے اور گویا غارِ حرا کے انہی خیالات نے شدتِ فکر کی کیفیت میں خود کلامی (soliloquy) صورت اختیار کر لی۔ من جملہ اس کا کہنا یہ ہے کہ مکی قرآن اپنے پیغام کے اعتبار سے مضطرب (confused) ہے۔ ❸ مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب ہم نولڈ یکے کے بیان میں نقل کر چکے ہیں۔

تیسری فصل کا عنوان مدنی قرآن ہے اور یہ اس کے بقول ۲۴ سورتوں پر مشتمل ہے۔ چوتھی فصل کا موضوع علوم قرآن ہے جس میں اس نے لغات القرآن، نحو القرآن، قراءاتِ قرآنیہ اور بلاغت قرآن وغیرہ پر گفتگو کی ہے۔ پانچویں فصل قرآن کی تفسیر، اصولِ تفسیر اور تفسیر کے مقاصد واہداف کے بارے میں ہے۔ اس موضوع کے تحت اس نے تفسیر لفظی، تاویل، مشہور مفسرین اور ان کی کتبِ تفسیر پر بحث کی ہے۔ ❹

چھٹی فصل مصادرِ اسلام کے بارے میں ہے۔ اس میں قرآن، سنت، اجماع، قیاس اور اجتہاد وغیرہ کے بارے میں اس نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے اور قرآن کے مصدرِ شریعت ہونے کی حیثیت پر گفتگو کی ہے۔ ساتویں فصل میں قرآن مجید کے مسلم معاشروں میں مقام اور اسلامی طرزِ حیات میں اہمیت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ ❺

بلاشیر کا یہ مقدمہ قرآن مجید اور اسلام پر الزامات و اعتراضات سے بھرا پڑا ہے، جیسا کہ اس نے پہلی فصل میں ہی قرآن مجید پر یہ طعن کیا ہے کہ اس کا اسلوبِ کلام فکری الجھن (Intellectual Confusion) کا شکار ہے اور یہی اعتراض یہودی مستشرق گولڈ زیہر (۱۸۵۰ء-۱۹۲۱ء) کا بھی ہے۔ ابراہیم عبد الکریم عبد اللہ نے اپنے مقالے

"آراء المستشرق ریجش بلاشیر فی الوحی المکی والمدنی من خلال کتابہ القرآن دراسۃ تقویمیۃ" میں اس پہلو سے بلاشیر کا مفصل رد پیش کیا ہے۔

دوسری اور تیسری فصل میں بلاشیر نے مکی سورتوں میں احوال قیامت کے مضامین پر ارتکاز کی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ان موضوعات پر سوچ و بچار کی شدت ہے جس نے تخیل سے خود کلامی کی صورت اختیار کر لی۔ جیسا کہ ایک شاعر اپنے جذبات و احساسات اور ایک فلسفی اپنے فکر و نظر کو الفاظ کا جامہ پہنا دیتا ہے۔ بلاشیر کا یہ اعتراض وہی ہے جو اس سے پہلے فرانسیسی مستشرق پال کیزانوا Paul Casanova (۱۸۶۱۔۱۹۲۶ء) کر چکا ہے۔ بلاشیر، گولڈ زیہر اور کیزانوا کے علاوہ نولڈیکے سے بھی متاثر ہے۔ ❷ اور اس شبہے کا جواب نولڈیکے کے بیان میں گزر چکا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر محمود ماضی نے "الوحی القرآنی فی المنظور الاستشراقی ونقدہ" میں وحی نفسی کے بارے مفصل گفتگو کی ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم عوض نے بلاشیر کے فرانسیسی ترجمہ قرآن پر مفصل نقد اپنی کتاب "المستشرقون والقرآن: دراسۃ لترجمات نفر من المستشرقین الفرنسیین للقرآن وآرائھم فیہ" میں کی ہے۔

آرتھر جان آربری (Arthur John Arberry)

آرتھر جان آربری Arthur John Arberry (۱۹۰۵۔۱۹۶۹ء) کی پیدائش ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء کو برطانیہ میں ہوئی۔ اس کی شہرت کی وجہ اس کا انگریزی ترجمہ قرآن "The Koran Interpreted" بنا۔ ❸ قاہرہ یونیورسٹی، مصر میں کلاسیکیات میں ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ رہا ہے۔ بعد ازاں انڈیا آفس لائبریری، لندن میں اسسٹنٹ لائبریرین کے طور پر ملازمت کی۔ دوسری جنگ عظیم میں برطانوی منسٹری آف انفارمیشن سے وابستہ ہو گیا۔ ۱۹۴۴ء میں اسے یونیورسٹی آف لندن میں 'School of Oriental and African Studies (SOAS)' میں فارسی زبان کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں عربی زبان میں 'Sir Thomas Adams Professor' بن گیا۔ مولانا روم رحمہ اللہ اور علامہ اقبال رحمہ اللہ کے فارسی کلام کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا ترجمہ

قرآن پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا اور مستشرقین کے انگریزی تراجم میں تا حال سب سے زیادہ مستند، رواں، ادبی اور مقبول عام ترجمہ شمار ہوتا ہے۔ شاہ ایران نے فارسی زبان میں اس کی خدمات پر اسے اعلیٰ ترین انعام 'نشانِ دانش' دیا۔ اسے قاہرہ اور دمشق میں عربی زبان کی اکیڈمیوں کی رکنیت بھی حاصل رہی ہے۔ ❽

محققین کے نزدیک آربری نے اپنے ترجمہ قرآن میں ادبی اسلوب یعنی ولیم شیکسپیئر William Shakespeare (۱۵۶۴ء-۱۶۱۶ء) کی زبان کو استعمال کیا ہے۔ آربری کے ترجمہ قرآن کے کچھ امتیازات ہیں اور کچھ نقائص۔ مثلاً آربری نے اپنے ترجمہ قرآن کا نام 'مفسر قرآن' (The Koran Interpreted) رکھا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ترجمہ قرآن، خود قرآن مجید نہیں ہے، جبکہ آربری کے پیش رو جارج سیل George Sale (۱۶۹۷ء-۱۷۳۶ء) نے اپنے ترجمہ قرآن کا نام 'القرآن' (Koran) رکھا تھا جو کہ درست نہیں ہے۔

آربری نے سورۂ یوسف میں لفظ 'احلام' کا ترجمہ خواب (dreams) کی بجائے خوفناک خواب (nightmares) کیا ہے جو من سب معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح سورۃ 'الواقعہ' کا ترجمہ 'Terror' کیا ہے، جبکہ صحیح ترجمہ "The Inevitable Event" تھا۔ جارج سیل اور آرتھر جان آربری کے تراجم قرآن کے خصائص وعیوب پر ڈاکٹر حسن سعید غزالہ کا کتابچہ "أساليب المستشرقين في ترجمة معاني القرآن الكريم دراسة أسلوبية لترجمتي سيل وآربري لمعاني لقرآن الكريم إلى الإنجليزية" ایک عمدہ تحریر ہے۔ ❾ ڈاکٹر ہیثم بن عبد العزیز ساب نے اپنے کتابچے "دراسة لترجمة معاني القرآن الكريم إلى الإنجليزية للمستشرق الإنجليزي آرثر ج. آربري" میں آربری کے ترجمے کی لغوی، نحوی اور بلاغی اغلاط کا احصاء کیا ہے باوجودیکہ مستشرقین کے تراجم قرآن مجید میں سے یہ بہترین ترجمہ شمار ہوتا ہے۔ ❿

جان ایڈورڈ وانس بارا (John Edward Wansbrough)

امریکن مستشرق جان ایڈورڈ وانس بارا John Edward Wansbrough (۱۹۲۸ء-۲۰۰۲ء) ۱۹ فروری ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوا۔ اس نے اپنی تعلیم ہارورڈ یونیورسٹی سے

ممالک کی اور یونیورسٹی آف لندن میں 'School of Oriental and African Studies (SOAS)' میں تاریخ کا مضمون پڑھاتا رہا۔ قرآن مجید پر اس کی کتاب "Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation" ۱۹۷۷ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کی۔ ⓫ یہ کتاب چار فصول پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل کا موضوع وحی اور شریعت (Revelation and Canon) ہے۔ دوسری فصل علاماتِ نبوت (Emblems of Prophethood) اور تیسری فصل قدیم عربی زبان کے مصادر (Origins of Classical Arabic) کے بارے ہے۔ آخری فصل کا عنوان اصول تفسیر (Principles of Exegesis) ہے۔

پہلی فصل میں اس نے یہ بحث کی ہے کہ قرآن مجید کے بعض الفاظ مثلاً ابراہیم، عاد، ثمود وغیرہ کا مصدر تورات اور انجیل ہیں۔ ⓬ اس اعتراض کے بارے ہم کلیر ٹزڈال کے بیان میں گفتگو کر چکے ہیں۔

وانس بارا قرآن مجید میں تحریف (Variation) کا قائل ہے اور قراءات قرآنیہ کو قرآن مجید کے بارے مسلمانوں کا باہمی اختلاف قرار دیتا ہے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ بعض قراءات غیر عربی ہیں۔ اور زبان کے اصول وضوابط سے مطابقت یعنی گرامر اور صرف ونحو کے اعتبار سے انجیل، قرآن مجید سے افضل ہے۔ ⓭

دوسری فصل میں قرآن مجید کے اعجاز کے پہلو پر گفتگو کی ہے، جبکہ تیسری فصل جاہلی دور کی عربی زبان کے اصول وضوابط کے بارے میں ہے۔ چوتھی فصل میں قرآن مجید کی تفسیر کی اقسام بیان کی ہیں، جو اس کے نزدیک درج ذیل ہیں:

1- Haggadic Exegesis (قصصی تفسیر)
2- Deutungsbedürftigkeit (موضوعی تفسیر)
3- Halakhic Exegesis (لغوی تفسیر)
4- Masoretic Exegesis (بیانی وبلاغی تفسیر)
5- Rhetoric and Allegory (مجازی واستعاری تفسیر) ⓮

ڈاکٹر مہر علی نے اپنی کتاب "The Quran and the Orientalists" میں وانس بارا کے افکار کا مفصل رد پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد خلیفہ نے بھی "The Sublime

"Quran and Orientalists" میں اس کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

ولیم منٹگمری واٹ (William Montgomery Watt)

ولیم منٹگمری واٹ William Montgomery Watt (۱۹۰۹ء-۲۰۰۶ء) بھی ایک برطانوی مستشرق اور رچرڈ بیل کا شاگرد تھا۔ رچرڈ بیل کی طرح اس کا تعلق بھی علوم اسلامیہ اور عربی زبان میں بطور استاذ، یونیورسٹی آف ایڈنبرا (University of Edinburgh) سے رہا ہے۔ قرآن مجید پر اس کا ایک مقدمہ "Introduction to the Quran" کے نام سے ہے جو ۱۹۷۰ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ اس کی دیگر معروف کتب میں سیرت پر دو کتابیں "Muhammad at Mecca" اور "Muhammad at Medina" ہیں جو بالترتیب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ کتب میں "Islamic Philosophy and Theology" اور "Islamic Political Thought" شامل ہیں۔ منٹگمری واٹ کو آخری مستشرق "The Last Orientalist" کا ٹائٹل دیا گیا۔ ⑮

قرآن مجید پر مقدمہ کو منٹگمری واٹ نے گیارہ فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی فصل میں مصنف نے جزیرہ عرب کے تاریخی سیاق (Historical Context) کو بیان کیا ہے۔ دوسری فصل تجربہ نبوت (Prophetic Experience) کے بارے میں ہے۔ تیسری فصل قرآنی نص کی تاریخ (The History of the Text of the Quran) کے بارے ہے جبکہ چوتھی قرآن کی شکل (The External Form of the Quran) سے بحث کرتی ہے۔

پانچویں فصل قرآن کے امتیازات (The Features of Quranic Style) اور چھٹی فصل قرآنی تشکیل (The Shaping of the Quran) کے موضوع پر ہے۔ ساتویں فصل قرآن مجید کی زمانی ترتیب (The Chronology of the Quran) اور آٹھویں قرآن حکیم کے ناموں (The Names of the Revealed Message) کے بارے ہے۔

نویں فصل قرآن مجید کے تفسیری رجحانات (The Doctrines of the

اور دسویں قرآن حکیم اور مسلمان علماء (Muslim Scholarship and the Quran) کے موضوع پر ہے۔ گیارھویں فصل قرآن مجید اور مغربی اسکالرز (The Quran and Occidental Scholarship) کے بارے میں ہے۔

ڈاکٹر مہر علی نے اپنی کتاب "The Quran and the Orientalists" میں واٹس بارا کے افکار کا مفصل رد پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد خلیفہ نے بھی "The Sublime Quran and Orientalists" میں اس کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مشتاق بشیر الغزالی نے بھی اپنی کتاب "القرآن الکریم فی دراسات المستشرقین، دراسة فی تاریخ القرآن: نزوله وتدوینه وجمعه" میں منٹگمری واٹ کے قرآن مجید کے بارے افکار کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

جان برٹن (John Burton)

جان برٹن John Burton (پیدائش ۱۹۲۹ء) میں پیدا ہوا اور یونیورسٹی آف ایڈنبرا میں عربی زبان کا استاذ رہا ہے۔ اس نے جمع قرآن پر "The Collection of the Quran" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے جسے کیمبرج یونیورسٹی پریس نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ کتاب دو حصوں اور دس فصول پر مشتمل ہے اور ہر حصے میں پانچ فصول ہیں۔

پہلے حصے کا موضوع قرآن مجید میں نسخ (Abrogation) کا تصور ہے۔ پہلا حصہ قرآن مجید اور شرعی علوم کے تعارف کے بارے میں ہے اور اس کا عنوان "The Quran and Islamic Legal Sciences" ہے۔ پہلی فصل کا عنوان تعارف (Introduction) جبکہ دوسری کا شرعی علوم کا تعارف (The Islamic Legal Sciences) ہے۔ تیسری فصل نسخ (The sub-science of Naskh) جبکہ چوتھی فصل بھی نسخ (The background to the emergence of the third mode of Naskh) ہی کے بارے میں ہے۔ پانچویں فصل مصحف (The Mushaf: an incomplete record of the Quran) کے عنوان سے ہے۔ پہلے حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں نسخ کا تصور (Theory of Abrogation) مسلمان علماء کا گھڑا

ہوا ہے۔
دوسرا حصہ قرآن مجید کی نص کی تاریخ کے بارے ہے اور اس کا موضوع (The History of the Collection of the Quran Text) ہے۔ پہلی فصل جمع اول (The First Collection) جبکہ دوسری جمع عثمانی (The Uthman Collection) کے عنوان سے ہے۔ آٹھویں فصل جمع قرآن کا جائزہ (The Quran Collections: A Review) اور نویں اسنادِ قرآن (The isnad of the Quran) کے عنوان سے ہے۔ دسویں فصل عمومی نتائج (General Conclusions) کے بارے میں ہے۔
جان برٹن کا قرآن مجید کے بارے میں نقطہ نظر بہت ہی عجیب ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم شاخت اور گولڈ زیہر کے تحقیق حدیث کے منہج کی روشنی میں ان روایات کا جائزہ لیں [۱۷] جو مسلمان اہل علم نے قرآن مجید کی تدوین و تاریخ کے عنوان سے نقل کی ہیں تو یہ تمام احادیث موضوع (fabricated) اور منگھڑت قرار پاتی ہیں:

The reports are a mass of confusions, contradictions and inconsistencies by their nature, that represent the product of a lengthy process of evolution, accretion and improvement. [۱۷]

جان برٹن کا کہنا یہ ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں میں جو مصحف موجود ہے یہ پیغمبر اسلام ﷺ کا مصحف ہے۔ وہ روایات جو یہ بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید "ما بین الدفتين" پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں موجود نہیں تھا اور پہلی مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کتابی صورت میں مرتب ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کو ایک رسم پر جمع کیا تو یہ تمام احادیث منگھڑت ہیں۔ جان برٹن کی کتاب کا آخری جملہ یہ ہے:

What we have today in our hands is the Mushaf of Muhammad. [۱۸]

"ہمارے ہاتھوں میں آج جو مصحف موجود ہے یہ پیغمبر اسلام ﷺ کا لکھا ہوا ہے۔"

جان برٹن کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک مصحف اپنے پاس

بچا کر رکھا ہوا تھا جس کی گاہے بگاہے وہ تہذیب (editing) بھی کرتے رہتے تھے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ بعض اوقات محمد ﷺ نازل شدہ وحی کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھ پاتے تھے یا بعض آیات کے تفصیلی مضامین کو وہ اختصار سے بیان کرنا چاہتے تھے جس کے لیے وہ قرآن مجید کو ایڈٹ کرتے رہتے تھے۔ اس کے نزدیک 'سبعة أحرف' یعنی قراءات کے اختلافات کی حقیقت بھی یہی ہے۔ یہ قرآن مجید کو آپ کی ذاتی تصنیف قرار دیتا ہے۔

جان برٹن کا کہنا یہ ہے کہ متاخرین مسلمان اہل علم نے یہ نقطہ نظر عام کیا ہے کہ قرآن مجید کی تدوین و تالیف صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے اور اس نظریہ کی تخلیق کی ضرورت انہیں اس لیے محسوس ہوئی کہ انہیں اپنے بعض فقہی نقطہ ہائے نظر کے لیے کوئی دلیل چاہیے تھی، مثلاً رجم کی حد کا مسئلہ۔ وہ لکھتا ہے:

> *The Kernel of our problem is that the majority of the madahib are unanimously of the view that in certain circumstances, the penality for adultery is death by stoning. Now, we know that this penality is not only nowhere mentioned in our texts of the Quran, it is totally incompatible with the penality that is mentioned.* [14]

جب فقہاء رجم کی سزا کا اثبات قرآن مجید سے نہ کر پائے تو انہوں نے نسخ کا تصور گھڑا اور کہا کہ رجم کی آیات قرآن میں پہلے موجود تھیں جبکہ بعد میں ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ فقہاء نے اپنے اس نسخ کے نظریے کو ثابت کرنے کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید کے کتابی صورت میں ہونے کا انکار کر دیا۔ اس کے الفاظ ہیں:

> *The exclusion of the Prophet from the collection of the Quran was a prime desideratum of the Usulis wrestling with the serious problems generated by some of their own theoratical positions.* [15]

اب مسلمان فقہاء کے لیے چونکہ قرآن مجید میں اضافہ تو ممکن نہ تھا لیکن یہ ان کے لیے آسان تھا کہ وہ اپنی اجتہادی آراء کو یہ بنیاد فراہم کر دیں کہ ان آراء کے دلائل کو بیان کرنے والی آیات 'منسوخ التلاوة' ہیں لہٰذا انہوں نے قرآن مجید کی جمع وتدوین کی

نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کر دی تا کہ اس بہانے قرآن مجید میں اپنی آراء داخل کر سکیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

The motives underlying the Uthman collection of the Quran have been shown to derive from the schools' attempts to smuggle into the Quran texts unwarranted interpolations designed to support local opinion on certain debated topics and calculated to swing the argument in their favour ۲۱

اس کے بقول مسلمان علماء نے عرضہ اخیرہ (Last Revision of the Prophet with Gibreel) میں بہت سی قراءات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ نسخ کا تصور گھڑنے کے بعد انہی فقہاء نے یہ کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس لیے قرآن مجید کو ایک حتمی صورت نہیں دے سکے کہ وحی نازل ہو رہی تھی اور ابھی نسخ کا امکان موجود تھا۔ اس کے الفاظ ہیں:

The exclusion of the Prophet from the task of the collecting and promulgating the revelations has been rationalised into the very impossibility of the doing so, on the ground that as long as he remained alive, a safe and certain recension of the valid revelations was unthinkable. With naskh a daily possibility, the extent to which the Quran would continue to have valid applicabilityfor the law could confidently be recognised only with the Prpphet dead and silent. ۲۲

قرآن مجید کے بارے مستشرقین کی تحقیقات کے نتائج میں اس قدر اختلاف تضاد (Contradiction) یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کی رائے درست نہیں ہے۔ قرآن مجید کے زمانہ نزول ہی سے اس کے مخالفین اس کے بارے کوئی ایک موقف پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی مشرک نے وحی قرآنی کو شعر کہا تو کسی نے اسے کہانت سے تشبیہ دی۔ کسی نے لوک کہانیوں قرار دیا تو کسی نے عجمی غلام کے

پڑھائے گئے اسباق۔ آج بھی مستشرقین کی قرآن مجید پر تحقیقات اسی نوع کے تضادات میں مبتلا ہیں۔ ایک مستشرق اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید کے لکھی ہوئی صورت میں موجود ہونے کا انکار کرتا ہے تاکہ اسے غیر محفوظ کتاب ثابت کر سکے تو دوسرا اس کی مخالفت میں قرآن مجید کے زمانہ نبوت میں ایک کتاب کی صورت ہونے کو ثابت کرتا ہے تاکہ اسے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دے سکے۔ فیا للعجب!

جان برٹن ہی سے ملتا جلتا موقف مولانا حمید الدین فراہی ؒ کا بھی ہے کہ جس کے بارے جناب شہزاد وسیم صاحب نے اپنے مقالہ "Collection of the Quran. A Critical and Historical Study of al-Farahi's View" میں بحث کی ہے۔ شہزاد وسیم صاحب کا کہنا ہے کہ موقف ایک ہونے کے باوجود جان برٹن کے دلائل مختلف ہیں لہٰذا اس کی تحقیق ایک علیحدہ تحقیقی مقالے کی متقاضی ہے۔

ابن وراق (Ibn Warraq)

ابن وراق Ibn Warraq (پیدائش ۱۹۴۶ء) ایک قلمی نام ہے جو اسلام اور قرآن مجید پر تنقید کے حوالہ سے معروف ہے۔ ابن وراق، انڈیا میں پیدا ہوا اور اس کی فیملی نے پاکستان بننے کے بعد وہاں سے کراچی ہجرت کی۔ پیدائشی طور مسلمان تھا، بعد ازاں دہریہ (Atheist) بن گیا۔ ۱۹ سال کی عمر میں اسکاٹ لینڈ میں یونیورسٹی آف ایڈنبرا میں منٹگمری واٹ کی شاگردی میں فلاسفی، علوم اسلامیہ اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ گریجویشن کے بعد لندن میں ہی ایک پرائمری اسکول میں تدریس شروع کی۔ ۱۹۸۲ء میں اس نے فرانس ہجرت کی اور وہاں ایک انڈین ریسٹورنٹ چلانا شروع کیا۔ [۳۳]

۱۹۸۸ء میں سلمان رشدی کی کتاب "The Satanic Verses" اور اس پر مسلم دنیا کا ردعمل سامنے آیا تو ابن وراق نے "Free Inquiry Magazine" میں 'Why I am not a Muslim?' کے نام سے آرٹیکل لکھنا شروع کیے۔ ابن وراق اپنے آپ کو ایک دہریہ (Atheist) یا تشکیک پسند (Agnostic) قرار دیتا ہے۔

ابن وراق "Secularisation of Islamic Institute for the Society" کا بانی ہے۔ کئی ایک کتابوں کا مصنف ہے جن میں "Why I am not a

"I am not a Muslim?" کے نام سے آرٹیکل لکھنا شروع کیے۔ ابن وراق اپنے آپ کو ایک دہریہ (Atheist) یا تشکیک پسند (Agnostic) قرار دیتا ہے۔

ابن وراق "Institute for the Secularisation of Islamic Society" کا بانی ہے۔ کئی ایک کتابوں کا مصنف ہے جن میں "Why i am not a Muslim?" ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۹۸ء میں اس نے "The Origins of the Quran" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ علاوہ ازیں ایک کتاب ۲۰۰۰ء میں "The Quest for the Historical Muhammad" کے نام سے بھی شائع ہوئی۔ ❂

ابن وراق نے اپنی تالیف "The Origins of The Koran: Classic Essays on Islam's Holy Book" میں دو صدیوں کے ۱۳ مستشرقین کے قرآن مجید پر تنقیدی مضامین کو جمع کر کے شائع کیا ہے۔ اس تالیف میں قرآن مجید کے ناقدین میں تھیوڈ ونولڈیکے Theodor Noldeke، اطالین مستشرق لیون کا یتانی Leone Caetani (۱۸۶۹ـ۱۹۳۵ء)، برطانوی مستشرق الفانس منگانا Alphonse Mingana (۱۸۷۸ـ۱۹۳۷ء)، آرتھر جیفری Arthur Jeffery، ڈیوڈ صموئیل مارگولیتھ David Samuel Margoliouth (۱۸۵۸ـ۱۹۴۰ء)، ولیم سینٹ کلیر ٹزڈال William St. Clair Tisdall، جرمن مستشرق ابراہام گایگر Abraham Geiger (۱۸۱۰ـ۱۸۷۴ء)، امریکن مستشرق چارلس کٹلر توری Charles Cutler Torrey (۱۸۶۳ـ۱۹۵۶ء) اور کینیڈین مستشرق اینڈریو ریپن Andrew Rippin (پیدائش ۱۹۵۰ء) شامل ہیں۔

فرینسوآ (François de Blois) نے ابن وراق کی اس کتاب کو گھٹیا مشنری پروپیگنڈا "decidedly shoddy piece of missionary propaganda" قرار دیا ہے۔ فرینسوآ کا کہنا یہ بھی ہے کہ ایک ایسا شخص جو اپنے آپ کو عقلیت پسند قرار دیتا ہو، اس کا انیسویں صدی کے عیسائی مناظروں پر اعتبار کرنا قابل تعجب ہے۔ فرینسوآ کے الفاظ ہیں:

> *It is surprising that the editor, who in his Why I am not a Muslim took a very high posture as a critical*

rationalist and opponent of all forms of obscurantism, now relies so heavily on writings by Christian polemicists from the nineteenth century ⑮

مستشرقین کے نزدیک قرآن مجید کے مصادر

قرآن مجید کے مصادر کے بارے مستشرقین اسی نوع کے اختلاف میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ جس کا شکار مشرکین مکہ تھے۔ خود قرآن مجید ہی کے بیان کے مطابق اس کے اولین مخاطبین میں سے ایک جماعت نے اسے شعر (Poetry) قرار دیا ہے تو دوسری نے سحر (Magic)، بعض نے کاہنوں کا کلام اور بعض نے تورات وانجیل کا خلاصہ کہا۔

قرآن مجید ان سب دعووں کے جواب میں ناقدین کو صرف اتنا کہہ کر مسکت جواب دیتا ہے کہ اس جیسی کوئی ایک آیت ہی لے آؤ۔ شعر، جادو، کہانت اور سابقہ الہامی کتب سے اخذ واستفادہ کی صلاحیت ایک عام شاعر، ساحر، کاہن، پادری اور ربی میں بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ جادو، کہانت، شعر یا الہامی کتب سے اخذ واستفادہ ہے تو تم اس کلام کے جیسی ایک سورت یا آیت ہی لے آؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُواْ مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. ﴾ ⑯

''کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن مجید کو محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ تم اس کلام جیسی ایک سورت ہی لے آؤ اگر تم سچے ہو اور اس بارے اللہ کے علاوہ جس کو چاہو پکار لو۔''

(۱) جاہلی شاعری:

مستشرقین کی ایک جماعت نے شعر جاہلی کو قرآن کا ایک اہم مصدر قرار دیا ہے۔ کلیر تزڈال نے اپنی کتاب کے حواشی میں اس بارے مفصل بحث کی ہے۔ اس کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ نے اُمیہ بن ابی صلت اور امرؤ القیس کے اشعار سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن وضع کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

It is sometimes said in the East at the present day that

Muhammad not only adopted many of the ancient habits and religions rites of the heathen Arabs and incorporated them into Islam. but that he was also guilty of plagiarism in borrowing parts of certain verses of Imrau'l Qais. an ancient Arabic poet. These. it is asserted, may still be found in the Qur'an. I have even heard a story to the effect that one day when Fatimah. Muhammad's daughter, was reciting the verse "The Hour has come near and the Moon has split asunder" (Surah LIV., Al Qamar. 1), a daughter of the poet was present and said to her "That is a verse from one of my father's poems. and your father has stolen it and pretended that he received it from God." This tale is probably false. for Imrau'l Qais died about the year 540 of the Christian era. while Muhammad was not born till A.D. 570. "the year of the Elephant.

وہ اس بارے مزید لکھتے ہوئے کہتا ہے:

In a lithographed edition of the Mu'allaqat. which I obtained in Persia. however, I found at the end of the whole volume certain Odes there attributed to Imrau'l Qais, though not recognized as his in any other edition of his poems which I have seen. In these pieces of doubtful authorshipI found the verses quoted below 1. Though they contain some obvious blunders, I think it best to give them without correction. The passages marked with a line above them occur also in the Qur'an (Surah LIV., Al Qamar, 1, 29, 31, 46; Surah XCIII., Adduha', Surah XXI., Al Anbiya 96; Surah XXXVII., As Saffat. 59), except that in some of the words there is a slight difference, though the meaning is the same. It is

clear therefore that there is some connexion between these lines and the similar verses of the Qur'an. [27]

تزڈال نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں کچھ ایسے اشعار بھی نقل کیے ہیں کہ جن میں قرآن مجید کے اسلوب کلام سے مشابہت پائی جاتی ہے، مثلاً تزڈال کے بقول اُمیہ کے اشعار ہیں:

ویوم موعدهم أن یحشروا زمرا   یوم التغابن إذ لا ینفع الحذر

مستوسقین مع الداعی کأنهم   رجل الجراد زفته الریح منتشر

وأبرزوا بصعید مستوجرز   وأنزل والمیزان والزبر

فمنهم فرح راض بمبعثه   وآخرون عصوا مأواهم سقر

یقول خزانها ما کان عندکم   ألم یکن جاء کم من ربکم نذر

قالوا: بلی فتعنا فتیة بطروا   وعزنا طول هذا العیش والعمر [28]

اسی طرح تزڈال نے کہا ہے کہ امرؤ القیس کے درج ذیل اشعار کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے سورۃ القمر کے مضامین ان سے اخذ کیے ہیں:

دنت الساعة وانشق القمر   عن غزال صاد قلبی ونفر

أحور قد حرت فی أوصافه   ناعس الطرف بعینه حور

مر یوم العید فی زینته   فرمانی فتعاطی فعقر

بسهام من لحاظ فاتك   فترکنی کهشیم المحتظر

وإذا ما غاب عنی ساعة   کانت الساعة أدهی وأمر

کتب الحسن علی وجنتیه   بسحیق المسك سطرا مختصر

عادة الأقمار یسری فی الدجی   فرأیت اللیل یسری بالقمر

بالضحی واللیل من طرفه   فرقه ذا النور کم شیء زهر

قلت إذا شق العذار خده   دنت الساعة وانشق القمر [29]

درج ذیل اشعار کو بھی امرؤ القیس کے اشعار قرار دیتے ہوئے انہیں قرآن کا ماخذ قرار دیا گیا ہے:

أقبل والعشاق من خلفه   کأنهم من کل حدب ینسلون

وجاء یوم العید فی زینته لمثل هذا فليعمل العاملون [20]

مسلم اسکالرز کا کہنا یہ ہے کہ اس بات کی کوئی تاریخی دلیل نہیں ہے کہ یہ اشعار اُمیہ اور امرؤالقیس کے ہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ بنوعباس کے دور کے کسی شاعر کے اشعار ہیں کہ جس نے اپنی شاعری میں قرآنی اسلوب کے ٹانکے لگائے ہیں۔ عربی زبان وادب کے طلبہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلامی دور کے بعض شعراء نے اپنے کلام کی نسبت جاہلی شعراء کی طرف بھی کی ہے، جیسا کہ ہمیں حماد الراویہ اور خلف الأحمر کے نام ملتے ہیں۔ لہذا یہ کوئی بعید نہیں ہے کہ مابعد کے زمانوں کے کسی شاعر نے اپنے کلام میں قرآنی اسلوب کا ٹانکا لگانے کے بعد اس کی نسبت بڑے شعراء کی طرف کر دی ہو۔ [21]

اُمیہ بن ابی صلت طائف کا رہنے والا تھا۔ نزول وحی کے زمانے میں یہ شخص موجود تھا اور ۹ ہجری میں اس کی وفات ہوئی ہے۔ اسے بت پرستی سے بے رغبتی تھی۔ دورِ جاہلیت میں اس کا شمار حنفاء میں ہوتا تھا۔ ایک نبی کے آنے کی خبر بھی دیتا تھا لیکن اسے امید یہ تھی کہ وہ نبی یہ خود ہو گا۔ پس جب اسے اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت کے بارے خبر ملی تو حسد کی وجہ سے انکاری ہوا۔ یہ بحرین چلا گیا تھا اور ۸ سال قیام کے بعد جب واپس طائف آیا تو اس نے اہل طائف سے پوچھا کہ محمد ﷺ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ محمد ﷺ اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں جیسا کہ تم اس کی خواہش رکھتے تھے۔ اس پر وہ طائف سے مکہ آیا اور آپ سے ملاقات کی اور آپ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ اس نے کہا: میں آپ سے کل گفتگو کروں گا اور اپنی ایک جماعت لے کر آؤں گا۔ آپ بھی صحابہ کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے اور لوگ بیت اللہ کے سائے میں بیٹھے۔ اُمیہ نے پہلے اپنا کلام پیش کیا، نثر کہی اور پھر شعر کہا۔ اب اس نے آپ سے کہا: اس کا جواب دیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سورۃ یٰس کی تلاوت شروع کی اور جب آپ نے سورۃ مکمل کر لی تو وہ اچھل کر کھڑا ہوا اور پاؤں گھسیٹتے ہوئے مجلس سے دوڑ گیا۔ قریش کے سرداروں نے اس کا پیچھا کیا اور پوچھا: محمد ﷺ کے بارے تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا: وہ حق پر ہیں۔ انہوں نے پوچھا: کیا تم ان کی اتباع کرو گے؟ اس نے کہا: میں

ابھی اس بارے غور کروں گا۔ ﴿۳۲﴾

اُمیہ نے نزول وحی کا زمانہ پایا ہے اور ۹ ہجری تک زندہ رہا ہے، لہٰذا جہاں مستشرقین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید اس کے اشعار سے ماخوذ ہے وہاں اس بات کا بھی قوی امکان موجود ہے کہ اُمیہ نے قرآن کے مضامین اور اسالیب کو اپنے اشعار میں نقل کیا ہو، جیسا کہ اُس نے تورات وانجیل کے مضامین کو بھی اشعار کی صورت دی ہے۔ پس محض اسی پر اصرار کرنا کہ قرآن مجید، اُمیہ کے اشعار سے استفادہ کرتا ہے، غیر علمی رویہ ہے۔

استاذ محمد عبد المنعم خفاجی کا کہنا یہ ہے کہ اُمیہ اپنے اشعار میں قرآنی اسالیب وتراکیب سے استفادہ کرتا ہے۔ اُمیہ اپنے اشعار میں اکثر وبیشتر آخرت، جنت، جہنم اور سابقہ امتوں کے قصے بیان کرتا تھا۔ اس کے اشعار میں بہت سے قصے ایسے ہیں جو تورات وانجیل کے بیان سے کلی طور مشابہہ ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے قرآن مجید کی طرح تورات وانجیل سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ﴿۳۳﴾

مشرکین مکہ، جو آپ کو شاعر، کاہن اور مجنون کا لقب دینے سے بھی باز نہیں آئے، کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی اُمیہ کے اشعار سے مشابہت کو نظر انداز کر دیا ہو۔ عتبہ بن ربیعہ جب سردارانِ قریش کا مطالبہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اسے قرآن کا کچھ حصہ سنایا تو اس نے واپس آکر اپنی مجلس میں یہی بیان دیا کہ میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے جو نہ شعر ہے، نہ کہانت۔ ﴿۳۴﴾

(۲) عرب حنفاء:

بعض مستشرقین نے دورِ جاہلی میں موجود حنفاء کو بھی قرآن مجید کا ایک مصدر قرار دیا ہے۔ ان کے بقول ان حنفاء کے افکار اور قرآن مجید کے مضامین میں بہت حد تک تشابہہ پایا جاتا ہے، مثلاً وحدانیت کی دعوت دینا، بت پرستی کا انکار، وعدو وعید، اللہ کو رحمٰن، رب اور غفور جیسے ناموں سے پکارنا، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرنا اور بعث بعد الموت اور حشر ونشر کا اقرار وغیرہ۔ آسٹرین مستشرق ایلائے سپرنگا Aloys Sprenger (۱۸۱۳۔۱۸۹۳ء) کا خیال یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی کل فکر زید بن عمرو بن نفیل سے

ماخوذ ہے۔

حنفاء دراصل دورِ جاہلیت میں لوگوں کی وہ جماعت تھی جو بت پرستی سے بیزار تھی اور وحدانیت کی طرف مائل تھی۔ لیکن ایسا رجحان رکھنے والے یہ حضرات بھی کسی ایک رائے پر متفق نہ تھے، بلکہ ان میں بھی باہم اختلافات تھے۔ ان لوگوں کو زبان، معروف عرب خطیب قس بن ساعدہ کے کلام نے دی۔ اس نے ایک دفعہ عکاظ کے میلہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

"كلا بل هو إله واحد، ليس بمولود ولا والد، أعاد وأبدى، وأمات وأحيا، وخلق الذكر والأنثى، رب الآخرة والأولى، أما بعد: فيا معشر إياد، أين ثمود وعاد؟ وأين الآباء والأجداد، وأين العليل والعواد، كل له معاد، يقسم قس بن ساعدة برب العباد، وساطع المهاد، لتحشرن على الانفراد، في يوم التناد، إذ نفخ في الصور، ونقر في الناقور، وأشرقت الأرض، ووعظ الواعظ، فانتبذ القانط والصبر اللاحظ، فويل لمن صدف عن الحق الأشهر، والنور الأزهر، والعرض الأكبر، في يوم الفصل، وميزان العدل، إذا حكم القدير، وشهد النذير، وبعد النصير، وظهر التقصير، ففريق في الجنة وفريق في السعير." [2]

فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ 'عبد القیس' کے لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور وہ زبان کی فصاحت و بلاغت میں معروف تھے۔ اس وفد نے عیسائیت کو ترک کرتے ہوئے اسلام قبول کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے قس بن ساعدہ کے بارے سوال کیا تو ان میں سے ایک شخص جارود بن معلّٰی نے آپ کو اس کا تعارف کروایا اور آپ کے سامنے اس کا درج بالا خطبہ نقل کیا۔

قرآن مجید بار بار یہ واضح کرتا ہے کہ وہ فصیح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [3]

''بے شک ہم نے اس قرآن کو بطور عربی قرآن نازل کیا ہے تا کہ تم اسے سمجھو۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [۲۶]

''اور یہ قرآن مجید فصیح عربی زبان میں ہے۔''

عربی قرآن سے مراد، قرآن مجید کا اہل عرب کے محاورے میں نزول ہے۔ لہٰذا قرآن مجید اور اہل عرب کے اسلوبِ کلام میں چند محاوروں کی مماثلت ایک ممکن امر ہے۔ ادنیٰ سے غور وفکر سے ان حنفاء اور قرآن مجید جیسے کلام میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید ایک مکمل نظامِ حیات کو بیان کر رہا ہے، ایک جامع شریعت ہے۔ عقائد، عبادات، عائلی زندگی، معاشرت، معیشت اور سیاست وغیرہ سے متعلق ایک مکمل فکر پیش کرتا ہے۔ اس مفصل وجامع اور فصیح وبلیغ کلام، کہ جس کا مقابل لانے سے اہل عرب قاصر تھے، کو دو چار جملوں کی مشابہت کی وجہ سے حنفاء کے کلام سے ماخوذ قرار دینا دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔

قس بن ساعدہ نے ہجرت سے ۲۳ برس قبل ۶۰۰ء کے لگ بھگ وفات پائی ہے۔ جب فتح مکہ کے موقع پر اس کے قبیلہ 'ایاد' کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتلایا کہ اس کی وفات ہو چکی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ میں نے اسے ایک مرتبہ عکاظ کے بازار میں خطبہ دیتے دیکھا تھا لیکن مجھے اس کے الفاظ یاد نہیں ہیں۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا کہ مجھے یاد ہے اور اس نے اس خطبہ کو وہاں آپ کی مجلس میں نقل کیا۔ [۲۷]

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے اس خطبہ کے الفاظ دہرائے لیکن ان الفاظ میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو قرآن مجید کے ذخیرۂ الفاظ میں ہو۔ [۲۸] اسی طرح ان حنفاء میں سے ایسے بھی تھے جو ایک نبی کے آنے کی خبر دے رہے تھے لیکن حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے، جیسا کہ اُمیہ بن ابی صلت کا معاملہ ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے اے قریش کی جماعت! میں نے آج دینِ ابراہیمی پر صبح کی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں کیسے عبادت کروں کہ تجھے پسند آ جائے تو میں ضرور کرتا لیکن مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر وہ اپنی سواری پر

بیٹھے بیٹھے سجدہ کرتے تھے۔ [۳۵] یہ حضرات بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے اور ان کی عبادت سجدہ ہوا کرتی تھی۔ مردار سے اجتناب کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے سے منع کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نے نصرانیت اور یہودیت اختیار کر لی جیسا کہ ورقہ بن نوفل، عثمان بن حویرث وغیرہ ہیں اور بعض نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے، جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل، ابی قیس بن اسلت اور عبید اللہ بن جحش کا معاملہ ہے۔ پس جو عیسائی ہو گئے، ان کی تو آپ کا لایا ہوا دین مخالفت کر رہا ہے، لہٰذا وہ کیسے اسلام یا قرآن مجید کے مصادر بن گئے؟ اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کا اسلام قبول کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسلام کے مآخذ نہیں تھے بلکہ اسلام ان کے لیے ایک مصدر ثابت ہوا۔ [۳۶]

اگرچہ بعض حنفاء سے اللہ کے رسول ﷺ کی ملاقات ثابت ہے لیکن یہ اتفاقی ملاقات تھی اور اس ملاقات کو مبالغہ آمیز بیانات کے ذریعے آپ کو ان کا کوئی باقاعدہ شاگرد ثابت کرنا خلافِ حقیقت اور دھاندلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ورقہ بن نوفل سے دو دفعہ کی آپ کی ملاقات کا ذکر ہمیں تاریخی روایات میں ملتا ہے۔ ایک دفعہ پہلی وحی کے نازل ہونے کے موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ان کی خدمت میں لے گئیں اور دوسری دفعہ رستے میں ملاقات ہوئی تھی جس میں اس نے آپ کے سر مبارک کا بوسہ لیا اور کہا کہ آپ اس امت کے نبی ہیں اور اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ کاش وہ اس وقت تک زندہ رہے جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی اور وہ اس وقت آپ کی مدد کرے۔ [۳۷]

(۳) تورات وانجیل:

جرمن یہودی مستشرق ابراہام گائیگا (۱۸۱۰۔۱۸۷۴ء) کا خیال ہے کہ قرآن مجید انجیل سے متاثر ہے۔ اس نے اس خیال کا اظہار ۱۸۳۳ء میں اپنی ایک تحریر "Was hat Mohammed aus dem Judentume aufgenommen?" میں کیا۔ فیلپ ہٹی Philip Khuri Hitti (۱۸۸۶۔۱۹۷۸ء) نے اپنی کتاب "West: A Islam and the Historical Cultural Survey" میں قرآن مجید کے مصادر میں

یہودیت، عیسائیت اور عرب مشرکین کو بیان کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

The Sources of the Quranic are unmistakenable. Christian, Jewish and Arab hesthenl.

مستشرقین جہاں انجیل یا عیسائیت کو اسلام اور قرآن مجید کا ایک مصدر گردانتے ہیں تو وہاں ان کے لیے ایک سوال یہ ہے کہ عیسائیت تو مکہ یا اس کے گردونواح میں موجود نہیں تھی تو پیغمبر اسلام ﷺ نے عیسائی عقائد کہاں سے معلوم کیے؟ پس جب عیسائی موجود نہیں تھے تو انجیل کہاں سے ہو گی؟ رچرڈ بیل نے کہا ہے کہ اگرچہ ایسی تاریخی روایات تو ملتی ہیں کہ بیت اللہ کی دیوار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر موجود تھی لیکن اس بات کے کوئی شواہد موجود نہیں ہیں کہ مکہ یا اس کے گردونواح میں عیسائی موجود تھے:

In spite of traditions to the effect that the picture of Jesus was found on one of the pillars of Ka'aba, there is no good evidence of any seats of Christianity in the Hijaz or in the near neighbourhood of Makkah or even of Medina.

ڈاکٹر ہاملٹن گب Hamilton Alexander Rosskeen Gibb (۱۸۹۵۔۱۹۷۱ء) نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مکہ سے تجارتی قافلے یمن جایا کرتے تھے اور دونوں شہروں میں ایک باہمی تجارتی تعلق بھی موجود تھا۔ انہی قافلوں کے ذریعے عیسائی تعلیمات وافکار مکہ پہنچے اور انہیں پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ایڈجسٹ کیا۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ قرآن مجید کے ذخیرۂ الفاظ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یمن کے عیسائی افکار تجارتی قافلوں کے رستے مکہ پہنچ چکے تھے:

In view of the close commercial relation between Mecca and Yemen it would be natural to assume that some religious ideas were carried to Mecca with the caravans of spices and woven stuffs, and there are details of vocabulary in the Quran which give colour to this assumption.

قرآن مجید بہت سے مقامات پر اناجیل (Gospels) کی مخالفت کرتا ہے جیسا کہ

قرآن مجید تثلیث (Trinity)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ (Son of God) ہونے اور انہیں صلیب دیے جانے کی نفی کرتا ہے۔ اگر تو قرآن مجید ان اناجیل کا محض ناقل ہی ہوتا تو ان سے اختلاف نہ کرتا۔ [2]

علم تاریخ کی روشنی میں کوئی ایسی گواہی موجود نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں انجیل کا عربی ترجمہ موجود تھا۔ مشرکین مکہ نے بھی آپ پر یہ اعتراض وارد کیا تھا کہ کوئی عیسائی معلم آپ کو تعلیم دیتا ہے، لیکن جسے آپ کا معلم قرار دیا جاتا تھا، اس کی زبان عجمی تھی اور قرآن فصیح عربی زبان میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [3]

''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ مشرکین کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو اس قرآن کی تعلیم ایک شخص دیتا ہے۔ اور جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے حالانکہ یہ قرآن مجید فصیح عربی زبان میں ہے۔''

اسی طرح قرآن مجید کے جو مصادر بیان کیے جاتے ہیں یعنی تورات وانجیل، ان کے قدیم ترین نسخے عبرانی اور یونانی میں تھے اور یہ دونوں زبانیں اہل عرب کے لیے اجنبی تھیں۔ بائبل کا قدیم ترین عربی ترجمہ نویں صدی عیسوی میں ہوا، یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد۔ [4]

قرآنی نص پر مستشرقین کے اعتراضات

مستشرقین نے قرآن مجید کی نص پر کئی ایک اعتراضات وارد کیے ہیں جن میں سے چند ایک کو ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

(۱) کہانت (Devinition) کا بہتان:

بعض مستشرقین کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کے صدق وامانت میں کوئی شک نہیں ہے اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ ایک عبقری انسان اور عظیم مصلح تھے، لیکن انہیں جو الہامات وحی کی صورت میں ہوتے تھے وہ کسی عالم غیب یا ماورائی دنیا سے نہ تھے یا

آسان الفاظ میں آسمانی پیغام نہ تھا بلکہ یہ ان کے اپنے نفس، وجود اور شعور کی گہرائیوں سے پیدا ہونے والے چند پیغامات تھے۔ وحی کی حقیقت کے بارے میں اس قسم کے خیالات کا اظہار ہاملٹن گِب نے کیا ہے۔ گِب نے وحی قرآنی کو 'Muhammad's Utterances' قرار دیا۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ مکی قرآن کا اسلوب بیان کاہنوں سے ملتا جلتا ہے اور مشرکین مکہ کے طعنہ دینے پر کہ وہ ایک کاہن ہیں، پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنا اسلوب تبدیل کر لیا:

In the earliest period of his preaching Mohammed's utterances were delivered in a sinewy oracular style cast into short rhymed phrases, often obscure and sometimes preceded by one or more formal oaths. This style is admittedly that of the ancient kahins or Arabian oracle-mongers, and it is not surprising that Mohammed's opponents should have charged him with being just another such kahin. For this and other reasons his style gradually loosened out into a simpler but still rhetorical prose; and as social denunciations and eschatological visions passed into historical narrative, and that in turn at Medina into legislation and topical addresses, little was left of its original stylistic features but a loose rhyme or assonance marking the end of each verse, now anything from ten to sixty words long. [٢٩]

اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خدا خوفی یا آخرت کا ڈر ایک ایسا ہتھیار تھا جسے پیغمبر اسلام ﷺ آخر دم تک اپنے مخالفین کو دھمکانے کے لیے استعمال کرتے رہے:

Whatever may have been the channels through which these ideas reached Mohammed, the fear of God's 'wrath to come' dominated his thought throughout his later life. It was for him not only, nor even chiefly, a

weapon with which to threaten his opponents, but the incentive to piety and good works of every kind. [۵۰]

جرمن مستشرق بروکلمان Carl Brockelmann (۱۸۶۸۔۱۹۵۶ء) نے بھی کہا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی دعوت میں کاہنوں کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کاہنوں کے اسلوبِ کلام کی مذمت کی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے واضح ہے۔ [۵۱] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ [۵۲]

"پس (اے نبی ﷺ!) آپ نصیحت کرتے رہیں، آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ ہی مجنون۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ. وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ. تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ. لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ.﴾ [۵۳]

"اور یہ قرآن مجید کسی شاعر کا کلام نہیں ہے، مگر تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے، مگر تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر نبی نے [بفرضِ محال] ہم پر جھوٹ گھڑا ہوتا تو ہم انہیں داہنے ہاتھ سے پکڑتے۔"

جو مستشرقین خدا کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کے لیے اس شبہہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ گھڑے گا تو اللہ تعالیٰ اسے لازماً اپنی پکڑ میں لے گا۔ آپ کی دُنیوی کامیابیاں بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ جس کلام کی نسبت آپ اللہ کی طرف کر رہے تھے، وہ واقعتاً اللہ ہی کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

(۲) خطائے حس (Hallucination) کا الزام:

سپرنگا کا خیال ہے کہ غار حراء میں تنہائی کی ریاضتوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی قوتِ تخیل کو مضبوط کر دیا تھا جس کی وجہ سے انہیں یہ غلط فہمی لاحق ہوئی کہ کوئی فرشتہ آسمانوں سے ان کے پاس وحی لے کر نازل ہوا ہے:

Whereas Springer says that Muhammad (SAWS) meditate in isolation, in this way his power of imagination increased, the fits of epilepsy enhanced, this condition betrayed him and led him to misunderstanding that it was divine revelation. (۴۷)

اس نے حالت وحی کو مرگی کی حالت سے تشبیہ دی ہے اور بعض نے تو اسے ہسٹیریا قرار دیا ہے۔ بعض مستشرقین کا کہنا یہ ہے کہ وحی کی کیفیت کے دوران آپ کا جسم بھاری ہو جاتا، پسینے چھوٹ جاتے اور آپ پر نیند کی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کی کوشش کرتے۔

رایسٹن پائیک Royston Pike کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو عجیب وغریب آوازیں سنائی دیتی تھیں، بعض اوقات وہ کانپنا بھی شروع ہو جاتے تھے، سخت سردی میں انہیں پسینہ آجاتا:

Royston Pike has written about the condition of revelation that the Muhammad (SAWS) fainted and expressed the most, nonsense views. He says Muhammad (SAWS) heard mysterious voices, he experience strange events, sometimes he (SAWS) began to tremble and then he (SAWS) fainted on his muscles distracted, in the chill cold, his face began to wet due to sweat. (۴۸)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مصنف الفرڈ ویلچ Alford T. Welch کا خیال ہے کہ قرآن مجید پیغمبر اسلام ﷺ کے فکری ارتقاء کا دوسرا نام ہے:

The Qur'an is the name of evolution in the thinking of Muhammad. (۴۹)

روڈنسن نے قرآن مجید کو پیغمبر اسلام ﷺ کی سمعی بصری خطائے حس (Auditory Visual Hallucination) قرار دیا۔ (۵۰)

سوال تو یہ ہے کہ کیا مرگی، ہسٹیریا، جنون وغیرہ جیسی نفسیاتی عوارض کا حامل شخص،

دنیا کی تاریخ میں، حامل قانون (Law giver) یا سربراہ ریاست (Head of the State) رہا ہے؟ علاوہ ازیں یہ نفسیاتی عوارض ایسے ہیں جو فکری صلاحیتوں کے مٹانے، حافظے کی کمزوری اور مزاج کے بگاڑ کا باعث بنتے ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کی فکری صلاحیت اور سیاسی بصیرت اس کا انکار کر رہی ہے۔

اور یہ اعتراض ایسا نہیں ہے جو پہلی مرتبہ مستشرقین نے کیا ہو۔ مستشرقین کے جمیع اعتراضات وہی ہیں جو مشرکین مکہ ان سے صدیوں پہلے کر چکے تھے۔ اسلام کے معاصر مخالفین تو ذہنی اعتبار سے اس قدر پس ماندگی کا شکار ہیں کہ کوئی نیا اعتراض بھی پیدا نہ کر سکے۔ جبکہ ان اعتراضات کے اصل موجد یعنی پیغمبر اسلام ﷺ کے دور کی سوسائٹی آپ پر ایمان لا کر ان جمیع اعتراضات کے لغو ہونے کا انکار کر چکی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ .﴾ [58]

''(اے نبی ﷺ!) آپ اپنے رب کی نعمت سے دیوانے نہیں ہیں۔''

(۳) خود کلامی (Soliloquy) اور کلام نفسی کا اعتراض:

ولیم میور کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ عرب معاشرے کی پست اقدار سے تنگ تھے، لہٰذا آپ غور وفکر اور مراقبوں کی طرف مائل ہوئے جس کے نتیجے میں آپ نے خدا، انسان، آخرت اور خیر وشر کے بارے میں کچھ تصورات کو شاعری یا خود گوئی (Poetry and Soliloquy) کی صورت میں بیان کرنا شروع کیا۔ لیکن جب مخاطبین نے یہ کہا کہ ایک پیغمبر زیادہ اس لائق ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے تو پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی پوزیشن پر غور کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ یہ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے اور انہوں نے اس ذہنی کیفیت میں کچھ عجیب سا منظر (apparition) دیکھا جسے انہوں نے فرشتے سے تعبیر کیا اور وہ مسلسل ایسا کلام پیش کرتے رہے جو ان کے دل ودماغ میں موجود حد تک بڑھتے ہوئے جوش وجذبے کے نتیجے میں نیم مدہوشی کے عالم میں ان سے صادر ہوتا تھا۔ [59] ولیم میور کے اعتراضات کا جواب سرسید احمد خان نے اپنی کتاب 'خطبات احمدیہ' میں دیا ہے جو ۱۹۰۰ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی اور اس کا انگریزی ترجمہ ۷۰۔۱۸۶۹ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔

رچرڈ بیل، مارگولیتھ اور منٹگمری واٹ کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے پہلے اللہ کو دیکھنے اور براہ راست وحی وصول کرنے کا دعویٰ کیا جبکہ جبرائیل کے واسطے کا تصور بعد میں متعارف کروایا گیا۔ اور ان مستشرقین کے نزدیک وحی سے مراد تجویز یا الہام (Suggestion or Inspiration) ہے نہ کہ الفاظ یا کلام۔ [60] کلام الٰہی کی یہ وہی تعبیر ہے جسے قرون وسطیٰ کے بعض مسلمان متکلمین نے یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر 'کلام نفسی' کے نام سے پیش کیا تھا۔ دوسری طرف منٹگمری واٹ کا کہنا یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کو پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ آپ کا یقین کامل تھا کہ آپ اپنی سوچ اور وحی میں فرق کر سکتے تھے:

> *Sometimes he [Muhammad] may have heard the words being spoken to him, but for most part he seems simply to have "found them in his heart" Whatever the precise "manner of revelation" -and several different 'manners' were listed by Muslim scholars- the important point is that the message was not the product of Muhammad's conscious mind. He believed he could easily distinguish between his own thinking and these revelations. His sincerity in this belief must be accepted by the modern historian, for this alone makes credible the development of a great religion. The further question, however, whether the messages came from Muhammad's unconscious, or the collective unconscious functioning in him, or from some divine source, is beyond the competence of the historian.* [61]

لیکن ساتھ ہی اس کا خیال یہ بھی ہے کہ قرآن مجید الفاظ کے بغیر فکری تبادلہ خیال (simple communication of thought without words) کی کوئی صورت ہے۔ [62] حالانکہ قرآن مجید میں ۱۲۵ مقامات ایسے ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ نازل شدہ کلام ہے۔ اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جو نازل ہوا ہے وہ متعین الفاظ ہیں نہ

کہ کوئی خیال، سوچ یا الہام۔

(۴) اجتماعی لاشعور (Collective Unconscious) کی تعبیر:

ایک اور مقام پر منٹگمری واٹ نے وحی کا خارجی مصدر انسانی اجتماعی لاشعور (Collective Unconscious) کو قرار دیا ہے۔ اس کے بقول پیغمبر اسلام ﷺ نے ورقہ بن نوفل سے ملاقات کے دوران عیسائیت کی تعلیم کے ذریعے اصلی رسالت کے پیغام کو سمجھا اور اسے اپنے تخیل وفکر کی قوت سے پروان چڑھایا۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو مخلص لیکن غلط فہمی میں مبتلا قرار دیتا ہے۔ اس کے بقول ایک مخلص شخص بھی غلط ہو سکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے جس وحی کو خارج سے کوئی آسمانی پیغام سمجھا وہ دراصل ان کے لاشعور کی آواز تھی:

> *To say that Muhammad was sincere does not imply that he was correct in his beliefs. A man maybe sincere but mistaken. The modern Westerner has not difficulty in showing how Muhammad may have been mistaken. What seems to a man to come from 'outside himself' may actually come from his unconscious.*

مستشرقین کے اس اعتراض پر سوال یہ ہے کہ اگر یہ کلام تخلیقی تخیل یا اجتماعی لاشعور یا انسانی تخلیق تھا تو قرآن مجید نے جب اس جیسا کلام لانے کا چیلنج دیا تو اہل عرب کی اکثریت فصیح اللسان ہونے کے باوجود اس جیسا کلام کیوں نہ لا سکی؟ امر واقعہ یہ ہے کہ مستشرقین کے جمیع اعتراضات وہی ہیں جو ان سے بہت پہلے مشرکین مکہ کر چکے تھے اور ان کا کافی وشافی جواب بھی انہیں خود قرآن ہی دے چکا ہے۔ وحی کے بارے مستشرقین کے جملہ اعتراضات کا جواب ڈاکٹر محمود ماضی نے اپنی کتاب "الوحی القرآنی فی المنظور الاستشراقی ونقده" میں دیا ہے۔

(۵) قدیم مصاحف میں کمی بیشی کا دعویٰ:

بعض مستشرقین نے قرآن پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ اس میں کمی بیشی ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین شامل نہیں

تھیں اور وہ کہا کرتے تھے کہ معوذتین قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ حالانکہ امام عاصم رحمہ اللہ نے زر بن حبیش کی سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو قراءت نقل کی ہے، اس میں فاتحہ اور معوذتین دونوں موجود ہیں۔ بعض مستشرقین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسی سورتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو قرآن میں نہیں ہیں جیسا کہ سورۃ الخلع، سورۃ الحفد اور قنوت وغیرہ۔ جبکہ امام نافع رحمہ اللہ نے جو قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس میں یہ سورتیں موجود نہیں ہیں۔

بعض مستشرقین کا کہنا یہ بھی ہے کہ قرآن مجید سے 'مُتعه' اور اہل بیت کی فضیلت سے متعلق بعض آیات یا سورتیں حذف کر دی گئیں۔ ان کے بقول حسین طبری کی کتاب "فصل الخطاب فی إثبات تحریف کتاب ربّ الأرباب" مطبوعہ ۱۲۸۹ء، ایران میں شیعہ علماء کی سینکڑوں ایسی نصوص جمع کی گئی ہیں کہ جن میں قرآن مجید میں کمی بیشی کا اثبات کیا گیا ہے۔ اسی طرح مفید نے اپنی کتاب "تحریف القرآن" مجلسی نے "تذکرۃ أئمة" کلینی نے "أصول کافی" قمی نے "تفسیر قمی" میں بعض آیات میں تحریف کا اثبات کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض شیعہ علماء نے تحریف قرآن کا شدت سے رد بھی کیا ہے جیسا کہ امام طبرسی نے "مجمع البیان لعلوم القرآن" میں قرآن میں تحریف کے عقیدہ کی اہل تشیع کی طرف نسبت کا سختی سے رد کیا ہے۔

(۶) قرآنی الفاظ پر غیر عربی (Foreign Vocabulary) ہونے کا الزام:

بیکش ٹراسا، تھیڈ ونولڈ یکے، آرتھر جیفری اور جوزف شاخت وغیرہ کا خیال ہے کہ قرآن میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو غیر عربی ہیں یا دوسری زبانوں مثلاً فارسی، حبشی، آرامی، یونانی اور لاطینی وغیرہ سے مستعار ہیں۔ گاث ہیلف نے رمان، سوق، زیت، سبیل، خمر، کتاب، مرجان، تفسیر، باب، زجاج، رحمان، قیوم، سکین، خاتم، فرقان، سلطان، عالم، صلی، صام، زکاۃ، عبد، کفر، تاب وغیرہ کو آرامی سے مستعار قرار دیا ہے۔ [۲۵] اسی طرح نولڈ یکے کا خیال ہے کہ قرآنی اصطلاح 'نبی' عبرانی، 'دین' فارسی اور 'ملة' آرامی زبانوں سے ماخوذ ہیں۔ [۲۶] علاوہ ازیں اس نے أمي، أساطیر، فرقان، نسخ، منافق، الرحمن، مثانی وغیرہ کو بھی

غیر عربی الفاظ قرار دیا ہے۔ [۲۰]

ایسی تحقیقات سے مستشرقین یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نہ صرف غیر عربی زبانیں سیکھا کرتے تھے بلکہ ان سے اچھی طرح واقف بھی تھے۔ درست بات تو یہ ہے کہ آرامی (Aramic) بھی عربی زبان کا ایک لہجہ (dialect) ہی ہے جو ناپید ہو چکا ہے۔

امام شافعی، امام طبری، ابن فارس، امام سیوطی، قاضی ابوبکر رحمہم اللہ کا موقف تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بھی عجمی لفظ موجود نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ فصیح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے البتہ یہ کہا ہے کہ قرآن میں جو دوسری زبانوں کے الفاظ موجود ہیں تو وہ اتفاقی مماثلت ہے۔ [۲۱]

ڈاکٹر حسن ضیاء الدین عتر نے اپنی کتاب "نقاء القرآن من الكلام الأعجمی" میں یہ کہا ہے کہ عربی زبان چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے بھی پہلے سے چلی آ رہی ہے لہٰذا اس زبان میں مستعمل جن الفاظ کی اصل یا مصدر یا اشتقاق موجود نہیں ہے تو یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے مصادر یا اشتقاقات وقت کے ساتھ متروک ہو گئے جبکہ یہ الفاظ باقی رہے۔

(۷) رسم قرآنی (Quranic Orthography) پر اعتراض:

آرتھر جیفری نے کہا ہے کہ مصحف عثمانی چونکہ نقاط، اعراب اور حرکات سے خالی تھا لہٰذا ایک ہی لفظ کو ایک قاری 'يعلمه' پڑھتا اور دوسرا 'نعلمه'۔ کچھ 'تعلمه' پڑھتے تو کچھ 'بعلمه'۔ یہی بات اس سے پہلے گولڈ زیہر بھی کر چکا تھا۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ رسم کے تابع ہیں، یعنی رسم سے جتنی قراءات نکل سکتی تھیں وہ قراء نے نکال لیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ رسم، قراءت کے تابع ہے۔ مسلمان علماء میں سے ابن مقسم (متوفی ۳۵۴ھ) کا یہ خیال تھا کہ اگر کسی قراءت کی گنجائش مصحف کے رسم سے نکلتی ہو اور عربی زبان کے قواعد کے موافق ہو، خواہ اس کی سند نہ بھی ہو تو ایسی قراءت جائز ہے۔ جبکہ ابن شنبوذ (متوفی ۳۲۸ھ) کا موقف یہ تھا کہ محض سند پر اعتماد کرنا چاہیے، یعنی اگر کسی

قراءت کی سند مل جائے تو چاہے وہ رسم مصحف کے مطابق نہ بھی ہو تو بھی اسے پڑھنا جائز ہے۔ [۴۹] حالانکہ ایسی قراءات میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ وہ عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی ہوں۔ ابن شنبوذ اور ابن مقسم کے افکار کو مسلمان علماء نے قبول نہیں کیا بلکہ وقت کے سلطان نے علماء وفقہاء کی موجودگی میں ان دونوں سے توبہ کروائی تھی اور ان کی توبہ باقاعدہ لکھی بھی گئی تھی۔ [۵۰]

۞۞۞۞۞

مصادر و مراجع

1- Theodor Noldeke. Accessed 30 June, 2014, from http://fr.wikipedia.org/wiki/R%C3%A9gis_Blach%C3%A8re.

۲۔ آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیره. ۱/ ۱۱۳۔

۳۔ أیضاً: ۱۱۴۔

٤۔ أیضاً: ۱۱٤۔۱۱۵۔

٥۔ أیضاً: ۱۱۵۔۱۱٦۔

٦۔ أیضاً: ۱۱۷۔

7- Since its first publication in 1955, the interpretation by A.J. Arberry has continued to be a vital influence over the decades Today, it has come to be regarded as one of the most authoritative, faithful, fluid, and readable interpretations of the Qur'an, recommended by academics and general readers alike. Rendered into accessible English verse, this text continues to be praised for its language, literary quality, and its even-handed approach, making it valuable not only for those new to the Qur'an, but also for bilingual Muslims, non-Arabic-speaking students of the Qur'an, and a wide range of other readers. (Accessed 30 June, 2014, from http://www.oxfordislamicstudies.com/Public/book_tki.html)

8- Arthur John Arberry. Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Arthur_John_Arberry.

۹۔ حسن سعید غزالة، الدكتور، أساليب المستشرقين فى ترجمة معانى القرآن الكريم دراسة أسلوبية لترجمتى سيل وآربرى لمعانى القرآن الكريم إلى الإنجليزية، ص۱۸، الطبعة الإلكترونية:

Dr. Hasan Saeed Ghazalah, Retrieved 30 June, 2014 from http://www.al-maktabeh.com/play.php?catsmktba=785.

10- Haytham bin Abd al-Aziz, Derasah le Tarjamah Ma'aani al-Quran al-Karim ila al-Injaliziyyah, Accessed 30 June, 2014, from http://d1.islamhouse.com/data/ar/ih_books/single8/ar_Derasa_English.pdf

11- John Wansbrough, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/John_Wansbrough.

۱۲۔ آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره: ۱/ ۱۷۳۔

۱۳۔ أيضاً۔

14- John Edward Wansbrough, Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation, Prometheus Books, 2004, pp. 122-227

15- William Montgomery Watt, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/William_Montgomery_Watt.

16- Their accounts will be re-examined in the light of studies by Gold Ziher and Schacht. (John Burton, The Collection of The Qur'aan, Cambridge University Press, 1979, p. 5)

17- Ibid, p. 225.

18- Ibid., pp. 239-240.

19- Ibid., p. 72.

20- Ibid., p. 160.

21- Ibid., p. 239.

22- Ibid., p. 232.

23- Ibn Warraq, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Ibn_Warraq.

24- Ibid.

25- François de Blois, "Review of Ibn Warraq's The Origins Of The Koran: Classic Essays On Islam's Holy Book", Journal Of The

Royal Asiatic Society, 2000, Vol. 10, Part 11, p. 88.

۲۶۔ البقرۃ: ۱۲۳؛ یونس: ۳۸؛ الإسراء: ۸۸؛ الطور: ۳٤

27- The Collection of The Quran, pp. 47-48.

28- Ibid., 48.

29- Ibid.

30- Ibid.

۳۱۔ آراء المستشرقین: ص ۲۵٦۔

۳۲۔ البدایة والنهایة: ۲/ ۲۲٦۔

۳۳۔ آراء المستشرقین: ص۲۵٦۔۲٦۳۔

۳٤۔ ابن کثیر إسماعیل بن عمرو، البدایة والنهایة، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸٦ء، ۳/ ٦۳۔

۳۵۔ یوسف: ۱۲: ۲۔

۳٦۔ النحل: ۱٦: ۱۰۳۔

۳۷۔ البدایة النهایة: ۲/ ۲۳۰۔۲۳۱۔

۳۸۔ أیضاً۔

۳۹۔ أیضاً: ۲/ ۲۳۳۔

٤۰۔ أیضاً: ۲/ ۲۳۷۔

٤۱۔ آراء المستشرقین: ص۲٦٦۔۲٦۷۔

٤۲۔ أیضاً: ۲٦۷۔

43- Philip K. Hitti, Islam and the West: A Historical Cultural Survey, New York: Robert E. Krieger Publishing Company, 1979, p. 15

44- Richard Bell, The Origin of Islam in its Christian Enviorment, London: Frank Cass and Company Limited, 1968, p. 42.

45- H. A. R. Gibb, Mohammadanism: A Historical Survey, London: Oxford University Press, 1961, pp. 37-38.

٤٦۔ عبد الحکیم فرحات، الدکتور، إشکالیة تأثر القرآن الکریم بالأناجیل فی الفکر الاستشراقی الحدیث، ص۲، الطبعة الإلکترونیة:

Abd al-Hakim Farhat, Retrieved 30 June, 2014 from http://al-maktabeh.com/ar/play.php?catsmktba=769

٤٧۔ النحل: ١٦: ١٠٣

48- Bible translations into Arabic, Retrieved on 06 July, 2013 from http://en.wikipedia.org/wiki/Bible_translations_into_Arabic.

49- Mohammedanism: An Historical Survey, H.A.R. Gibb, London: Oxford University Press, 1950, 36-47.

50- Ibid.

٥١۔ صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الکھانۃ، ٧/ ١٣٥۔١٣٦۔

٥٢۔ الطور: ٥٢: ٢٩۔

٥٣۔ الحاقۃ: ٦٩: ٤١۔٤٥۔

54- Dr. Farhat Aziz, International Journal of Humanities and Social Science, Vol. 1, No. 11 [Special Issue – August 2011], p. 120.

55- Ibid.

56- Ibid.

٥٧۔ القلم: ٦٨: ٢۔

58- Muhammad Mohar Ali, The Quran and the Orientalists, Ipswich: Jam'iyat Ihyaa' Minhaaj al-sunnah, 2004, First Edition, p. 94.

59- Ibid., p. 135.

60- Muhammad Khalifa, Dr., The Sublime Quran and Orientalists, International Islamic Publishers, Karachi, 1989, p. 12.

61- The Cambridge History of Islam, Cambridge University Press: 1980, Vol. 1, p. 31

62- The Quran and the Orientalists, p. 173.

63- Watt, W. M., Muhammad Prophet and Stateman, Oxford University Press, 1964, pp. 237-239.

64- Ibid., p. 17.

٦٥۔ مساعد بن سلیمان بن ناصر الطیار، الدکتور، الدخیل من اللغات القدیمۃ علی القرآن من ظل کتابات بعض المستشرقین: عرض ونقد، ص ٣٣، الطبعۃ الإلکترونیۃ:

Musa'id bin Sulayman bin Nasir, Retrieved 30 June, 2014 from http://www.al-maktabeh.com/play.php?catsmktba=776.

۶۶۔ أيضاً: ص۳۷۔

۶۷۔ أيضاً: ص۳۸۔۳۹۔

۶۸۔ أيضاً: ص۴۲۔

۶۹۔ عبد الفتاح إسماعيل شلبى، الدكتور، رسم المصحف وأوهام المستشرقين فى قراءات القرآن الكريم: دوافعها، ودفعها، دار المنايرة، جدة، ص۳۱۔

۷۰۔ أيضًا: ص۳۰۔۳۱۔

❁❁❁❁❁

باب چہارم

حدیث اور مستشرقین

باب چہارم

حدیث اور مستشرقین

حدیث کے بارے میں مغربی اسکالرز کے رویے کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا مرحلہ ابتدائی دورِ تشکیک (early scepticism) کہلاتا ہے۔ دوسرا مرحلہ دورِ تشکیک کے خلاف ردِ عمل (reaction against scepticism) کا ہے۔ تیسرا مرحلہ درمیانی راہ تلاش کرنے (an attempt to search a middle ground) کا ہے۔ اور چوتھا تشکیک جدید (Neo-scepticism) کا دور ہے۔ ❶

۱ گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کا تعلق پہلے دور سے ہے۔ گولڈ زیہر کا خیال ہے کہ اکثر احادیث پہلی دو صدیوں میں اسلام کی مذہبی، تاریخی اور سماجی ترقی کا نتیجہ ہیں۔ اس نے اپنی کتاب "Muhammedanische Studien" کی دوسری جلد میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ شاخت کا کہنا ہے:

> *We shall not meet any legal tradition from the prophet which can be considered authentic.* ❷
>
> ''فقہی مسائل سے متعلق ہمیں پیغمبر اسلام سے کوئی ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی کہ جسے ہم 'صحیح' حدیث قرار دے سکیں۔''

۲ دوسرے دور کے نمایاں اسکالرز میں نابیہ ایبٹ ہے۔ نابیہ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ گولڈ زیہر اور شاخت کا 'وضعِ حدیث' (Hadith Fabrication) کا نظریہ غلط ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ جو مستشرقین ہجرت کے زمانے کے بعد احادیث کی کثرت کو بنیاد بناتے ہوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مدنی زندگی کے دس سالوں میں لاکھوں احادیث کا صادر ہونا ایک ناممکن امر ہے تو ان کو ہمارا جواب یہ ہے کہ ہجرت کے بعد کے زمانہ میں کثرتِ احادیث کی وجہ کثرتِ متن نہیں، بلکہ کثرتِ اسناد ہے۔ ❸ انڈین مسلم اسکالر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "Studies in Early Hadith Literature" میں اسی رائے کو اختیار کرتے

ہوئے گولڈ زیہر، شاخت اور مارگولیتھ David Samuel Margoliouth کے نظریات کا علمی محاکمہ کیا ہے۔ انہوں نے یہ مقالہ ۱۹۶۶ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے مکمل کیا۔ اسی طرح جوزف شاخت کے حدیث کے بارے میں نظریات کا انہوں نے پُرزور رد اپنی کتاب "On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence" میں کیا ہے۔

③ تیسرے مرحلے کے نمایاں مستشرقین میں جیوئن بال G.H.A. Juynboll اور جرمن مستشرق ہابائیڈ موٹسکی Harald Motzki ہیں۔ جیوئن بال اگرچہ شاخت سے متاثر ہے لیکن وہ حدیث کے بارے میں اُس کے انتہائی تشکیک پسندانہ رویے سے متفق نہیں ہے۔ وہ جوزف شاخت کے نقطہ نظر کو کچھ تنقیح کے بعد قبول کرتا نظر آتا ہے۔ اس نے شاخت کی حدیث کے بارے میں 'Common Link Theory' کو مہذب (refine) کیا ہے۔ شاخت کے نزدیک حدیث کی اسناد دوسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں وضع (create) کی گئیں تو جیوئن بال کے نزدیک حدیث کا مرجع (source) پہلی صدی ہجری کا آخر ہے۔ ہابائیڈ نے پہلی صدی ہجری کی احادیث کی سند کا ماخذ معلوم کرنے کے لیے tradition-historical کا اصول استعمال کیا۔ ❹

④ چوتھے مرحلہ کے نمایاں لوگوں میں مائیکل کوک Michael Allan Cook (۱۹۴۰ء پیدائش) اور نورمن کولڈر Norman Calder (۱۹۵۰-۱۹۹۸ء) کا نام ملتا ہے۔ یہ دونوں گولڈ زیہر اور جوزف شاخت سے بھی زیادہ تشکیک پسند ہیں۔ ❺

گولڈ زیہر (Ignaz Goldziher)

اگناس گولڈ زیہر Ignaz Goldziher (۱۸۵۰-۱۹۲۱ء) ہنگرین یہودی مستشرق ہے۔ یورپ میں نولڈ یکے کی طرح اسے بھی جدید علوم اسلامیہ کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ نولڈ یکے جس طرح قرآنیات میں مستشرقین کا امام ہے تو بالکل اسی طرح گولڈ زیہر کو علوم حدیث میں مستشرقین کی پیشوائی کا مقام حاصل ہے۔ گولڈ زیہر ہی وہ پہلا مستشرق ہے جس نے حدیث پر باقاعدہ نقد کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر جامع، منظم اور محقق انداز میں

پیش کیا۔

گولڈ زیہر سے پہلے گستاف وائل (1808-1889) Gustav Weil کا نام ہمیں ملتا ہے کہ جس نے اپنی کتاب "Geschichte der Chaliphen" میں یہ رائے پیش کی کہ صحیح بخاری کی تمام روایات کو رد کر دینا چاہیے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد سپرنگا Aloys Sprenger (1813-1893) نے اپنی کتاب "Das Leben und die Lehre des Mohammad" میں یہ بات کہی کہ ذخیرہ احادیث کی ایک بڑی تعداد 'موضوع' (fabricated) کی نسبت 'صحیح' احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کی یہ کتاب تین جلدوں میں ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۵ء کے مابین شائع ہوئی۔ بعد ازاں ولیم میور William Muir (1819-1905) نے اپنی کتاب "The Life of Mahomet" میں حدیث کی صحت وضعف معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک ذاتی معیار متعارف کروایا۔ اس کے نزدیک احادیث کی حیثیت ایک تاریخی ریکارڈ (historical facts) کی سی ہے۔ علاوہ ازیں گولڈ زیہر سے پہلے ڈچ اسکالر رائن ہرچ ڈوزے Reinhart Dozy (1820-1883) نے اپنی کتاب "Het Islamisme" میں یہ رائے پیش کی کہ صحیح بخاری کی نصف روایات 'صحیح' ہیں۔ ❻ یہ وہ مستشرقین تھے کہ جنہوں نے گولڈ زیہر سے پہلے حدیث کے بارے میں اپنی کسی رائے کا اظہار کیا۔

گولڈ زیہر نے اپنی تعلیم Budapest، Leipzig، Berlin اور Leiden کی یونیورسٹیوں سے حاصل کی۔ ۱۸۷۳ء میں اسے ہنگری حکومت نے شام، فلسطین اور مصر کے دورہ پر بھیجا تا کہ وہ مسلمان علماء سے استفادہ کر سکے۔ مصر میں قیام کے دوران اس نے جامعہ ازہر کے علماء سے استفادہ کیا۔ مصر میں قیام کے دوران وہ اسلام سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور اس کے بقول وہ دل سے مسلمان ہو گیا تھا اگرچہ زبان سے اس نے اسلام کا اقرار نہیں کیا تھا۔ اس کے الفاظ ہیں:

> *In those weeks, I truly entered into the spirit of Islam to such an extent that ultimately I became inwardly convinced that I myself was a Muslim, and judiciously discovered that this was the only religion which, even in its doctrinal and official formulation, can satisfy*

philosophic minds. My ideal was to elevate Judaism to a similar rational level. Islam, as my experience taught me, is the only religion, in which superstitious and heathen ingredients are not frowned upon by rationalism, but by orthodox doctrine. ❼

اس نے جمعہ کی ایک نماز میں شرکت کے دوران اپنے سجدے کی کیفیت کے بارے میں لکھا ہے کہ اسے ایسی ایمانی حلاوت پھر کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس کے الفاظ ہیں:

In the midst of the thousands of the pious, I rubbed my forehead against the floor of the mosque. Never in my life was I more devout, more truly devout, than on that exalted Friday. ❽

گولڈ زیہر نے ایک کتاب Muhammedanische Studien (Muslim Studies) کے نام سے مرتب کی جو دو جلدوں میں ۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی جس میں اس نے حدیث کے بارے میں اپنا 'وضع حدیث' (Fabrication of Hadith) کا نقطۂ نظر پیش کیا۔

گولڈ زیہر کا کہنا یہ ہے کہ اپنے ذاتی مسائل یا مفادات کی خاطر احادیث گھڑنے کا عمل پیغمبر اسلام ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اس کے الفاظ ہیں:

And after his [Prophet PBUH] death they added many salutary sayings which were thought to be in accord with his sentiments and could therefore, in their view, legitimately be ascribed to him, or of whose soundness they were in general convinced. These ahadiths dealt with the religious and legal practices which had been developed under the Prophet and were regarded as setting the norm for the whole Islamic world. They formed the basic material of hadith. ❾

اس کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے بالعموم اور معاویہ بن ابی سفیان، مغیرہ بن شعبہ، عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہم نے بالخصوص احادیث گھڑی

ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سرکاری سرپرستی میں احادیث گھڑنے کا رواج اس وقت عام ہوا جب انہوں نے اپنے منبر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح وثناء کی سرکاری مہم چلائی۔ اس کے الفاظ ہیں:

Official influence on the invention, dissemination and suppression of traditions started very early. An intruction given to his obedient governor al-Mughirah by Muawiyah-I is in the spirit of Ummayyads: Do not tire of abusing and insulting Ali and calling for God's mercifulness for Uthman. [10]

گولڈ زیہر کے بقول بنو امیہ کے دور میں احادیث گھڑنے کے عمل میں اضافہ ہوا اور یہ کام علماء نے کیا۔ اس کے بقول معاشرے نے جب حکمرانوں کے ظلم وستم کو دیکھا تو علماء نے ان ظالم حکمرانوں کے خلاف احادیث گھڑیں، مثلاً وہ روایات جو ان کے خلاف خروج یا ان سے جہاد کو بیان کرتی ہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

Thus the hadith led in the first century a troubled existence, in silent opposition to the ruling element which worked in the opposite direction. The pious cultivated and disseminated in their orders the little that they had saved from early times or acquired by communication. They also fabricated new material for which they could expect recognition only in a small community. [11]

اس کے برعکس حکمران بھی بھولے یا بے وقوف نہیں تھے۔ انہوں نے حکمرانوں کے خلاف خروج کے رد میں احادیث وضع کیں۔ اس طرح ایک سیاسی عمل احادیث کے ایک ذخیرہ کے گھڑنے کا سبب بنا۔ اس کے الفاظ ہیں:

This must not lead us to believe that during this period theologians were alone at work on the tradition. The ruling power itself was not idle. If it wished an opinion

to be generally recognized and the opposition of pious circles silenced, it too had to know how to discover a hadith to suit its purpose. They had to do what their opponents did: invent, or have invented, hadiths in their turn. And that is in effect what they did. [۱۲]

گولڈ زیہر کا خیال ہے کہ اکثر احادیث پہلی دو صدیوں میں اسلام کی مذہبی، تاریخی اور سماجی ترقی کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار اور جانوروں کی رکھوالی کے علاوہ کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتلایا گیا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بھی یہی روایت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں لیکن وہ شکار اور رکھوالی کے علاوہ کھیتی کے کتے کو بھی استثناء میں شامل کرتے ہیں تو اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ایک کھیتی کے مالک ہیں۔ اس سے گولڈ زیہر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کیا کہ چونکہ وہ ایک کھیت کے مالک ہیں لہٰذا انہوں نے اپنی روایت میں اپنے ذاتی فائدے کی خاطر کھیتی کے استثناء کو بھی شامل کر لیا:

The Prophet, it says in a tradition in al-Bukhari, gave the oder to kill all dogs except hunting and sheep dogs. Umar's son was told that Abu Hurayra also hands down the words: 'but with the exception of farm dogs as well.' Umar's sons says to this: Abu Hurayra owns cornfield, i.e. he has a vested interest in handing down the order with the addition that farm dogs should be spared as well. This remark of Ibn Umar is characteristic of the doubt about the good faith of the transmitters that existed even in the earliest period of the formation of tradition. [۱۳]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے جس قول کو بنیاد بناتے ہوئے گولڈ زیہر نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ پر احادیث وضع کرنے کا الزام لگایا، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"عن عمرو بن دينار عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ أمر بقتل

الكلاب، إلا كلب صيد، أو كلب غنم، أو ماشية، فقيل لابن عمر: إن أبا هريرة يقول: أو كلب زرع، فقال ابن عمر: إن لأبي هريرة زرعا.“ [14]

”حضرت عمرو بن دینار، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا سوائے شکار یا مویشیوں کی رکھوالی کے کتوں کے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ کھیتی کا کتا بھی مستثنیٰ ہے تو انہوں نے جواب دیا: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس کھیت ہے۔“

اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنے کا وعدہ کیا لیکن نہ آئے اور انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ کے حجرہ مبارک میں کتے کا ایک بچہ تھا جس کی وجہ سے وہ نہ آسکے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

”عن ابن عباس قال: حدثتني ميمونة زوج النبي ﷺ أن النبي ﷺ قال: إن جبريل، كان وعدني أن يلقاني الليلة، فلم يلقني، ثم وقع في نفسه جرو كلب تحت بساط لنا، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بيده ماء فنضح به مكانه، فلما لقيه جبريل قال: إنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولاصورة. فأصبح النبي ﷺ فأمر بقتل الكلاب.“ [15]

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن مجھ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رات میں ملاقات کا وعدہ کیا لیکن ملاقات کے لیے تشریف نہ لائے۔ پھر آپ کے دل میں کتے کے ایک بچے کا خیال آیا جو بستر کے نیچے گھسا ہوا تھا۔ پس آپ نے اسے حجرہ مبارک سے باہر نکالنے کا حکم دیا، پس اسے نکال دیا گیا۔ آپ نے اس کی جگہ پانی چھڑک دیا۔ پس جب جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا: ہم فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر صبح ہوتے ہی کتوں کے قتل کرنے کا حکم جاری فرمایا۔“

کتوں کی موجودگی چونکہ فرشتوں کی آمد میں مانع تھی لہٰذا آپ نے ان کے عمومی قتل

کا حکم جاری فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن نافع عن ابن عمر قال: أمر رسول اللّٰه ﷺ بقتل الکلاب، فأرسل في أقطار المدینة أن تقتل." [66]

''حضرت نافع، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ مدینہ کے گردونواح میں لوگوں کو اس مقصد کے لیے بھیجا گیا۔''

اس قتل کے حکم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بقول دو قسم کے کتوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن ابن عمر أن رسول اللّٰه ﷺ أمر بقتل الکلاب، إلا کلب صید، أو کلب غنم، أو ماشیة." [67]

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا سوائے شکار یا مویشیوں کی رکھوالی کے کتوں کے۔''

جب بڑی تعداد میں کتوں کو قتل کیا جا چکا تو پھر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے قتل سے منع کر دیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن جابر قال: أمر النبي ﷺ بقتل الکلاب، حتی کانت المرأة تقدم من البادیة یعني بالکلب فنقتله، ثم نهانا عن قتلها، وقال: علیکم بالأسود." [68]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم دیا' یہاں تک کہ ایک عورت دیہات سے مدینہ میں اپنے کتے کے ساتھ آتی تھی تو ہم اس کتے کو بھی قتل کر دیتے تھے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے سیاہ کتے کے علاوہ کتوں کو قتل کرنے سے ہمیں منع کر دیا۔''

ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں، لہٰذا میرا مقصود ان کی نسل کا خاتمہ نہیں ہے۔

ایک ایسا معاشرہ جہاں کتوں کا پالنا ایک معمول اور رواج ہو وہاں اللہ کے رسول ﷺ کے قتل کے اس حکم میں بظاہر یہ حکمت بھی نظر آتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس

جانور کی محبت کی بجائے اس سے کراہت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ جب یہ مقصود کسی درجے میں حاصل ہو گیا تو پھر ایک دن آپ نے مزید کتوں کے قتل سے منع کرنے کے لیے ایک خطبہ دیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن عبد الله بن مغفل قال: إني لممن يرفع أغصان الشجرة عن وجه رسول الله ﷺ وهو يخطب، فقال: ((لو لا أن الكلاب أمة من الأمم لأمرتُ بقتلها كلها، فاقتلوا منها كل أسود بهيم، وما من أهل بيت يرتبطون كلبا إلا نقص من عملهم كل يوم قيراط، إلا كلب صيد، أو كلب حرث، أو كلب غنم))." [19]

''حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے سے درخت کی شاخیں ہٹانے کے لیے انہیں پکڑا ہوا تھا جبکہ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا: اگر کتے اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔ پس اب ان میں سے جو کالے سیاہ ہیں تو انہیں قتل کرو۔ اور کوئی بھی گھر والے کسی کتے کو باندھ کر رکھیں گے تو ان کے اجر وثواب میں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جائے گا سوائے شکار، کھیتی یا مویشیوں کے کتے کے۔''

اس روایت سے یہ وضاحت ہو رہی ہے کہ یہ ایک دوسرے موقع پر علیحدہ سے حکم تھا۔ پہلا حکم کتوں کے قتل کا تھا اور اس میں شکار اور مویشی کا استثناء رکھا گیا۔ بعد میں کتوں کے قتل کا حکم ختم کر دیا گیا اور ایک دوسرا حکم جاری کیا گیا کہ کتا پالنا اجر وثواب میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ اس حکم میں شکار اور مویشی کے ساتھ کھیتی کا استثناء بھی رکھا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے حکم کے استثناء کے بارے میں ہے، جبکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت دوسرے حکم کے مستثنیٰ کو بیان کر رہی ہے، لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی طرح یہی استثناء حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بھی ایک دوسرے مقام پر کر رہے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن قتادة عن أبي الحكم، قال: سمعت ابن عمر، يحدث عن

النبیﷺ قال: ((من اتخذ کلبا، إلا کلب زرع، أو غنم، أو صید، ینقص من أجره کل یوم قیراط)). "[20]

''حضرت قتادہ نے ابوالحکم سے نقل کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی کتے کو رکھا سوائے کھیتی یا بھیڑ بکریوں یا شکار کی غرض سے تو اس کے اجر میں سے ایک قیراط روزانہ کم کیا جائے گا۔''

پھر یہ بھی ہے کہ کھیتی کے کتے کا استثناء صرف حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا ہے بلکہ اور بھی صحابہ نے کیا ہے، جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن سفیان بن أبی زهیر قال: سمعتُ النبی ﷺ یقول: ((من اقتنی کلبا، لا یغنی عنه زرعا ولا ضرعا. نقص من عمله کل یوم قیراط)) فقیل له: أنت سمعتَ من النبیﷺ؟ قال: إی، وربِّ هٰذا المسجد. "[21]

''سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس نے کوئی کتا پالا جو اس کی کھیتی یا مویشیوں کے کام کا نہ ہو تو اس کے عمل میں سے روزانہ ایک قیراط اجر کم کیا جائے گا''۔ سفیان بن ابی زہیر سے کہا گیا کہ واقعتاً آپ نے یہ بات اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! اس مسجد کے رب کی قسم!''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

"عن عبد اللّٰه بن مغفل أن رسول اللّٰهﷺ: أمر بقتل الکلاب، ثم قال: مالهم وللکلاب؟ ثم رخص لهم فی کلب الزرع. "[22]

''حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا اور کہا: یہ کتے ان کے کس کام کے ہیں؟ پھر آپ نے کھیتی کے کتے کے بارے میں رخصت دے دی۔''

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے بارے اس تبصرے کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے جو گولڈ زیہر نکال رہا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا

مطلب صرف یہی ہے کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کھیت والے ہیں لہٰذا انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو یاد رکھا کہ کھیتی کا کتا بھی استثناء میں شامل ہے۔

ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ تبصرہ ((یرحم اللہ أبا ھریرۃ کان صاحب زرع)) [62] کے الفاظ میں نقل ہوا ہے۔ اگر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود اس تبصرے سے یہ ہوتا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ استثناء اپنے مفاد کے لیے گھڑ لیا ہے تو وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیہ کلمات کیوں کہتے؟ ان الفاظ کا معنی ومفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! وہ کھیتی والے تھے۔ لہٰذا انہوں نے کھیتی کے استثناء کو یاد رکھا۔ یہ تو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ پر الزام کی بجائے ان کے حق میں تعریفی کلمات ہیں جنہیں گولڈ زیہر نے کمال فن سے اعتراض بنانے کی کوشش کی ہے۔

مصطفیٰ الاعظمی کے علاوہ نورالدین نے بھی اپنے مقالے بعنوان "Authenticity of Hadith Literature: With Special Reference to Orientalists Views" میں گولڈ زیہر، جوزف شاخت اور روبسن وغیرہ کے حدیث پر اعتراضات کا جائزہ لیا ہے۔

جوزف شاخت (Josef Schacht)

جوزف شاخت Josef Schacht (۱۹۰۲ـ۱۹۶۹ء) جرمن ربرطانوی مستشرق ہے۔ وہ ایک کیتھولک فیملی میں پیدا ہوا اور جرمنی میں ہی اس نے اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے اساتذہ میں گاٹ ہیلف کا نام ملتا ہے۔ وہ آکسفورڈ، لائیڈن اور کولمبیا یونیورسٹی میں عربی اور اسلامیات کا پروفیسر رہا ہے۔ اہل مغرب میں حدیث اور فقہ اسلامی میں تخصص کی وجہ سے معروف ہے۔ حدیث کے بارے میں اس نے اپنا نقطہ نظر اپنی کتاب ''محمدی فقہ کے مصادر'' (Origins of Muhammadan Jurisprudence) میں پیش کیا جو ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۶۴ء میں فقہ اسلامی کے بارے میں اس کی کتاب ''فقہ اسلامی کا تعارف'' (An Introduction to Islamic Law) شائع ہوئی۔ حدیث میں اس نے 'Common Link Theory' کا تصور پیش کیا۔

شاخت حدیث کے بارے میں اپنے پیش رو گولڈ زیہر کے افکار سے متاثر ہے۔

اس نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ اس کی کتاب کا اصل مقصود گولڈ زیہر کے نقطہ نظر کو تقویت دینا اور قانونی وفقہی احادیث کا ماخذ امام شافعی رحمہ اللہ کے زمانے کے بعد ثابت کرنا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

The importance of a critical study of legal traditios for our research into the origins of Muhammadan jurisprudence is therefore obvious. This book will be found to confirm Goldziher's results, and to go beyond them in the following respects: a ugreat many tradition in the classical and other collections were put into circulation only after Shafi'i's time. [۲۴]

شاخت کا خیال ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کا آغاز بنو امیہ (Umayyad Caliphate; 661-750) کے آخر دور میں ہوا۔ اس کے الفاظ ہیں:

In any case. it is safe to say that Muhammadan legal science started in the later part of the Umaiyad period, taking the legal practice of the time as its raw material and endorsing, modifying, or rejecting it [۲۵]

شاخت کا کہنا یہ بھی ہے کہ احادیث کی کتب میں فقہی مسائل سے متعلقہ جو روایات ہمیں ملتی ہیں وہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے زمانے کے بعد گھڑی گئیں:

The aim of Part II is to show that a considerable number of legal traditions, which appear in the classical collections, originated after Malik and Shafi'i. [۲۶]

وہ قانونی احادیث کے گھڑے جانے کی تاریخ متعین کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ ۱۵۰ تا ۲۵۰ھ کے مابین کا زمانہ ہے:

The aim of the present chapter is to provide a firm starting point for the systematic use of traditions as documents for the development of legal doctrine, by investigating the growth of legal traditions in the

literary period, roughly from A.H. 150 to 250, between Abu Hanifa and the classical collections of traditions, with a few extensions into the first half of the second century.

اگرچہ اس گھڑنے کی ابتدا اس کے بقول دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں ہو چکی تھی۔ اس کا کہنا ہے:

Without attempting a rash generalization, we are therefore justified in looking to the first half of the second century A.H. for the origin of the bulk of legal traditions with which the literary period starts.

شاخت کے نزدیک فقہ اسلامی کی تدوین کے زمانہ میں مختلف مکاتب فکر کی نمائندہ شخصیات کو بے ترتیبی سے جمع کر کے احادیث کی اسناد گھڑی گئیں۔ اس کا کہنا ہے:

In particular, we shall see in the following chapter that some of those isnads which the Muhammadan scholars esteem most highly are the result of widespread fabrication in the generation preceding [Imam] Malik. The isnads were often put together very carelessly. Any typical representative of the group whose doctrine was to be projected back on to an ancient authority, could be chosen at random and put into the isnad.

احادیث کے وضع کیے جانے کے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت میں مثال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمان علماء کے ہاں ((مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر)) ایک ایسی سند ہے جسے بہت زیادہ مستند سند (Golden Chain) شمار کیا جاتا ہے۔ اِس حد تک تو اُس کی بات درست ہے کہ محدثین نے اس سند کو 'سلسلة الذهب' کا نام دیا ہے کہ اس میں امام مالک، امام نافع رحمہ اللہ سے روایت کر رہے ہیں جو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بھی ہیں۔ اس سلسلہ سند میں امام مالک رحمہ اللہ، حدیث کی کتاب ''موطا امام مالک'' کے مصنف، اور صحابی رسول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مابین صرف ایک واسطہ

ہے اور وہ واسطہ بھی ایک جلیل القدر تابعی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ کا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ امام نافع رحمہ اللہ کی وفات تقریباً ۱۱۷ھ میں ہوئی جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کی ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ امام نافع رحمہ اللہ کی وفات کے وقت امام مالک رحمہ اللہ ایک لڑکے تھے لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''موطا'' میں نافع رحمہ اللہ سے بیان کردہ روایات اتنی چھوٹی عمر میں ان سے لکھی ہوں:

But as Nafi' died in A.H. 117 or thereabout, and Malik in A.H. 179, their association can have taken place, even at the most generous estimate, only when Malik was little more than a boy. It may even be questioned whether Malik, whom Shafi'i charged elsewhere with concealing imperfections in his isnads, did not take over in written form traditions alleged to come from Nafi'. [20]

اس کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کی سن پیدائش کے بارے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے:

Nothing authentic is known of Malik's date of birth. [21]

جوزف شاخت اس عالی سند پر جو نقد کر رہا ہے وہ انتہائی سطحی ہے۔ اس کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کی سن پیدائش کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کی سن پیدائش کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق یہ ۹۳ھ ہے، جیسا کہ امام ذہبی [22] اور امام زرکلی [23] رحمہما اللہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ اس اعتبار سے امام نافع رحمہ اللہ کی وفات کے وقت امام مالک رحمہ اللہ کی عمر تقریباً ۲۴ سال بنتی ہے اور دونوں ایک ہی شہر مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ اگر امام مالک رحمہ اللہ نے ۲۰ سال کی عمر میں بھی ان کی شاگردی اختیار کی ہو تو انہیں چار سال ان کی صحبت نصیب ہوئی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''موطا'' میں امام نافع رحمہ اللہ سے ۸۰ روایات نقل کی ہیں جو ابن عبد البر رحمہ اللہ کے شائع شدہ صفحات کے مطابق تقریباً ۱۵ اوراق بنتے ہیں۔ [24] امام مالک اور امام نافع رحمہما اللہ جب دونوں ایک ہی شہر کے رہنے والے ہیں، تو

ایک شاگرد کو اپنے ایک استاذ سے ۸۰ روایات لینے میں کتنا وقت درکار ہوگا؟ اگر امام مالک رحمہ اللہ نے روزانہ ایک روایت اوسطاً امام نافع رحمہ اللہ سے سیکھی ہو تو یہ ۸۰ دن بمشکل تین ماہ بنتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کی سن پیدائش کے بارے میں بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ ۹۰ھ ہے یا بعض نے ۹۴ھ کا بھی ذکر کیا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ۹۶ھ میں ہے جبکہ ایک قول ۹۷ھ کا بھی ہے۔ لیکن کوئی ایسا قول موجود نہیں ہے جس میں ۹۷ھ کے بعد میں ان کی پیدائش نقل کی گئی ہو۔ پس اگر اس اختلاف میں صحیح ترین قول کی بجائے آخری قول کو بھی لیا جائے تو اس کے مطابق بھی امام نافع رحمہ اللہ کی وفات کے وقت امام مالک رحمہ اللہ کی عمر تقریباً ۲۰ سال بنتی ہے ◈ اور اگر انہیں تین ماہ کے لیے بھی امام نافع رحمہ اللہ کی شاگردی حاصل ہوئی ہو تو وہ بڑی آسانی سے یہ ۸۰ روایات ان سے نقل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی نے اپنی کتاب "المستشرقون ومصادر التشریع الإسلامی" میں گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کے وضع حدیث کے نقطہ نظر پر مفصل نقد کیا ہے جبکہ ڈاکٹر سعد المرصفی نے بھی اپنی کتاب "المستشرقون والسنة" میں ان دونوں کے افکار کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ فہد الحمودی نے جوزف شاخت کے نظریہ حدیث پر "On the Common-Link Theory" کے عنوان سے ۲۰۰۶ء میں پی ایچ ڈی مکمل کی ہے۔

نابیہ ایبٹ (Nabia Abbott)

نابیہ ایبٹ Nabia Abbott (۱۸۹۷ـ۱۹۸۱ء) امریکن مستشرق ہے جو یونیورسٹی آف شکاگو میں مشرقی علوم کی پہلی پروفیسر تھیں۔ وہ ۱۸۹۷ء میں ترکی میں ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد ایک تاجر تھے لہٰذا وہ اپنے والد کے ساتھ کچھ عرصہ عراق اور پھر انڈیا میں رہیں جہاں انہوں نے لکھنؤ سے اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مسلمان خواتین کی تاریخ پر ان کا کافی کام موجود ہے۔ سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ان کی کتاب "Aishah, the Beloved of Muhammad" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ ان کے نمایاں تحقیقی کاموں میں تین جلدوں میں ان کی کتاب "Studies in Arabic

"Literary Papyri" ہے جو ۱۹۵۷ء، ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئیں۔
ایبٹ نے گولڈ زیہر اور شاخت کے اس نقطہ نظر کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ احادیث کے ایک معتد بہ ذخیرہ کی اسناد نظریہ ضرورت کے تحت وضع کی گئی ہیں۔ شاخت کا کہنا تھا:

The isnads were often put together very carelessly. Any typical representative of the group whose doctrine was to be projected back on to an ancient aithority, could be chosen at random and put into isnad.

ایبٹ کا کہنا یہ ہے کہ میں نے احادیث کے جن مخطوطات (Manuscripts) پر ریسرچ کی ہے، اس کے مطابق احادیث زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے سے نسل در نسل نقل ہوتی چلی آئی ہیں، لہٰذا ان کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ یہ دوسری یا تیسری صدی ہجری میں وضع کی گئیں، غلط ہے۔ ایبٹ نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ یہ غلط فہمی احادیث کی اسناد کے میکانزم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ایبٹ کے بقول احادیث کے متون (Texts) تو پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے سے نسل در نسل چلے آ رہے تھے لیکن بعد کے زمانوں میں ان متون کو نقل کرنے والوں کی تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے مختلف طبقات میں اسناد (Chains of Transmitters) کی کثرت پیدا ہو گئی:

Analysis of the content and the chains of transmission of the traditions of the documents and of their available parallels in the standard collections, supplemented by the results of an extensive study of the sources on the sciences of Tradition, ulum al-hadith, lead me to conclude that oral and written transmission went hand in hand almost from the start, that the tradition of Muhammad as transmitted by his Companions and their Successors were, as a rule, scrupulously scrutinized at each step of the transmission, and that the so-called phenomenal growth of Tradition in the second and third

centuries of Islam was not primarily growth of content, so far as the hadith of Muhammad and the hadith of the Companions are concerned, but represents largely the progressive increase of parallel and multiple chains of transmission.[25]

ایبٹ کی یہ بات درست ہے کہ روایات کے نقل کرنے میں متون کی اتنی کثرت نہیں ہے جتنی کہ اسناد کی ہے۔ محدثین کے نزدیک ایک ہی متن جب دس اسناد سے منقول ہو تو وہ اسے دس احادیث شمار کرتے ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی روایات کی تعداد ۷۲۷۵ ہے۔[28] امام بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ احادیث میں سے ''صحیح بخاری'' کا انتخاب کیا ہے۔[29] مستشرقین مثلاً ڈنکن مکڈونلڈ (۱۸۶۳ـ۱۹۴۳ء) وغیرہ نے اسی بات کو طعن بنا لیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو چھ لاکھ میں سے ساڑھے سات ہزار احادیث ہی صحیح مل سکیں، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ احادیث لاکھوں کی تعداد میں گھڑی گئی تھیں۔[30] جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لاکھوں روایات لاکھوں متون نہیں تھے بلکہ لاکھوں اسناد تھیں جو ہزاروں متون کو نقل کر رہی تھیں، جیسا کہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ وغیرہ نے وضاحت کی ہے۔[31]

جیمز روبسن (James Robson)

گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کے بعد ہمیں مغرب میں حدیث کا کوئی بڑا ناقد نظر نہیں آتا۔ اگرچہ برطانوی مستشرق الفریڈ گی آئیم Alfred Guillaume (۱۸۸۸ـ۱۹۶۶ء) نے ایک کتاب "The Traditions of Islam: An Introduction to the Study of the Hadith Literature" کے نام سے لکھی لیکن مصطفیٰ الاعظمی کے بقول وہ گولڈ زیہر کے افکار کا ہی چربہ ہے، کوئی نئی تحقیق نہیں ہے۔[32] علاوہ ازیں جیمز روبسن James Robson (پیدائش ۱۸۹۰ء) کہ جس نے مشکوۃ شریف کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے، کئی بھی حدیث پر کئی ایک تحریریں ملتی ہیں، لیکن وہ بھی بنیادی طور شاخت ہی سے متاثر ہے۔

روبسن نے احادیث کی سند کے نظام پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر

(متوفی ۹۴ھ) تک حدیث کی سند موجود نہیں تھی اور احادیث بغیر سند کے نقل ہو رہی تھیں اور زہری (متوفی ۱۲۴ھ) کے زمانے میں اسناد کا رواج عام ہوا۔ ◆ روبسن کا کہنا یہ بھی ہے کہ معروف مؤرخ اور سیرت نگار ابن اسحاق (متوفی ۱۵۰ھ) نے دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں اکثر معلومات بغیر سند یا ناقص سند کے ساتھ بیان کی ہیں۔ ◆

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی کے بقول جیمز روبسن بات کی حقیقت کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ ◆ اور یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ روبسن تاریخ اور حدیث میں فرق بھی نہیں کر سکا۔ وہ حدیث پر نقد کرتے ہوئے یہ دلیل بیان کرنے لگ جاتا ہے کہ مسلمانوں کی اکثر تاریخ بغیر سند کے نقل ہوئی ہے۔ سیرت بھی تاریخ اسلام کا ہی ایک باب ہے اور تاریخ مصادرِ اسلام میں سے نہیں ہے جبکہ سنت وحدیث مآخذ اسلام میں سے ہیں۔

سنت اور سیرت کی کتابیں ہمیشہ سے مختلف رہی ہیں۔ سیرت کے بنیادی مصادر سیرت ابن اسحاق یا سیرت ابن ہشام کو کبھی بھی مآخذ شریعت کے طور پر نقل نہیں کیا گیا، جبکہ صحاح ستہ جو سنت وحدیث کی کتب ہیں، کو قانونِ اسلامی میں ایک مصدر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ سیرت کا مطمح نظر اللہ کے رسول ﷺ کے حالاتِ زندگی کا جامع مطالعہ ہے جبکہ سنت وحدیث میں اصل مقصود شریعت اسلامیہ کی حفاظت ہے۔ یونیورسٹی آف برمنگھم سے جیمز روبسن اور جان برٹن کے نظریہ حدیث پر پی ایچ ڈی کا ایک مقالہ بعنوان "A critical study of western views on Hadith with special reference to the views of James Robson and John Burton" ۲۰۱۱ء میں ہوا ہے جس میں ان دونوں کے نقطہ نظر کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ ◆ علاوہ ازیں ڈاکٹر حاکم عبیسان المطیری نے بھی اپنی کتاب "تاریخ تدوین السنة وشبهات المستشرقین" میں روبسن کے نقطہ نظر پر نقد کی ہے۔

ڈاکٹر لقمان سلفی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "اهتمام المحدثین بنقد الحدیث سندا ومتنا ودحض مزاعم المستشرقین وأتباعهم" میں نمایاں مستشرقین کے علاوہ مسلمانوں میں ان کے افکار سے متاثر مصری اور ہندی اسکالرز مثلاً احمد امین، ابو ریہ، احمد زکی ابو شادی، اسماعیل ادھم، سرسید احمد خان اور چراغ علی وغیرہ کے نظریات کا بھی علمی محاکمہ کیا ہے۔

مستشرقین کے بے بنیاد افکار میں سے ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ ائمہ محدثین نے حدیث کی سند کی چھان پھٹک تو کی ہے لیکن حدیث کے متن کی تحقیق نہیں کی جس کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لیے عام طور پر اردو میں 'درایت' کا لفظ استعمال ہوتا ہے کہ حدیث کی روایتاً تحقیق تو ہوگئی ہے اب درایتاً ریسرچ کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر لقمان سلفی کے مقالہ میں یہ بات بطور موضوع شامل ہے کہ محدثین نے حدیث کی چھان پھٹک روایت اور درایت یعنی سند و متن دونوں پہلوؤں سے کی ہے۔ ڈاکٹر ضیاء العمری کا مقالہ "موقف الاستشراق من السنة والسيرة النبوية" بھی حدیث اور مستشرقین کے موضوع پر ایک اہم تحریر ہے۔ انہوں نے اطالوی مستشرق لیونے کایتانی Leone Caetani (۱۸۶۹۔۱۹۳۵ء)، ولیم میور اور اسپرنگا کے نظریات کو بھی ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

۞۞۞۞۞

مصادر ومراجع

1- Minggu, The Study of Hadith Literature in the West, Accessed on 30 June, 2014, from http://berandaintelektual.blogspot.com/2013/04/the-study-of-hadith-literarture-in-west.html.

2- Joseph Schacht, Origins of Muhammadan Jurisprudence, Oxford University Press, London: 1967, p. 149.

3- Minggu, The Study of Hadith Literature in the West.

4- Ibid.

5- Ibid.

6- Fatma Kizil, The Views of Orientalists on the Hadith Literature, Accessed on 10 October, 2013, from http://www.lastprophet.info/the-views-of-orientalists-on-the-hadith-literature.

7- Hamid Dabashi, Post Orientalism: Knowledge and Power in Time of Terror, New Jersey: Transaction Publishers, 2009, p. 88.

8- Ibid., p. 49.

9- Ibid., p. 166.

10- Ibid.

11- Talal Maloush, Early Hadith Literature and the Theory of Ignaz Goldziher, UK: University of Edinburgh, 2000, p. 176.

12- Ibid., p. 168.

13- Ibid., p. 169.

۱۴۔مسلم بن الحجاج النیسابوری، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المعروف بصحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الأمر بقتل الکلاب وبیان نسخہ، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۳/ ۱۲۰۰۔

۱۵۔أبو داؤد، سلیمان بن الأشعث السجستانی، سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الصور، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۴/ ۷۴۔

۱۶۔صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الأمر بقتل الکلاب وبیان نسخہ، ۳/ ۱۲۰۰۔

۱۷۔أیضاً۔

۱۸۔سنن أبی داؤد، کتاب الصید، باب فی اتخاذ الکلب للصید وغیرہ، ۳/ ۱۰۸۔

۱۹۔الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، أبواب الأحکام والفوائد، باب ما جاء من أمسك کلبا ما ینقص من أجر، دار الغرب الإسلامی، بیروت، ۱۹۹۸ء، ۳/ ۱۳۲۔

۲۰۔صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الأمر بقتل الکلاب وبیان نسخہ، ۳/ ۱۲۰۲۔

۲۱۔ابن ماجۃ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجۃ، کتاب الصید، باب النھی عن اقتناء الکلب إلا کلب صید أو حرث أو ماشیۃ، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، ۲۰۰۹ء، ۴/ ۳۶۴۔۳۶۵۔

۲۲۔سنن ابن ماجۃ، کتاب الصید، باب قتل الکلاب إلا کلب صید أو زرع، ۴/ ۳۶۱۔

۲۳۔صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الأمر بقتل الکلاب وبیان نسخہ، ۳/ ۱۲۰۳۔

24- Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence,

London: Oxford University Press, 1967, p. 4

25- Ibid., p. 190.

26- Ibid., p. 138.

27- Ibid., p. 140.

28- Ibid., p. 176.

29- Ibid., p. 163.

30- Ibid., pp. 176-77.

31- Ibid., p. 176.

٣٢- الذهبی، شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان، سير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بيروت، ١٩٨٥ء، ٨/ ٤٩۔

٣٣- الزركلی، خير الدين بن محمود بن محمد، دار العلم للملايين، بيروت، ٢٠٠٢ء، ٥/ ٢٥٧۔

34- Mustafa al-Azami, On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence, Lahore: Suhail Academy, 2004, p. 171)

35- Ibid.

36- Origins of Muhammadan Jurisprudence, p. 163.

37- Nabia Abbott, Studies in Arabic Literary Papyri, Chicago: The University of Chicago Press, 1967, Vol. 2, p. 2.

٣٨- محمود الطحان، تيسير مصطلح الحديث، مركز المدنی للدراسات، الإسكندرية، ١٤١٥هـ، ص٣٤۔

٣٩- ابن بطال، علی بن خلف بن عبد الملك، شرح صحيح البخاری، مكتبة الرشد، الرياض، ١/ ٦۔

40- Duncan B. Macdonald, Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory, New Jersey: The Law Book Exchande, 2008, p. 80.

٤١- الجوزی، جمال الدين عبد الرحمن بن علی بن محمد، صيد الخاطر، دار القلم، دمشق، ٢٠٠٤ء، ص ٢٥٨۔

٤٢- محمد بهاء الدين الدكتور، المستشرقون والحديث النبوی، دار النفائس، الأردن، ١٩٩٩ء، ص٢١۔

۴۳۔ أیضاً: ص۱۰۱۔ ۱۰۲۔

۴۴۔ أیضاً: ص۱۰۱۔

۴۵۔ أیضاً: ص۲۱۔

46- Abstract: The present thesis is a critical examination of the two well-known post-Schachtian scholars of Hadith; James Robson and John Burton. Both scholars are major contributors to modern Hadith studies in the West. It assesses their main arguments and their methodological approaches to Hadith literature. It also provides a historical survey of the key arguments and works of their predecessors since the rise of the modern Western debates over the reliability of Hadith materials. This critical study points to the conclusion that Robson and Burton were heavily influenced by the sceptical attitude of Ignaz Goldziher and Joseph Schacht towards the historicity of Hadith. However, Robson is inclined to accept some aspects of the Muslim traditional view regarding the genesis of Hadith and its isnad system (chain of transmitters). Burton, on the other hand, expresses a sceptical stance towards the historicity of Hadith and argues that the development of Hadith originated from the exegesis of the Qur'an, having no historical basis in the teachings of Prophet Muhammad. (Alshehri, Mohammed S.H., A critical study of western views on Hadith with special reference to the views of James Robson and John Burton, Ph.D. thesis, University of Birmingham, 2011, Accessed on 30 June, 2013, from http://etheses.bham.ac.uk/1671/

✿✿✿✿✿

باب پنجم

سیرت اور مستشرقین

باب پنجم

سیرت اور مستشرقین

سیرت کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نظر اور رویوں کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ذیل میں ہم ان کے بارے کچھ بحث کر رہے ہیں:

پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے قرون وسطیٰ کے مغربی اسکالرز کا موقف

پہلا دور قرونِ وسطیٰ (Middle Ages) کے مستشرقین کا ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ کو جعل ساز، مکار، فریبی اور جھوٹا نبی (Impostor) تک قرار دیتے ہیں، معاذ اللہ! دوسرے دور کا آغاز انیسویں صدی کے وسط سے ہوتا ہے۔ اس دور میں عام طور پیغمبر اسلام ﷺ کے اخلاص پر تو کسی شک کا اظہار نہیں کیا گیا، لیکن آپ کے دعوائے نبوت کو معصومانہ وہم (Innocent Delusion) قرار دیا گیا اور اس کا تعلق کسی نوع کے نفسیاتی خلل (Psychological Disorder) سے قائم کر دیا گیا۔ پہلے دور کا آغاز پادری یوحنا دمشقی Saint John of Damascus (۶۷۶۔۷۴۹ء) سے ہوتا ہے جبکہ ڈاکٹر محمد مہر علی (Mohar Ali) نے دوسرے دور کا آغاز تھامس کارلائل Thomas Carlyle (۱۷۹۵۔۱۸۸۱ء) کو قرار دیا ہے۔ ❶

اللہ کے رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں مستشرقین کے پہلے دور کا رویہ ایسا ہے کہ معاصر مغرب کو بھی اس پر افسوس ہے۔ معروف مستشرق ڈاکٹر فلپ کے ہٹی Philip Khuri Hitti (۱۸۸۶۔۱۹۷۸ء) نے اپنی کتاب "Islam and the West" مطبوعہ ۱۹۶۲ء میں 'Islam in Western Literature' کے نام سے باقاعدہ ایک باب باندھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں قرونِ وسطیٰ کے مستشرقین کے بے ہودہ الزامات اور بے سروپا کہانیاں نقل کی ہیں۔ اس باب کا ترجمہ مولانا وحید الدین خان نے اپنی کتاب ''شاتم رسول کا مسئلہ'' میں نقل کیا ہے۔

یوحنا دمشقی (متوفی ۷۴۹ء) وہ پہلا عیسائی عالم ہے کہ جس نے اسلام پر یہ طعن کیا

کہ اسلام بت پرستی کی تعلیم دیتا ہے اور اس میں ایک جھوٹے رسول کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد دانتے Dante Alighieri (متوفی ۱۳۲۱ھ) نے اپنی مشہور نظم خدائی کامیڈی (Divine Comedy) میں پیغمبر اسلام ﷺ کو نوویں جہنم میں دکھایا ہے۔ قرطبہ کے ایک بشپ ایولوگیس (Saint Eulogius of Córdoba) نے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے بعد ان کے جسم کو کھانے کے لیے جنگلی کتے آئے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان کتوں کو ناپاک قرار دیتے ہیں۔ یہ افسانہ پہلے لاطینی زبان میں شائع ہوا اور بعد میں فرانس میں پہنچا تو ایک فرانسیسی شاعر نے اپنی ایک نظم میں یہ نقشہ کھینچا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے بعد ان کے جسم کو جنگلی کتے اور سور دونوں کھانے آ رہے ہیں۔ ❷ معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ!

اسی طرح یہ کہانی بھی اہل مغرب میں صدیوں گردش کرتی رہی کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا تابوت زمین اور آسمان کے مابین معلق ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ ایک اور افسانہ تو اس قدر معروف ہوا کہ انگریزی ادب میں شامل ہو گیا اور وہ یہ کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک کبوتر کو تربیت دے رکھی تھی جو ہر وقت آپ کے کندھے پر بیٹھا رہتا اور وقفے وقفے سے جب آپ کے کان میں پڑا ہوا دانہ چگنے کے لیے چونچ مارتا تو آپ فرماتے کہ روح القدس اس کے ذریعے مجھے الہام کر رہے ہیں۔ ولیم شیکسپیئر William Shakespeare (۱۵۶۴۔۱۶۱۶ء) نے اپنے ایک کردار کی زبانی اس قصے کو نقل کیا ہے۔ ولیم شیکسپیئر سے بہت پہلے برطانوی شاعر جان لڈگیٹ John Ludgate (۱۳۷۰۔۱۴۵۱ء) تو اس کبوتر کے رنگ سے بھی واقف تھا کہ اس کا رنگ دودھیا سفید تھا۔ یہ واضح رہے کہ عیسائیوں کے ہاں کبوتر روح القدس کی علامت ہے مگر اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ معروف انگریز ادیب فرانسس بیکن Francis Bacon (۱۵۶۱۔۱۶۲۶ء) نے پیغمبر اسلام ﷺ کو عطائی (mountebank) قرار دیا تو سیور ڈوریر (Sieur du Ryer) نے فرانسیسی میں محمد کا قرآن "The Alcoran of Mahomet" کے نام سے ترجمہ قرآن شائع کر کے اسے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دیا۔ ❸

پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے دورِ جدید کے مغربی اسکالرز کا موقف

سیرتِ رسول ﷺ کے حوالے سے دوسرا دور کہ جسے مغرب علمی اسلوب اور رویے (academic scholarship) کا نام دیتا ہے، بھی اپنے مقاصد کے اعتبار سے پہلے دور سے قطعاً مختلف نہیں ہے۔ اس دور کے نامور مستشرقین کے نزدیک بھی پیغمبر اسلام ﷺ نہ تو اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں اور نہ ہی قرآن مجید کوئی آسمانی کتاب ہے۔ ان میں سے بعض آپ کو مخلص گردانتے ہوئے وحی کے سلسلے کو خطائے حس (hallucination) قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول پیغمبر اسلام ﷺ نے غار حراء میں امر واقعی میں کسی فرشتے یا جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا بلکہ مراقبوں (Meditation) کی کثرت کی وجہ سے آپ اس وہم میں مبتلا ہو گئے کہ آپ نے غار حراء میں کسی کو دیکھا ہے یا کسی نے وہاں آپ سے کچھ پڑھنے کو کہا ہے۔ جبکہ مستشرقین کی ایک اور جماعت آپ کو محض ایک سماجی مصلح (social reformer) قرار دیتے ہوئے آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتی ہے۔ یعنی وہ پیغمبر اسلام ﷺ کو ایک بہترین انسان یا اچھا قومی لیڈر ماننے کو تو تیار ہیں لیکن رسول یا نبی نہیں۔ اس دور کے یہ سب مستشرقین الگ الگ راگ الاپنے کے باوجود اپنے مقصد میں یکسو ہیں اور وہ محمد ﷺ کی پیغمبرانہ حیثیت کا انکار کرنا ہے۔ دوسرے دور کے معروف مستشرقین میں ہمیں اسپرنگا، ولیم میور، صموئیل مارگولیتھ اور منٹگمری واٹ کے نام ملتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کے افکار کا جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

ایلائس سپرنگا (Aloys Sprenger)

ایلائس سپرنگا Aloys Sprenger (۱۸۱۳ـ۱۸۹۳ء) ایک آسٹرین عیسائی مستشرق تھا جو ۱۸۱۳ء میں پیدا ہوا۔ آسٹرین یونیورسٹی آف وی اینا (University of Vienna) سے طبی اور مشرقی علوم کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد لندن چلا گیا۔ مسلمانوں میں عسکری علوم وفنون کی تعلیم وتربیت کی تاریخ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور ۱۸۴۳ء میں کلکتہ آ گیا اور یہاں دہلی کالج کا پرنسپل مقرر ہوا۔ ۱۸۴۸ء میں لکھنؤ گیا اور وہاں شاہی لائبریری کی فہارس تیار کیں۔

۱۸۵۰ء میں اسے ایشیائی سوسائٹی آف کلکتہ (Asiatic Society of

(Calcutta کا سیکرٹری بنایا گیا۔ ۱۸۵۷ء میں سوئٹزرلینڈ کی یونیورسٹی آف برن (University of Bern) اور ۱۸۸۱ء میں جرمن یونیورسٹی ہائیڈل بیگ (Heidelberg) سے تدریس کا تعلق قائم کیا۔ ۱۸۹۳ء میں فوت ہوا۔ ❹

سپرنگا نے ۱۸۵۱ء میں سیرت پر 'The life of Mohammad' کے نام سے کتاب شائع کی۔ علاوہ ازیں اس نے ہندوستان میں قیام کے دوران عربی اور فارسی کی بعض کتب کو ایڈٹ کر کے بھی شائع کیا۔ راقم کے پاس اس کتاب کا وہ نسخہ ہے جو ۱۸۵۱ء میں 'الہ آباد' سے شائع ہوا۔ کتاب ۲۱۰ صفحات پر مشتمل ہے جن میں سے شروع کے ۴۷ صفحات دور جاہلیت کی تاریخ کو بیان کر رہے ہیں۔ ❺

سپرنگا کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ توہم پرستی میں مبتلا تھے۔ وہ جنات پر یقین رکھتے تھے، فال نکالتے تھے اور جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ اس کے الفاظ ہیں:

> *The prophet was not free from superstition; he believed in jinn, omens and charms, and he had many superstitious habits. The jinn were, according to his opinion, of three kinds: some have wings and fly; others are snakes and dogs; and those of the third kind move about from place to place like men. Again, some of them believed in him, and others did not.* ❻

سپرنگا جو تادم حیات رومن کیتھولک چرچ سے وابستہ رہا، ❼ اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن مجید کو تو جنات پر یقین کی وجہ سے ہدف تنقید بنائے لیکن بائبل پر اس حوالے سے کوئی تبصرہ نہ کرے۔ جہاں تک جنات کی بات ہے تو بائبل کے قدیم اور معاصر تراجم ان کے وجود کی تصدیق کرتے ہیں اگرچہ اس کے لیے عربی لفظ 'جن' کی بجائے شریر ارواح (evil spirits) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً لوقا کی انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے وہ شخص صحت یاب ہو کر جاتا تھا کہ جسے بدروح چمٹ گئی ہو:

> *At that very time Jesus cured many who had diseases, sicknesses and evil spirits, and gave sight to many who*

were blind. [8]

علاوہ ازیں فال نکالنے کے بارے میں اگلے صفحے پر خود ہی سپرنگا نے وضاحت کر دی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ صرف نیک فال لیتے تھے:

His ideas of omens, however, were more sensible: he admitted lucky omens, but forbad to believe in unlucky ones. [9]

تو جب نیک فال لیتے تھے تو پھر کیا اعتراض باقی رہ گیا؟ سپرنگا قرآن مجید کی آیت ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ (الضحیٰ: ۷) کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اپنے دعوائے نبوت سے پہلے بتوں کی عبادت کرتے تھے:

Up to his fortieth year Mohammad devoutly worshipped the gods of his fathers. [10]

اس کا کہنا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں پیغمبر اسلام ﷺ کے ذہن میں اپنے آباء واجداد کے دین بت پرستی کے بارے میں کچھ شکوک وشبہات اور اوہام نے جنم لیا تو مسلمانوں نے اسے وحی کا نزول قرار دے دیا:

When he was forty years of age the first doubts concerning idoltary arose in his mind. The true believers ascribe this crisis to a divine revelation. [11]

ہمارا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں کوئی ایسی بات نقل نہیں ہوئی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ معاذ اللہ! بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس کی ایک تفسیر جو اہل علم کی ایک جماعت نے کی ہے، یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ کے رب نے آپ کو گم راہ لوگوں کے مابین پایا یعنی دورِ جاہلیت اور بت پرستی کے زمانے میں پایا اور ہدایت دی۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو تلاشِ حق میں سرگرداں پایا اور ہدایت عطا فرمائی۔ آپ نبوت ملنے سے پہلے ملت ابراہیمی اور دین توحید پر تھے، اگرچہ دین ابراہیمی اپنی مکمل صورت میں محفوظ نہیں تھا اور نہ ہی شریعت اسلامیہ کا ابھی تک نزول ہوا تھا۔ پس آپ نبوت سے پہلے تفصیلی ہدایت یعنی شریعت کی تلاش میں سرگرداں تھے اور اس کے لیے غار حرا میں قیام کے دوران دین ابراہیمی کی باقیات کے

مطابق عبادت فرمایا کرتے تھے۔

سپرنگا کا کہنا یہ بھی ہے کہ ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی غارِ حرا میں زید سے ملاقات ہوئی ہوگی جو دین حنیفیت پر تھے۔ انہوں نے ہی پیغمبر اسلام ﷺ کے ذہن میں ایک خدا کا تصور ڈالا ہوگا اور ان کی اس طرف رہنمائی کی ہوگی کہ وہ سابقہ آسمانی کتابوں تورات اور انجیل کا مطالعہ کریں:

> *It is likely that the accentric Zayed, whom he must have met in mount Hara, first instilled purer notion respecting God into his mind, and induced him to read the Biblical history.* [12]

ہمارا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی دلیل سپرنگا کے پاس نہیں ہے، اور ہوگی بھی کہاں کہ غارِ حرا میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ملاقات زید سے ہوئی اور پھر زید نے آپ کی ایک نئے دین کی طرف رہنمائی کی ہوگی۔ اسی لیے تو قرآن مجید ان لوگوں کے بارے کہتا ہے:

﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ [13]

''ان کے پاس ان کے دعویٰ کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے، یہ محض انکل پچو سے کام چلاتے ہیں۔''

سپرنگا کا کہنا یہ بھی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اپنا زیادہ تر وقت غارِ حراء میں گزارتے تھے اور مکہ میں کبھی کبھی آتے تھے۔ مسلسل مراقبوں کی وجہ سے انہیں شکوک وشبہات نے گھیر لیا اور ایک دن انہوں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ انہیں کہہ رہا ہے کہ آپ پڑھیں!

> *He spent the greater part of his time in Hara, and came only occasionally to Makkah for new provisions. Undisturbed meditation increased his excitement, and his over-strained brains were, even in sleep, occupied with doubts and speculations. In one of his visions he saw an angel, who said to him, "Read!".* [14]

ہمارا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے یہ کہنا قطعی طور پر غلط ہے کہ آپ اپنے اوقات کا اکثر حصہ غار حراء میں گزارتے اور مراقبہ کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیان کے مطابق آپ نبوت ملنے سے پہلے سال میں صرف ایک مہینہ غار حراء میں قیام کرتے تھے۔ ﴿۱۵﴾ بعض سیرت نگاروں کے مطابق آپ نے اپنی عمر کے اڑتیسویں سال سے اس کا آغاز کیا اور چالیسویں سال میں، جس مہینے آپ نے قیام فرمایا، وہ رمضان کا مہینہ تھا اور یہ تیسرا سال تھا کہ جس میں آپ نے غارِ حراء میں قیام فرمایا۔ پس اپنی عمر کے چالیسویں برس تک آپ کا غار حرا میں کل قیام محض تین ماہ کا تھا۔ غار حرا کے قیام کے تیسرے سال حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے۔ اسی طرح جب پہلی وحی کے نزول کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائیں تاکہ معلوم کریں کہ معاملہ کیا ہے تو ورقہ نے اس بات کی تصدیق کی کہ محمد ﷺ نے جسے دیکھا ہے، وہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لایا تھا۔ جو محمد ﷺ نے دیکھا، ورقہ بن نوفل نے نہ صرف اُس کے حق ہونے کی تصدیق کی بلکہ یہ بھی پیشین گوئی کی کہ آپ کی قوم آپ ﷺ کو آپ کے گھر سے نکال دے گی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش وہ اس وقت آپ ﷺ کر سکیں۔ یہ ورقہ بن نوفل وہ عیسائی عالم دین تھے جو دین عیسائیت میں بوڑھے ہوئے تھے اور انجیل کو اپنے ہاتھ سے عربی زبان میں لکھتے تھے۔ ﴿۱۶﴾

آپ کے معاصر عیسائی عالم دین کو تو آپ سے ملاقات کے بعد یہ احساس نہ ہوا کہ محمد ﷺ نے غار حراء میں کوئی خواب دیکھا ہے، لیکن ۱۲ سو سال بعد ایک عیسائی مشنری کو یہ خواب آتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ خواب میں جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتے تھے اور اسے حقیقت سمجھ لیتے تھے!

سیر نگا نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ذہن میں دین اسلام تین مراحل سے گزر کر ایک نظامِ زندگی کی صورت میں سامنے آیا۔ پہلا مرحلہ تو یہ تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اہل مکہ کے مذہب کے بارے اپنے مراقبوں میں سوچ بچار شروع کی اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد کے دین کو حیرت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اسے ایک خدا پر ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش شروع کی:

In the Quran we can trace three phases in the progress of the mind of Mohammad, from idolatry to the formation of a new creed. First, the religion of the Ka'bah, in which he sincerely believed, seems to have formed the principal subject of his meditations.. By mystifying the faith of his fathers he tried to reconcile it with the belief in one God.[۱۷]

دوسرے مرحلے میں مراقبات کی کثرت کی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ کو وحی والے خواب نظر آنے لگے کہ جس میں بت پرستی کی مخالفت تھی تو انہوں نے بت پرستی کی مخالفت شروع کر دی جبکہ اس سے پہلے وہ خود بھی ایک بت پرست تھے۔ دعویٰ نبوت کے آغاز میں آپ نے یہود ونصاریٰ کی مذہبی کتابوں کے سیکھنے اوران پر ایمان لانے کے بیان میں خصوصی توجہ دی لیکن جیسے جیسے آپ کو کامیابی ملتی گئی، آپ ان کی کتابوں سے بے نیاز ہوتے گئے۔ اس کے الفاظ ہیں:

It has been mentioned that the vision, in which he was ordered to read, caused him finally to renounce idolatry...Before the vision he was an idolator; and after the fatrah he possessed the acquaintance with the Scriptural history, which we find in the Qoran. Even after he had declared himself a prophet he shewed, during the beginning of his career, a strong leaning towards, and a sincere belief in, the Scriptures and Biblical legends; but in proportion to his success he seperated himself from the Bible. This is the second phase in the progress of the prophet's mind.[۱۸]

تیسرے مرحلے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے یہود ونصاریٰ کے مذہب کے مطالعہ کے بعد ان سے مایوس ہونے کی صورت میں ایک نیا دین متعارف کروانے کی طرف توجہ کی۔ اس کے الفاظ ہیں:

Disappointed with the Jewish and Christian religions,

he began to form a system of faith of his own; and this is the third phase of the transition period.[19]

سپرنگا نے قرآن مجید کے حوالہ سے اللہ کے رسول ﷺ کے فکری ارتقاء کے بارے جو تین مراحل بیان کیے ہیں، ان کی کوئی بنیاد قرآن مجید میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی سپرنگا قرآن مجید کے متن سے اپنے ان مراحل کو ثابت تو کجا پیش بھی کر سکا ہے۔ اس کے ان مراحل کا کل ماخذ اس کا متعصب ذہن ہے۔ سپرنگا کے موقف کے برعکس حقیقت حال یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اور تورات وانجیل کے باب میں قرآن مجید کا جو موقف مکی سورتوں میں ہے، وہی مدنی سورتوں میں بھی بیان ہوا ہے۔

اس کا کہنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ خطائے حس (halucinations) کے عارضہ میں مبتلا تھے اور انہیں اپنے اس عارضہ کا اس شدت سے احساس تھا کہ انہوں نے کئی مرتبہ مایوس ہو کر خودکشی کی بھی کوشش کی۔ اس کے الفاظ ہیں:

He suffered of halucinations of his senses; and, to finish his sufferings, he several times contemplated suicide, by throwing himself down from a precipice. His friends were alarmed at his state of mind. Some considered it as the accentricities of a poetical genius; others thought that he was a Kahin, soothsayer; but the majority took a less charitable view, and declared that he was insane; and, as, madness and melancholy are ascribed to supernatural influence in the east, they said that he was in the power of Satan and his agents, the jinn.[20]

ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ سب اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتِ مطہرہ پر بہتان ہے اور اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ جہاں تک خودکشی کے بہتان کا معاملہ ہے تو اس کا پس منظر صرف اتنا ہے کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد اللہ کے حکم سے وحی کچھ عرصہ کے لیے رکی رہی اور اسے فترتِ وحی (Intermission of Revelation) کا زمانہ کہتے ہیں۔ وحی کے نزول میں اس عارضی رکاوٹ نے آپ کی طبیعت میں اس قدر اضطراب اور بے چینی پیدا کر دی کہ بعض اوقات آپ یہ سوچتے کہ وحی کے بغیر زندگی کا کیا فائدہ؟ اس سوچ اور

فکر کا سبب نزول وحی کا شوق تھا نہ کہ کسی قسم کی مایوسی۔ (۲۱)

اسی طرح سپرنگا نے آپ کی ذات پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے یہ کہنا کہ کہ نرم دل تھے، درست نہیں ہے۔ اس کے بقول آپ اتنے سخت دل تھے کہ انہوں نے ایک قبیلے کے بعض لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں کھلے میدان میں دھوپ میں پھینک دیا اور وہ بھوکے پیاسے مرگئے۔ اس کے الفاظ ہیں:

His actions were, in some instances, as cruel as his poetry: some apostates from his faith were sentenced by him to have their hands and feet cut off, and their eyes pierced with hot iron. In this condition they were thrown on the stony plains of Maydynah. They asked for water, and it was refused to them; and so they died. Such instances of cruelty are the more characteristic of his fanaticism, as he was naturally mild, and even soft. (۲۲)

ہمارا جواب یہ ہے کہ اس اعتراض کی حقیقت یہ ہے کہ عُکل اور عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔ انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی اور ان کے پیٹ خراب ہو گئے۔ آپ نے انہیں مدینہ سے باہر بیت المال کے اونٹوں کی ایک چراگاہ میں بھیج دیا۔ ایک روایت کے مطابق یہ آٹھ کے قریب افراد تھے۔ انہوں نے وہاں قیام کیا تو صحت مند ہو گئے۔ انہوں نے صحت یاب ہونے کے بعد اس چراہ گاہ کے نگران صحابی کو اس طرح بے دردی سے قتل کیا کہ ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلاخیں پھیریں، انہیں بھوکا پیاسا پھینک دیا اور بیت المال کے اونٹ ہانک کر بھگا لے گئے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے ان کے پیچھے تقریباً بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو بھیجا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں پکڑا اور مدینہ لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان صحابی کا قصاص لیتے ہوئے اور بیت المال کے اونٹوں کی لوٹ مار کی سزا کے طور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور اُسی طرح قتل کرنے کا حکم دیا جس طرح انہوں نے چراگاہ کے نگران صحابی کو قتل کیا تھا۔ (۲۳) عُکل اور عرینہ قبیلے کے ان لوگوں کے اس جیسے افعال کو قرآن مجید نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ،

فساد فی الارض اور دہشت گردی قرار دیا ہے اور اس قسم کے جرائم کے لیے ایسی ہی سخت سزا بیان کی ہے۔ [۲۴]

ولیم میور (William Muir)

ولیم میور William Muir (۱۸۱۹ـ۱۹۰۵ء) ایک اسکاٹش مستشرق ہے جو ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوا۔ گلاسگو اور ایڈنبرا کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۳۷ء کو بنگال سول سروس کو جوائن کیا اور شمال مغربی صوبوں کے گورنر کے سیکریٹری کے طور اپنی سروس کا آغاز کیا۔ ۱۸۶۵ء میں انڈین گورنمنٹ کا سیکریٹری خارجہ مقرر ہوا۔ ۱۸۶۸ء میں اسے شمال مغربی صوبوں کا لیفٹیننٹ گورنر بنا دیا گیا۔ ۱۸۸۴ء میں شاہی ایشیائی سوسائٹی (Royal Asiatic Society) کا صدر بنا۔ ۱۸۸۵ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی کا پرنسپل منتخب ہوا اور ۱۹۰۳ء میں ریٹائر ہوا۔ یہیں پر ۱۹۰۵ء میں اس کی وفات ہوئی۔ [۲۵]

معروف کتب میں "The Life of Mahomet and History of Islam to the Era of the Hegira" ہے، جس کی پہلی دو جلدیں ۱۸۵۸ء اور تیسری چوتھی جلد ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئیں۔ یہی کتاب بعد میں تہذیب وتنقیح کے ساتھ "The Life of Mahomet from Original Sources" کے نام سے ۱۸۷۸ء میں شائع ہوئی۔ خلافت پر ایک کتاب "The Caliphate: Its Rise, Decline and Fall" کے نام سے لکھی۔ علاوہ ازیں کتب سیرت اور تاریخ میں "Mahomet and Islam" اور "The Rise and Decline of Islam" ہیں۔ ۱۸۹۷ء میں سیرت پر ایک کتاب "The Mohammedan Controversy" کے نام سے بھی شائع ہوئی۔ [۲۶]

سر ولیم میور کی معروف کتاب "The Life of Mahomet" ہے۔ ہمارے پاس اس کا ۱۹۲۳ء کا ایڈیشن ہے جو "The Life of Mohammad" کے نام سے شائع ہوا۔ کتاب کو دو حصوں "Mohammad Till The Hijra" اور "Mohammad at Medina" میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب ۳۷ ابواب اور ۵۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

سر سید احمد خان نے اس کتاب کا جواب دینے کی خاطر لندن کا سفر کیا اور

"الخطبات الأحمدية في العرب والسيرة المحمدية" کے نام سے سر ولیم میور کے رکیک اعتراضات کا جواب دیا۔ یہ کتاب اردو میں ''خطبات احمدیہ'' کے نام سے ۱۸۷۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی لندن سے شائع ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مہر علی نے بھی اپنی کتاب میں ولیم میور کے اعتراضات کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ ولیم میور اپنے پیش رو سپرنگا کا خوشہ چیں ہے اگرچہ اس نے سیرت کے موضوع پر مفصل کلام کرتے ہوئے اس کے کام پر اضافہ بھی کیا ہے۔

مستشرقین اس بات کو نہیں مانتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی مکہ آئے تھے اور انہوں نے یہاں حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آباد کیا تھا یا انہوں نے بیت اللہ تعمیر کیا تھا۔ ان کے بقول حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کی قربانی پیش کی تھی وہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ ولیم میور نے ان خیالات کو جدید اسلوب میں پیش کیا۔ اس کے بقول پہلے پہل مکہ میں بت پرست قبائل آ کر آباد ہوئے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان کے بارہ بیٹے شمالی عرب میں یمن کے علاقے میں آباد ہوئے تھے۔ بعد ازاں یمن سے ان کا ایک قبیلہ مکہ میں آیا اور آباد ہوا۔ ◆ ڈاکٹر مہر علی نے اپنی کتاب "Sirat al-Nabi and the Orientalists" میں اس نقطہ نظر کا خوب رد کیا ہے۔

ڈیوڈ صموئیل مارگولیتھ (David Samuel Margoliouth)

ڈیوڈ صموئیل مارگولیتھ David Samuel Margoliouth (۱۸۵۸۔۱۹۴۰ء) ۱۸۵۸ء میں لندن میں پیدا ہوا۔ چرچ آف انگلینڈ (Church of England) کے ایک متحرک پادری کے طور پر شہرت حاصل کی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۹۳۷ء تک عربی زبان کا استاذ رہا۔ اس کا والد یہودی سے عیسائی ہوا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں شاہی ایشیائی سوسائٹی (Royal Asiatic Society) کا ممبر بنا اور ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۷ء تک اس کا صدر رہا۔ عربی کتابوں کی ایڈیٹنگ اور ترجمے کی وجہ سے شہرت حاصل کی یہاں تک کہ مصری شاعر احمد شوقی نے اپنی نظم ''نیل'' کا انتساب اس کی طرف کیا۔ معروف کتب میں "Mohammed and the Rise of Islam" ہے جو ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۰۷ء میں بنو امیہ اور بنو عباس پر ایک کتاب "Umayyads and

"Abbasids کے نام سے شائع کی۔ ۱۹۱۴ء میں "The Early Development of Mohammedanism" کے نام سے فقہ اسلامی کی تاریخ پر ایک کتاب مرتب کی۔ ۱۹۲۲ء میں بنو عباس کے زوال پر ایک اور کتاب "The Eclipse of the Abbasid Caliphate" کے نام سے شائع کی۔ ۲۹

ہمارے پاس اس کتاب کا جو نسخہ ہے وہ ۱۹۰۵ء میں نیویارک سے شائع ہوا ہے۔ کتاب ۱۳ ابواب اور ۴۸۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ مارگولیتھ کا بھی اپنے پیش رووں کی تقلید میں نقطہ نظر یہی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے خوابوں کو حقیقت سمجھ لیا تھا اور جو کچھ وہ خواب میں دیکھ رہے تھے، اسے اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ یا کتاب سمجھ رہے تھے۔ اور اس بنیاد پر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے۔ اس نے اپنی کتاب میں "CHAPTER III FIRST DREAMS OF INSPIRATION: ENDING IN THE CONVICTION THAT HE WAS THE PROPHET OF HIS PEOPLE" کے عنوان سے باب باندھا ہے۔ ۲۹ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے سفر معراج کو بھی ایک خواب قرار دیا:

> *He dreamed that he was swiftly carried by Gabriel on a winged steed past Medina to the temple at Jerusalem, where a conclave of the ancient Prophets met to welcome him.* ۳۰

اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے عیسائیت کے بارے میں زیادہ تر معلومات سفر شام کے دوران وہاں سے حاصل کیں اور انہیں قرآن مجید میں شامل کیا:

> *From these remarks we may conclude that, while some information regarding Christianity may have been drawn from Christian slaves or Arabs, Mohammad gained his cheif knowledge of Christianity from Syria, through the same Jewish medium which, at an earlier period, funished the more copious details of Jewish history.* ۳۱

مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر مہر علی نے اس کے نظریات کا کافی وشافی رد اپنی

کتاب "Sirat al-Nabi and the Orientalists" میں کیا ہے۔ اس کتاب کو شاہ فہد پرنٹنگ پریس نے شائع کیا ہے۔

ولیم منٹگمری واٹ (William Montgomery Watt)

ولیم منٹگمری واٹ William Montgomery Watt (۱۹۰۹۔۲۰۰۶ء) بھی ایک برطانوی مستشرق تھا۔ اسکاٹش چرچ (Scottish Episcopal Church) سے بطور پادری وابستہ رہا۔ اسی طرح ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۹ء تک بطور استاذ علوم اسلامیہ اور عربی زبان، یونیورسٹی آف ایڈنبرا سے بھی وابستہ رہا ہے۔ یونیورسٹی آف ٹورنٹو اور جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں بھی وزٹنگ پروفیسر رہا ہے۔ اسے آخری مستشرق (The Last Orientalist) کا خطاب بھی دیا گیا۔ ◆

منٹگمری واٹ کی معروف کتب میں سیرت پر دو کتابیں "Muhammad at Mecca" اور "Muhammad at Medina" ہیں جو بالترتیب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئیں۔ ان دونوں کتابوں کا خلاصہ "Muhammad: Prophet and Statesman" کے نام سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ کتب میں "Islamic Philosophy and Theology" اور "Islamic Political Thought" شامل ہیں۔ ◆

منٹگمری واٹ بھی مشنری عیسائی ہے۔ اگرچہ اپنی تحریروں میں اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف بھی کرتا ہے لیکن جب سوال آپ کی نبوت اور رسالت کا ہوتا ہے تو وہاں ڈنڈی مارنے سے باز نہیں آتا۔ ایک جگہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ محمد ﷺ پیغمبر تھے یا نہیں، یہ کہتا ہے کہ وہ تخلیقی نوعیت کے عظیم مفکر اور مصلح تھے جنہوں نے اپنی عرب قوم کو ایک ایسا نظام زندگی دیا جو اس سے بہت بہتر تھا جو ان کے پاس پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد سے پہلے موجود تھا۔ اس کے الفاظ ہیں:

> *Finally, what of our question? Was Muhammad a prophet? He was a man in whom creative imagination worked at deep levels and produced ideas relevant to the central questions of human existence, so that his*

religion has had a widespread appeal, not only in his own age but in succeeding centuries. Not all the ideas he proclaimed are true and sound, but by God's grace he has been enabled to provide millions of men with a better religion than they had before they testified that there is no god but God and that Muhammad is the messenger of God. [۳۳]

منٹگمری واٹ وہ پہلا مصنف ہے جس نے سیرت پر مستشرقین کو یہ منہج دیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تعریفیں خوب کرو لیکن انہیں رسول مت مانو۔ آج سادہ لوح مسلمانوں کی ایک جماعت ایسے مستشرقین کے آپ ﷺ کے حق میں کلمہ خیر کو بڑے فخر سے بیان کرتی ہے، لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ مستشرقین ایک باقاعدہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت محمد ﷺ کی تعریف بیان کر رہے ہوتے ہیں کہ اس ذریعے وہ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کر کے ان کے دل میں آپ کی پیغمبری کے بارے شک کا بیج بو دیں۔ ان کا مقصد یہ بھی ہے کہ محمد ﷺ کو ایک عظیم مفکر، مصلح، مخلص اور محنتی انسان کے طور دنیا میں متعارف کروا دو اور دنیا انہیں بس اتنا ہی سمجھے اور اس سے بڑھ کر ان کی پیغمبرانہ حیثیت کو کسی صورت بھی قبول نہ کرے۔ پروفیسر ڈاکٹر جبل محمد نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "Image of the Prophet Muhammad in the West: A Study of Muir, Margoliouth and Watt" میں ولیم میور، مارگولیتھ اور منٹگمری واٹ کے اعتراضات کا مفصل جواب دیا ہے۔ [۳۴] علاوہ ازیں عبد اللہ محمد الأمین النعیم نے بھی اپنی کتاب "الاستشراق فی السیرة النبویة" اور ڈاکٹر لخضر شایب نے "نبوة محمد فی الفکر الاستشراقی" میں واٹ کے نظریات کا مفصل رد پیش کیا ہے۔

❁❁❁❁❁

مصادر و مراجع

1- Mohammad Mohar Ali, Sirat al-Nabi and The Orientalists. Madinah: King Fahad Complex, 1997, page. VII-VIII.

۲۔ وحید الدین خان، شاتم رسول کا مسئلہ: قرآن وحدیث اور فقہ وتاریخ کی روشنی میں، گڈ ورڈ بکس،

نیو دہلی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۱-۱۲۔

۳۔ ایضاً: ص ۱۱-۱۴۔

4- Aloys Sprenger. Accessed 30 June. 2014. from http://en.wikipedia.org/wiki/Aloys_Sprenger.

5- Ibid.

6- A. Sprenger. Life of Muhammad from Original Sources. Allahabad: Presbyterian Mission Press. 1851. p. 90.

7- Muhammad Ikram Chaghatai. DR. ALOYS SPRENGER (1813-1893) His Life and Contribution to Urdu Language and Literature. Iqbal Review. April 1995. 36(1). pp. 77-99.

8- Luke: 7. 21.

9- Life of Muhammad. p. 91.

10- Ibid., p. 94.

11- Ibid., p. 95.

12- Ibid.

۱۳۔ الجاثیة: ۴۵: ۲۴۔

14- Life of Muhammad. p. 95.

۱۵۔ ابن هشام، عبد الملك الحميرى، السيرة النبوية، مطبعة مصطفى البابى الحلبى، مصر، ۱۹۵۵ء، ۱/ ۲۳۵۔

۱۶۔ البخارى، محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه، باب كيف كان بدء الوحى إلى رسول الله ﷺ دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ، ۱/ ۷۔

17- Life of Muhammad. p. 103.

18- Ibid., p. 104.

19- Ibid., p. 105.

20- Ibid.

۲۱۔ صفى الرحمن المباركفورى، الرحيق المختوم، دار الهلال، بيروت، ۱۴۲۷ھ، ص ۵۷-۵۸۔

22- Life of Muhammad. p. 91.

۲۳۔ مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ، باب حکم المحاربین والمرتدین، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۳/ ۱۲۹۶۔۱۲۹۸۔

۲۴۔ المائدة: ۳۳:۵۔

25- William Muir. Accessed on June 30, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/William_Muir.

26- Ibid.

27- The Biography of the Prophet and Orientalists, p. 73.

28- David_Samuel_Margoliouth. Accessed on June 30, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/David_Samuel_Margoliouth.

29- D. S. Margoliouth, *Mohammad and the* Rise of Islam, New York, 1905, p. 9.

30- Ibid., p. 121.

31- Ibid., p. 158.

32- William Montgomery Watt. Accessed on June 30, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/William_Montgomery_Watt.

33- Ibid.

34- W. Montgomery Watt, Muhammad: Prophet and Statesman, UK: Oxford University Press, 1961, p. 236.

35- Jabal Muhammad Buaben, Image of the Prophet Muhammad in the West: A Study of Muir, Margoliouth and Watt, Islamic Foundation, 2007.

باب ششم

تاریخ اور مستشرقین

باب ششم

تاریخ اور مستشرقین

مستشرقین نے علوم اسلامیہ کی دیگر شاخوں کے ساتھ تاریخ اسلام کو بھی موضوع بحث بنایا ہے اور اس میدان میں بھی ان کی تحقیق کا ایک بڑا حصہ بہتان، جھوٹ اور بے سروپا کہانیوں پر مبنی ہے تا کہ دین اسلام کی اصل تصویر کو مسخ کیا جا سکے۔

فرانسیسی مستشرق پال کیزانووا Paul Casanova (۱۸۶۱ء۔۱۹۲۶ء) کا دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے کسی کو اس لیے اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی قیامت قائم ہو جائے گی اور یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ جب آپ کی وفات کے ساتھ دنیا ختم نہ ہوئی تو ابوبکر صدیق کو قرآن مجید میں دو آیات ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ﴾ (آل عمران: ۱۴۴) اور ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ (الزمر: ۳۰) کا اضافہ کرنا پڑا۔

اسی طرح جرمن مستشرق کارل بروکلمان Carl Brockelmann (۱۸۶۸ء۔۱۹۵۶ء) نے کہا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی مسلمانوں کا باہمی بغض وعناد پھٹ پڑا اور وہ باہم دست وگریبان ہو گئے۔ جرمن مستشرق جولیوس ویلہاؤزن Julius Wellhausen (۱۸۴۴ء۔۱۹۱۸ء) کا کہنا یہ ہے کہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی دینداری ختم ہو گئی، قبائل مرتد ہو گئے اور کوئی نظم نہ ہونے کی وجہ سے جس کے ہاتھ اقتدار لگا، اس نے اس پر قبضہ جما لیا۔ [1]

مولانا علی میاں کے بقول انگریزوں نے اسلام اور عربوں کی تاریخ کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا ہے کہ جس سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ ارکان اسلام دو ہی ہیں، ایک اونٹ اور دوسرا احرام سرا۔ ذیل میں ہم ان معروف مستشرقین کے احوال اور نظریات کا جائزہ لے رہے ہیں جو تاریخ اسلامی میں بحث وتحقیق کے حوالے سے معروف ہیں۔

رینالڈ ایلین نکلسن (Reynold Alleyne Nicholson)

رینالڈ نکلسن Reynold Alleyne Nicholson (۱۸۶۸ـ۱۹۴۵ء) برطانوی انگریز مستشرق ہے۔ اس نے اپنی تعلیم یونیورسٹی آف کیمبرج سے مکمل کی اور یہاں ہی ۱۹۰۲ء سے لے کر ۱۹۲۶ء تک فارسی زبان کے لیکچرر کے طور اپنی خدمات پیش کیں۔ اس کے بعد اس نے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۳ء تک کیمبرج میں ہی عربی زبان کے پروفیسر کے طور کام کیا۔ ❶

نکلسن اسلامی لٹریچر اور صوفی ازم میں ایک ماہر اسکالر کے طور معروف ہے۔ بعض لوگ اسے 'رومی اسکالر' بھی کہتے ہیں کہ اس نے مولانا روم کی مثنوی کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۰ء کے مابین ۸ جلدوں میں شائع ہوا۔ اس نے اپنے شاگرد علامہ اقبال رحمہ اللہ کی کتاب 'اسرار خودی' کا بھی فارسی سے انگریزی میں "The Secrets of the Self" کے نام سے ترجمہ کیا۔ اس کی معروف کتب میں "A Literary History of the Arabs" اور "The Mystics of Islam" ہیں جو بالترتیب ۱۹۰۷ء اور ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئیں۔ ❷

نکلسن نے عربوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اپنے پیش روؤں میں سے جرمن مستشرق الفریڈ فون کریما Alfred von Kremer (۱۸۲۸ـ۱۸۸۹ء)، گولڈ زیہر، نولڈیکے اور ویلہا وزن سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اس نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ بات بھی بیان کی ہے کہ اگرچہ میں نے بہت سے مقامات پر حوالہ نہیں دیا لیکن میری کتاب کا قاری اس کتاب کے مطالعہ کے دوران یہ ضرور محسوس کرے گا کہ اس کتاب میں کریما، گولڈ زیہر، نولڈیکے اور ویلہا وزن جیسی رہنما اور سند کی حیثیت رکھنے والی شخصیات سے کس قدر استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ میں نے انہی کے کام کو دراصل اپنی اس کتاب میں پیش کیا ہے:

> *Finally, it behoves me to make a full acknowledgement of my debt to the learned Orientalists whose works I have studied and freely 'conveyed' into these pages. References could not be given in every case, but the*

reader will see for himself how much is derived from Von Kremer, Goldziher, Noldeke, and Wellhausen, to recall only a few of the leading authorities. ④

نکلسن نے اپنی تاریخ کے جو مصادر بیان کیے ہیں، ان کے متعصب (biased) ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ خلافت راشدہ اور بنوامیہ کی خلافت کے بارے اس کا خیال ہے کہ بنوعباس کی خلافت کے مقابلے میں یہ کسی حد تک بنجر اور فارغ دورِ حکومت تھا کیونکہ بنوعباس ہی نے پہلی بار ایرانیوں کو اپنے قریب کیا اور ان کی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کو اسلامی افکار میں مناسب جگہ دی۔ اس کے الفاظ ہیں:

The Abbasids were no less despotic than the Umayyads, but in a more enlightened fashion: for, while the latter had been purely Arab in feeling, the Abbasids owed their throne to the Persian nationalists, and were imbued with Persian ideas, which introduced a new and fruitful element into Moslem civilization ⑤

ایک اور جگہ اس نے لکھا ہے:

From our special point of view the Orthodox and Umayyad Caliphates, which form the subject of the present chapter, are somewhat barren. ⑥

وہ ایک طرف بنوعباس کی روشن خیالی کی وجہ سے ان کی تعریف کرتا ہے تو دوسری طرف بنوامیہ کے بارے اس کا کہنا یہ ہے کہ ان میں رتی برابر بھی دین موجود نہیں تھا:

According to moslem notions the Umayyads were kings by right, Caliphs only by courtesy. They had, as we shall see, no spiritual title, and little enough religion of any sort. ⑦

لیکن بنوامیہ ہو یا بنوعباس وہ دونوں کی حکومتوں کو استبدادی حکومت (Tyranny) قرار دیتا ہے۔ نکلسن کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ اسلامی روایات ہمیں یہ بتلاتی ہیں کہ بنوامیہ کا دین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بنوامیہ میں اگرچہ وہ دینداری نہیں تھی جو خلفائے راشدین

میں تھی لیکن ان میں بھی کچھ ایسے خلفاء ہمیں ملتے ہیں جو دینداری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (۶۱۔۱۰۱ھ) رحمہ اللہ وغیرہ۔

بنوامیہ کا دورِ حکومت اگرچہ خلافت راشدہ کے برابر تو نہیں ہے لیکن مجموعی پہلو سے بنوعباس کے دورِ خلافت سے بہتر تھا۔ اگرچہ کمیاں کوتاہیاں اور شر کے پہلو دونوں ادوار میں موجود ہیں [8] لیکن عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے خلیفہ راشد بنواُمیہ میں ہی پیدا ہوئے کہ جنہیں عمر ثانی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ''اطلس تاریخ اسلام'' کے مصنفین کا کہنا ہے کہ بنواُمیہ کے دور میں سلطنت اسلامیہ کی حدود میں صحیح معنوں میں اضافہ ہوا ہے اور بنواُمیہ نے جو سلطنت بنوعباس کو دی تھی، وہ اس میں اضافہ نہ کرسکے بلکہ اس کے برعکس کچھ مفتوحہ علاقے بھی گنوا بیٹھے تھے۔ بنواُمیہ نے ایک طرف فارسیوں اور ترکوں کو اسلام میں داخل کیا تو دوسری طرف محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کے دروازے کھول دیے۔ قتیبہ بن مسلم رحمہ اللہ نے ماوراء النھر کے رستے چین تک اسلامی حدود کو وسعت دی تو مسلمہ بن عبدالملک رحمہ اللہ نے وسط ایشیا کی ریاستوں پر دستک دی۔ اسی طرح اندلس کے رستے یورپ میں ایک اسلامی ریاست کا قیام بھی بنواُمیہ کا کارنامہ ہے۔ شمالی افریقہ کا علاقہ بھی بنواُمیہ ہی کے دور میں فتح ہوا۔ [9]

اس کے برعکس بنوعباس محض بنواُمیہ کے مفتوحہ علاقوں کی حفاظت پر لگے رہے اور سلطنت اسلامیہ میں ترکی کے مشرق میں موجود ایک چھوٹے سے علاقے کے علاوہ کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ کرسکے۔

کارل بروکلمان(Carl Brockelmann)

کارل بروکلمان Carl Brockelmann (۱۸۶۸۔۱۹۵۶ء) جرمن مستشرق ہے۔ وہ یونیورسٹی آف برلن میں بطور پروفیسر پڑھاتا رہا۔ اس کے معروف علمی کام میں عربی زبان وادب کی تاریخ پر کئی جلدوں میں اس کی کتاب "Geschichte der arabischen Litteratur" ہے جو ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۲ء کے مابین شائع ہوئی۔ اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ ڈاکٹر عبدالحلیم نجار نے "تاريخ الأدب العربی" کے نام سے کیا ہے جسے دار المعارف نے شائع کیا ہے۔ اس کی دیگر کتب میں "Syrische

"Chrestomathie und Glossar" اور Grammatik mit Litteratur" ہیں۔ اس کے علاوہ میں "Semitische Sprachwissenschaf" اور "Lexicon syriacum" بھی اہم ہیں۔ [10]

تاریخ اسلام پر بروکلمان کی معروف کتاب "Geschichte der islamischen Völker und Staaten" ہے جس کا انگریزی ترجمہ "History of the Islamic Peoples" کے نام سے ہوا ہے اور اس کے مترجمین جوئل کارمائیکل (Joel Carmichael) اور موشے پرلمان (Moshe Perlmann) ہیں۔ اس ترجمے کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ "تاريخ الشعوب الإسلامية" کے نام سے ہوا ہے اور اس کے مترجمین کا نام نبیہ امین فارس اور منیر البعلبکی ہے۔ اسے دار العلم للملایین، بیروت نے شائع کیا ہے۔ عربی ترجمے کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔

بروکلمان کی یہ کتاب اسلام کے خلاف جھوٹ اور بہتان سے بھری پڑی ہے۔ بیت اللہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حجر اسود کے بارے بروکلمان یہ کہتا ہے کہ یہ اس علاقے کا قدیم ترین بت ہے کہ جس کی عبادت کی جاتی رہی۔ [11] بروکلمان یہ کہنا چاہتا ہے کہ اسلام میں بھی اس بت کے اس مقام کو برقرار رکھا گیا ہے۔

یہ بات تاریخ عرب کا ایک ادنیٰ سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ مشرکین نے کبھی بھی حجر اسود کی عبادت نہیں کی جیسا کہ وہ لات، منات، عزیٰ اور ہبل وغیرہ کو پوجتے تھے۔ حجر اسود ان کے باطل معبودوں میں کبھی بھی نہیں رہا۔ رہی بات حجر اسود کے بوسہ لینے کی تو یہ ہرگز اس کی پوجا کے مترادف نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجر اسود کا بوسہ لیتے ہوئے یہ الفاظ کہے:

"والله إني لأقبلك، وإني أعلم أنك حجر، وأنك لا تضر ولاتنفع، ولولا أني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قبلك ما قبلتك." [12]

''اللہ کی قسم! میں تمہیں بوسہ دے رہا ہوں جبکہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی

نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔"

اور بوسہ دینے کا پس منظر بھی یہ ہے کہ یہ جنتی پتھر ہے اور بوسہ کے ذریعے بنو آدم کے گناہ اپنے اندر سمو لیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں کے گناہوں کی بخشش کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"نزل الحجر الأسود من الجنة، وهو أشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بني آدم." [۱۳]

"حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور اس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن بنو آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔"

حضرت خالد بن ولید کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مرتدین کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔ ان مرتدین میں سے کچھ لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے کی بجائے دوبارہ اسلام قبول کرنے کو ترجیح دی۔ بروکلمان کے بقول انہی میں سے ایک مالک بن نویرہ بھی تھا جس کا دوبارہ اسلام لانا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی خوبصورت بیوی سے شادی کرنے کی خواہش میں قبول نہ کیا اور اسے ناحق قتل کر دیا۔ [۱۴]

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کی سرکوبی کے لیے بھیجا تو یہ ہدایت جاری کی کہ جب بھی کسی قبیلے یا قوم سے سامنا ہو تو پہلے یہ دیکھیں کہ وہ اذان دے کر نماز پڑھتے ہیں یا نہیں۔ اگر تو وہ نماز کے لیے جمع ہوتے ہوں تو ان سے زکوۃ کا سوال کریں۔ اور اگر وہ زکوۃ بھی ادا کر دیں تو ان کا رستہ چھوڑ دیں۔ جب مسلمان گھڑ سواروں کا ایک دستہ مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس آیا تو ان میں اس بات میں اختلاف ہو گیا کہ مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں نے اذان یا اس کا جواب دیا ہے یا نہیں۔ ابو قتادہ کا کہنا یہ تھا کہ انہوں نے اذان کہی ہے اور نماز بھی پڑھی ہے جبکہ بقیہ لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم نے انہیں نہ تو اذان کہتے سنا ہے اور نہ ہی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک جب یہ معاملہ پہنچا تو انہوں نے کہا کہ انہیں فی الحال قید کر لو بعد میں ان کا معاملہ دیکھتے ہیں۔

رات کو سخت سردی پڑی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے منادی نے "دافئوا أسراکم" کی آواز لگائی، جس کا معنی تھا کہ اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے فراہم کرو۔ لیکن قبیلہ بنو کنانہ کی زبان میں اس کا مطلب قتل کرنے کا تھا لہٰذا ضرار بن اَزور جو قیدیوں کی نگرانی پر مامور تھے اور وہ کنانی تھے، نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چیخ و پکار سن کر باہر نکلے تو انہیں اس معاملے کا علم ہوا تو انہوں نے اسے اللہ کی تقدیر قرار دیا۔

اس کے قتل کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ مالک بن نویرہ کے بھائی نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے بات کی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کو معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کے قتل کے معاملے میں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معذرت قبول کر لی اور اس کی دیت ادا کر دی لیکن اس کی بیوی سے شادی کے معاملے میں انہیں سرزنش کی کہ یہ اہل عرب کی روایت کے خلاف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت خالد رضی اللہ عنہما کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ اس روایت کو ابن الاثیر (متوفی ۶۳۰) رحمہ اللہ اور ابن خلدون (۸۰۸ھ) رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے [15] جبکہ مالک بن نویرہ کے قتل کی کیفیت کو کچھ فرق کے ساتھ بیان کرتے ہوئے تقریباً ایسا ہی واقعہ امام ابن کثیر (متوفی ۷۷۴) رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔ [16]

اس واقعے پر مزید تبصرہ سے پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہیں گے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ موتہ کے موقع پر 'سیف اللہ' یعنی اللہ کی تلوار قرار دیا تھا اور اسی وقت سے ان کا نام ہی یہی پڑ گیا تھا۔ [17]

بروکلمان نے یہ واقعہ یعقوبی اور اصفہانی سے نقل کیا ہے۔ ''تاریخ یعقوبی'' کے مصنف کا نام احمد بن ابی یعقوب (متوفی ۲۹۰ھ) ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے تاریخ کی اس کتاب کو شیعہ امامیہ فرقے کے منہج پر لکھی گئی تواریخ کے مصادر میں سے شمار کیا ہے کیونکہ صاحب کتاب نے خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے لیے خلیفہ کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی قرار دیا ہے۔ اس تاریخ میں حضرت خالد بن ولید کے علاوہ خلفائے ثلاثہ، حضرت عائشہ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے بارے بھی جھوٹی اور

واہیات خبریں نقل کی گئی ہیں۔ تاریخ کی جس کتاب میں "بیان كفر أبي بكر وعمر" یعنی ''ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے کافر ہونے کا بیان'' کے نام سے باقاعدہ باب باندھا گیا ہو، اس کے متعصب یا جھوٹا ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ جہاں تک ابو الفرج علی بن الحسین اصفہانی (متوفی ۳۵۶ھ) کی کتاب کا معاملہ ہے تو وہ ادب کی کتاب ہے نہ کہ تاریخ کی۔ ابو الفرج اصفہانی کی اس کتاب کے بارے بھی اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ بھی اہل تشیع کے منہج پر مرتب کی گئی ہے۔ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، علامہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) اور امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) رحمہم اللہ وغیرہ نے اس کتاب پر اس اعتبار سے شدید نقد کی ہے کہ یہ رطب و یابس کا مجموعہ ہے اور جھوٹ و کذب سے بھری پڑی ہے۔ [۱۸] یہ دونوں کتابیں تاریخ اسلام پر طعن کے لیے مستشرقین کے بنیادی مصادر میں سے ہیں۔ [۱۹]

بروکلمان کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ عراق کے موالی (Non-Arab Muslims) کو اسلام قبول کرنے کے بعد بھی دوسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا تھا۔ [۲۰]

بروکلمان کا یہ دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے۔ تاریخ اسلامی کے سینکڑوں واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ موالی (Non-Arab Muslims) کو عرب مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل تھے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے عبد الملک بن مروان کے زمانے تک کوفہ کے قاضی رہے، موالی میں سے تھے۔ بعد ازاں حجاج ثقفی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو لوگوں نے اعتراض کیا۔ اس پر اس نے اگرچہ ابو بردۃ کو گورنر مقرر کر دیا لیکن ساتھ ہی انہیں یہ حکم بھی دے دیا کہ کسی بھی معاملے کا فیصلہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے مشورے کے بغیر نہ کریں۔ عامر شعبی رحمہ اللہ کوفہ میں جبکہ حسن بصری رحمہ اللہ بصرہ میں اور عبد اللہ بن یزید رحمہ اللہ مصر کے قاضی تھے اور یہ سب موالی میں سے تھے۔ یزید بن ابی حبیب، عبد اللہ بن جعفر اور لیث بن سعد رحمہم اللہ مصر کے کبار مفتیوں میں سے تھے اور یہ بھی موالی میں سے تھے۔ [۲۱]

امام زہری رحمہ اللہ اور عبد الملک بن مروان کے مابین پہلی ملاقات کا ایک مکالمہ بہت معروف ہے جسے علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ اس مکالمہ کے الفاظ یہ ہیں:

"قدمت على عبد الملك بن مروان، فقال لی: من أين [قدمت] يا زهری؟ قلت من مكة، فقال: من خلفت بها يسود أهلها؟ قلت: عطاء بن أبی رباح، قال: فمن العرب أم من الموالی؟ قلت: من الموالی، قال: وبم سادهم؟ قلت: بالديانة والرواية، قال: إن أهل الديانة والرواية لينبغی أن يسودوا، قال: فمن يسود أهل اليمن۔ قلت: طاؤس بن كيسان؟ قال: من العرب أم من الموالی؟ قلت: من الموالی، قال: وبم سادهم؟ قلت: بما سادهم به عطاء، قال: إنه لينبغی۔ قال: فمن يسود أهل مصر؟ قلت: يزيد بن أبی حبيب، قال: فمن العرب أم من الموالی؟ قلت: من الموالی، قل: فمن يسود أهل الجزيرة؟ قلت: ميمون بن مهران، قال: فمن العرب أم من الموالی؟ قلت: من الموالی، قال: فمن يسود أهل البصرة؟ قلت: الحسين بن أبی الحسين، قال: فمن العرب أم من الموالی؟ قلت: من الموالی، قال: ويلك، فمن يسود أهل الكوفة؟ قلت: إبراهيم النخعی، قال. فمن العرب أم من الموالی؟ قلت: من العرب، قال: ويلك يا زهری، فرجت عنی، والله ليسودن الموالی على العرب حتی يخطب لها على المنابر والعرب تحتها، قلت: يا أمير المؤمنين، إنما هو أمر الله ودينه، فمن حفظه ساد، ومن ضيعه سقط." ❸

''میں [زہری] عبد الملک بن مروان کے پاس آیا تو اس نے مجھے کہا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا: مکہ سے ہوں۔ اس نے کہا: اپنے پیچھے مکہ کی سیادت کس کے ہاتھ چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے جواب دیا: عطاء بن ابی رباح کے پاس۔ اس نے کہا: وہ عرب ہیں یا موالی میں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: موالی میں سے ہیں۔ اس نے کہا: وہ کس وجہ سے سیادت کے اہل ہیں؟ میں نے جواب دیا: دیانت اور روایت میں اہلیت کی بنیاد پر۔ اس نے کہا: بلاشبہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ جس کی بنیاد پر سیادت ملنی چاہیے۔ اس نے کہا: اہل یمن کی سیادت کس کے پاس ہے؟ میں نے جواب دیا: طاؤس بن کیسان کے پاس۔ اس نے کہا: وہ عرب ہیں یا موالی میں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: موالی میں سے

ہیں۔ اس نے کہا: وہ کس وجہ سے سیادت کے اہل ہیں؟ میں نے جواب دیا: جس وجہ سے عطاء بن ابی رباح ہیں۔ اس نے کہا: وہ اس لائق ہیں۔ اس نے کہا: اہل مصر کی سیادت کس کے پاس ہے؟ میں نے جواب دیا: یزید بن ابی حبیب کے پاس۔ اس نے کہا: وہ عرب ہیں یا موالی میں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: موالی میں سے ہیں۔ اس نے کہا: اہل جزیرہ کی سیادت کسی کے پاس ہے؟ میں نے جواب دیا: میمون بن مہران کے پاس۔ اس نے کہا: وہ عرب ہیں یا موالی میں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: موالی میں سے ہیں۔ اس نے کہا: اہل بصرہ کی سیادت کس کے پاس ہے؟ میں نے کہا: الحسین بن ابی الحسین کے پاس۔ اس نے کہا: وہ عرب ہیں یا موالی میں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: موالی میں سے ہیں۔ اس نے کہا: ستیاناس ہو، اہل کوفہ کی سیادت کس کے پاس ہے؟ میں نے جواب دیا: ابراہیم نخعی کے پاس۔ اس نے کہا: وہ عرب ہیں یا موالی میں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: عرب میں سے ہیں۔ اس نے کہا: ستیاناس ہو، تم نے مجھے خوش کر دیا۔ اللہ کی قسم! یہ موالی، عربوں پر غالب آ جائیں گے۔ یہ منبروں پر خطبے دیں گے اور عرب ان کے سامنے بیٹھ کر سنیں گے۔ میں نے کہا: امیر المومنین! یہ اللہ کے دین کا معاملہ ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی، اسے سیادت ملے گی اور جس نے اسے ضائع کیا، اس کا مقام گر جائے گا۔''

فیلپ خوری ہٹی (Philip Khuri Hitti)

فیلپ خوری ہٹی Philip Khuri Hitti (۱۸۸۶ء-۱۹۷۸ء) لبنانی عیسائی اسکالر ہے جس نے 'مطالعہ عرب ثقافت' کا موضوع امریکہ میں متعارف کروایا۔ امریکن یونیورسٹی آف بیروت سے تعلیم حاصل کی اور فراغت کے بعد یہاں سے ہی اپنی تدریس کا آغاز کیا۔ اس نے ۱۹۱۵ء میں کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ سے سامی زبانوں کے موضوع پر پی ایچ ڈی حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء سے لے کر ۱۹۵۴ء تک پرنسٹن یونیورسٹی، امریکہ میں سامی (Semitic) ادب کے پروفیسر اور مشرقی زبانوں کے شعبہ کا چیئر مین رہا۔ اس کی معروف کتب میں "History of the Arabs" ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔ علاوہ ازیں کتب میں "The Arabs: A Short History" اور "History

of Syria: including Lebanon and Palestine" اور "Lebanon in History" اور "The Near East in History" اور "Islam and the West" اور "Makers of Arab History" اور "Islam: A Way of Life" اور "Capital cities of Arab Islam" ہیں جو بالترتیب ۱۹۴۳ء، ۱۹۵۷ء، ۱۹۵۷ء، ۱۹۶۱ء، ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۸ء، ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئیں۔ [۲۳]

پروفیسر فیلپ خوری ہٹی نے اگرچہ اپنی بعض تحریروں میں اسلام کے حق میں کلمہ خیر بھی کہا ہے لیکن اس کی اس کتاب میں کئی ایک ایسے تاریخی واقعات منقول ہیں کہ جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ہٹی کا کہنا ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے بیت المقدس میں 'قبۃ الصخرۃ' اس لیے بنوایا تھا کہ مکہ کے حاجیوں کے قافلوں کا رخ بیت اللہ سے ہٹا کر بیت المقدس کی طرف پھیر دے کیونکہ بیت اللہ پر اس وقت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قبضہ تھا۔ اس کے الفاظ ہیں:

> *In 691 Abd-al-Malik erected in Jerusalem the magnificent Dome of the Rock (Qubbat al-Sakhrah), wrongly styled by Europeans "the Mosque of Umar", in order to divert thither the pilgrimage from Makkah which was held by his rival ibn-al-Zubayr.* [۲۴]

ہٹی نے عبد الملک بن مروان کے بارے اس خبر کی بنیاد 'تاریخ یعقوبی' کو بنایا ہے کہ جس کے مستند نہ ہونے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پس ہٹی کا عبد الملک بن مروان پر ایک نیا کعبہ بنانے کا الزام درست نہیں ہے۔ یہ بات البتہ درست ہے کہ عبد الملک بن مروان (۲۔۶۵ھ) کے مقابلے میں حضرت عبد اللہ بن زبیر (۲۔۷۳ھ) خلافت کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔ وہ نہ صرف صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلکہ یزید کے بعد مسلمانوں کے ۹ سال تک خلیفہ رہے۔ ان کی خلافت پہلے حجاز میں قائم ہوئی اور اس کے بعد عراق، مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ تک پھیل گئی۔ [۲۵]

ہاملٹن گِب (Hamilton Alexander Rosskeen Gibb)

ہاملٹن الیگزینڈر راسکین Hamilton Alexander Rosskeen Gibb

(۱۸۹۵ء۔۱۹۷۱ء) گِب اسکاٹش مستشرق ہے۔ ابتدائی تعلیم یونیورسٹی آف ایڈنبرا سے حاصل کی۔ اس نے پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانوی شاہی رجمنٹ (Royal Regiment of Artillery) کے ایک سپاہی اور آفیسر کے طور فرانس اور اٹلی میں کام کیا۔ اسے اس کی جنگی خدمات پر ماسٹر آف آرٹس کا ایوارڈ بھی دیا گیا۔ جنگ کے خاتمے پر اس نے لندن یونیورسٹی میں 'School of Oriental and African Studies' میں عربی زبان کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۲۲ء میں یہاں سے ہی ایم اے کیا۔ گب ۱۹۳۰ء میں اسی یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوا اور ۱۹۳۷ء تک اس نے یہاں عربی زبان کی تعلیم دی۔ وہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopaedia of Islam) کا ایڈیٹر بھی رہا۔ ۱۹۵۵ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کو بطور عربی پروفیسر جائن کیا۔ ❶

اس کی معروف کتب میں "Arabic Literature: An Introduction" اور "Modern Trends in Islam" اور "Studies on the Civilization of Islam" اور "Shorter Encyclopedia of Islam" ہے جس کی اس نے ایڈیٹنگ کی ہے اور یہ ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا ہے۔ تاریخ اسلام پر اس کی ایک کتاب ہے جو "Mohammedanism: An Historical Survey" کے نام سے پہلے ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی اور پھر ۱۹۸۰ء میں ایک نئے عنوان "Islam: An Historical Survey" کے ساتھ شائع ہوئی۔ ❷

بانٹن کا اسلام کے بارے موقف تضادات کا مجموعہ ہے مثلاً کبھی وہ قرآن مجید پر نقد کرنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جدید ریسرچ کے نتیجے میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کا مصدر عیسائیت کا شامی ورژن ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

In trying to trace the sources and development of the religious ideas expounded in the Koran (a question, be it remembered, not only meaningless but blasphemous in Muslim eyes), we are still confronted with many unsolved problems. Earlier scholars postulated a Jewish source with some Christian additions. More recent research has conclusively proved that the main

external influences (including the Old Testament materials) can be traced back to Syriac Christianity. ❂

اور کبھی وہ قرآن کی تعریف میں رطب اللسان ہوتا ہے اور اس کی زبان کو ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے:

The Meccans still demanded of him a miracle, and with remarkable boldness and self confidence Mohammad appealed as a supreme confirmation of his mission to the Koran itself. Like all Arabs they were the connoisseurs of language and rhetoric. Well, then if the Koran were his own composition other men could rival it. Let them produce ten verses like it. If they could not (and it is obvious that they could not), then let them accept the Koran as an outstanding evident miracle. ❂

قرآن مجید کی زبان واسلوب کی تعریف کے باوجود وہ اسے خدائی کلام ماننے پر آمادہ نہیں ہے۔

"موسوعة المستشرقین" کے مؤلف ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی کا کہنا یہ ہے کہ ہاملٹن کا اتنا علم نہیں ہے جتنا یہ معروف ہو گیا ہے اور اس کی شہرت کے اسباب بھی اس کے علمی کام کے علاوہ اس کی کچھ حرکات ہیں۔ ❂ ہاملٹن گب کے افکار کا محاکمہ ڈاکٹر ناصر عبد الرزاق الملا جاسم نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "المستشرق هاملتون جب: دراسة نقدية لتطور موافقه من التاريخ والحضارة العربية الإسلامية" میں کیا ہے۔ علاوہ ازیں جامعہ ازہر سے سعید سلیم محمد رضوان نے بھی "شبهات المستشرق هاملتون حول الإسلام من خلال كتابه في حضارة الإسلام وتفنيدها" میں بھی ہاملٹن کے افکار کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

برنارڈ لیوس (Bernard Lewis)

برنارڈ لیوس (پیدائش ۱۹۱۶ء) برطانوی نژاد امریکی یہودی مستشرق ہے جو پرنسٹن یونیورسٹی میں اعزازی پروفیسر ہے اور ابھی تک حیات ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں

برطانوی شاہی بکتر بند کور (Royal Armoured Corps) میں ایک سپاہی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ جنگ سے واپسی پر ۱۹۴۹ء میں یونیورسٹی آف لندن میں 'School of Oriental and African Studies' میں مشرق قریب اور مشرق وسطی کی تاریخ 'Near and Middle Eastern History' کا استاذ مقرر ہوا۔ ❶

۱۹۳۶ء میں اس نے یونیورسٹی آف لندن سے مشرق وسطی کی تاریخ پر بی اے کی ڈگری حاصل کی اور اس کے تین سال بعد ہی تاریخ اسلام میں اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کر لی تھی۔ ۱۹۳۷ء میں یونیورسٹی آف پیرس سے پوسٹ گریجویشن کی تعلیم کی حیثیت سے منسلک ہوا لیکن ایک ہی سال بعد ۱۹۳۸ء میں یونیوسٹی آف لندن کو اسسٹنٹ لیکچرر کے طور جوائن کر لیا۔ ۱۹۷۴ء میں پرنسٹن یونیورسٹی، امریکہ سے منسلک ہوا۔ ۱۹۸۶ء میں یہاں سے ریٹائرمنٹ کے بعد اس نے کارنل یونیورسٹی (Cornell University) کو جوائن کیا۔ ❷

۱۹۶۶ء میں اس نے شمالی امریکہ کی علمی سوسائٹی 'Middle East Studies Association of North America (MESA)' کو بطور تاسیسی ممبر کے جوائن کیا لیکن ۲۰۰۷ء میں اس نے اس تنظیم کو چھوڑ کر اپنی نئی تنظیم 'Association for the Study of the Middle East and Africa (ASMEA)' کے نام سے بنا لی کیونکہ پہلی تنظیم میں ایسے امریکن اسکالرز کی کثرت تھی جو مشرق وسطی میں امریکی اور اسرائیلی کردار پر شدید نقد کرتے تھے جبکہ برنارڈ لیوس امریکی اور اسرائیلی حکومت کا پُرزور حمایتی تھا۔ ❸

۱۹۹۰ء میں اس نے امریکی وفاقی حکومت کے تحت اپنے مشہور زمانہ لیکچرز دیے جو بعد ازاں "The Roots of Muslim Rage" کے نام سے شائع ہوئے۔ اس کی کتب میں The Origins of Ismailism (1940) اور The Arabs in History (1950) اور Istanbul and the Civilizations of the Ottoman Empire (1963) اور The Middle East and the West (1964) اور The Assassins: A Radical Sect in Islam (1967) اور History - Remembered, Recovered, Invented (1975) اور The

The Jews of Islam اور Muslim Discovery of Europe (1982)
Islam from the Prophet Muhammad to the Capture اور (1984)
The Political Language of Islam اور of Constantinople (1987)
Islam in History اور Islam and the West (1993) اور (1988)
اور The Shaping of the Modern Middle East (1994) اور (1993)
The Middle East: A Brief اور Cultures in Conflict (1994)
The Future of the اور History of the Last 2,000 Years (1995)
What Went Wrong?: The Clash اور Middle East (1997)
اور Between Islam and Modernity in the Middle East (2002)
اور The Crisis of Islam: Holy War and Unholy Terror (2003)
From Babel to Dragomans: Interpreting the Middle East
Faith اور Islam: The Religion and the People (2008) اور (2004)
and Power: Religion and Politics in the Middle East (2010)
وغیرہ The End of Modern History in the Middle East (2011) اور
ہیں۔[۳۲]

برنارڈ لیوس کو مغرب میں مشرق وسطی کی تاریخ پر ایک سند کی حیثیت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کے اثر ورسوخ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بش انتظامیہ اپنے دور حکومت میں اس کے مشوروں سے خارجہ پالیسی مرتب کرتی تھی۔ اسے 'The most influential postwar historian of Islam and the Middle East' کا ٹائٹل بھی دیا گیا۔

فلسطینی نژاد مستشرق ایڈورڈ سعید Edward Said (۱۹۳۵۔۲۰۰۳ء) نے برنارڈ لیوس کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ سعید کی کتاب "Orientalism" اپنے موضوع پر ایک مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب نے یورپ میں تحریک استشراق کو دیکھنے کا تناظر ہی بدل ڈالا۔ ایڈورڈ سعید اور برنارڈ لیوس کے مابین تقریباً پچیس سال تک زبردست قلمی مکالمہ (bloody academic battle) ہوا۔ ان دونوں کے اثر

ورسوخ کی وجہ سے مغرب میں مشرق وسطیٰ اور اسلام کی تاریخ کے حوالہ سے دو مستقل مکاتب فکر وجود میں آ گئے ہیں۔ ایڈورڈ سعید نے برنارڈ لیوس کو صیہونی سازشوں کا شکار ہونے اور اسرائیل صیہونی ریاست کی توسیع کے لیے پروپیگنڈا مہمیں چلانے کا بھی الزام دیا ہے۔ (۲۵)

ڈاکٹر مازن صلاح مطبقانی نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ برنارڈ لیوس پر کیا ہے جس کا عنوان "منهج المستشرق برنارد ليوس في دراسة الجوانب الفكرية في التاريخ الإسلامي" ہے۔ ڈاکٹر سامی احمد الزہو کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی برنارڈ لیوس کے بارے ہے کہ جس کا عنوان "اتجاهات الاستشراق الأمريكي والتاريخ الإسلامي: برنارد ليوس أنموذجا" ہے۔

مصادر ومراجع

۱۔فاروق عمر فوزی الأستاذ الدکتور، الاستشراق والتاريخ الإسلامي، منشورات الأهلية، لبنان، ۱۹۹۸ء، ص ۷۹۔۸۰۔

2- Reynold A. Nicholson, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Reynold_A._Nicholson.

3- Ibid.

4- Reynold, A. Nicholson, Literary History of the Arabs, New York: Charles Scribner's Sons, 1907, p. xii

5- Ibid., p. 182.

6- Ibid.

7- Ibid., p. 183.

8- Ibid., p. 181.

۹۔ بنوامیہ میں اگر حجاج (متوفی ۹۵ھ) ہے تو بنوعباس میں سفاح (متوفی ۱۳۵ھ) ہے اگرچہ حجاج بن یوسف کا ظلم ابو العباس السفاح سے بہت بڑھ کر ہے کہ جلیل القدر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور فقہاء کی جماعت بھی اس کے شر سے محفوظ نہ رہی۔ اس کے بارے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول معروف ہے کہ اگر تمام قومیں اپنے خبیثوں کو جمع کر لائیں تو پھر بھی ہمارے حجاج کے مقابلے میں ناکافی ہوں گے۔ یہ واضح رہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی بنوامیہ کے دور میں گورنر کے عہدے پر فائز تھا، کوئی خلیفہ نہیں

تھا لیکن پھر بھی بنوامیہ کی خلافت پر ایک بہت بڑا دھبہ اور بدنما داغ ہے۔ ابو العباس السفاح جو دولت خلافت عباسیہ کا بانی ہے، اس نے اپنا لقب ہی سفاح یعنی خوب خونریزی کرنے والا رکھا۔ اس نے چن چن کر اُمویوں کو قتل کیا یہاں تک کہ ان کی قبروں سے انہیں نکلوا کر ان کی لاشوں کی بھی بے حرمتی کی۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق بنو عباس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی میت کو بھی قبر سے نکلوا کر اس کی بھی بے حرمتی کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

10-Carl Brockelmann, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Carl_Brockelmann.

١٠۔حسين مؤنس الدكتور وآخرون، أطلس تاريخ القرآن، الزهراء للإعلام العربي، القاهرة، الطبعة الأولى، ١٩٨٧ء، ص٥١۔

١١۔"ولعله أقدم وثن عبد في تلك الديار"۔(بروكلمان كارل، تاريخ الشعوب الإسلامية، تعريب نبيه أمين فارس ومنير البعلبكي، دار العلم للملايين، بيروت، الطبعة الخامسة، ١٩٦٨ء، ص٣١۔

١٢۔مسلم بن حجاج القشيري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم المعروف بصحيح المسلم، كتاب الحج، باب استحباب تقبيل الحجر في الطواف، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ٢/ ٩٢٥۔

١٣۔الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة، سنن الترمذي، أبواب الحج، باب ما جاء في فضل الحجر الأسود والركن والمقام، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، ٣/ ٢١٧۔

١٤۔"وعندما ظهر خالد بن الوليد في منطقة تميم، وجد الطاعة في كل مكان تقريبا، إلا أن مالكا ابن نويرة، سيد يربوع (أحد بطون حنظلة) الذي انفصل عن المدينة عقب وفاة محمد مباشرة ظل مؤمنا بسجاح، بيد أنه عندما حاصره خالد بفصائله، عرض هو أيضا استسلامه، ومع ذلك سمح خالد بالقضاء عليه بقتله مع رجال آخرين وذلك لأنه اشتهى زوجته الجميلة كما يروى"۔(تاريخ الشعوب الإسلامية: ص٤٣)

١٥۔ابن الأثير الجزري، علي بن أبي الكرم محمد بن محمد الشيباني، دار الكتاب العربي، لبنان، ١٩٩٧ء، ٢/ ٢١٣؛ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن

محمد الحضرمی، دیوان المبتدأ والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوی الشأن الأکبر المعروف بتاریخ ابن خلدون، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۲/ ۵۰۰-۵۰۱۔

۱۶۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی، البدایة والنهایة، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۶/ ۳۵٤۔

۱۷۔أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۳۷/ ۲٤٦۔

۱۸۔الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار المعرفة، بیروت، ۱۹٦۳ء، ۳/ ۱۲۳-۱۲٤۔

۱۹۔تاریخی روایات کے بیان میں پانچ کتابیں ایسی ہیں جنہیں اہل سنت والجماعت نے رطب ویابس کا مجموعہ قرار دیتے ہوئے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب امام ابن قتیبہ (متوفی ۲۷٦ھ) کی طرف منسوب ہے کہ جس کا نام "الإمامة والسیاسة" ہے۔ اہل سنت کے نزدیک اس کتاب کی نسبت امام ابن قتیبہ کی طرف ثابت نہیں ہے اور اس کے مصنف کوئی شیعہ فاضل ہیں۔ڈاکٹر عبد اللہ عسیلان نے اس موضوع پر ایک کتاب "الإمامة والسیاسة فی میزان التحقیق العلمی" مرتب کی ہے۔ دوسری کتاب "نهج البلاغة" ہے کہ جس کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے جبکہ یہ کتاب ان کی وفات کے ساڑھے تین سو سال بعد محمد بن الحسین شریف الرضی (متوفی ٤۰٦ھ) نے بغیر کسی سند کے مرتب کی ہے۔ اس کتاب میں شیخین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص اور اہانت موجود ہے کہ جس کے صدور کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ابن خلکان (متوفی ٦۸۱ھ)، امام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)، امام ذہبی (متوفی ۷٤۸ھ) اور امام ابن حجر (۸۵۲ھ) رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس کتاب میں اکثر اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ اور افتراء ہیں۔ (ابن حجر، أحمد بن علی بن محمد، لسان المیزان، مؤسسة الأعلمی، بیروت، ۱۹۷۱ء، ٤/ ۲۲۳) تیسری کتاب ابو الفرج اصفہانی کی "کتاب الأغانی" ہے۔ اس کتاب پر عراقی شاعر استاذ ولید اعظمی نے "السیف الیمانی فی نحر الأصفهانی صاحب الأغانی" کے نام سے شدید نقد کی ہے۔ چوتھی کتاب "تاریخ یعقوبی" ہے جس کا بیان گزر چکا اور پانچویں کتاب "مروج الذهب ومعادن الجوهر" ہے جو "تاریخ مسعودی" کے نام سے معروف ہے کہ جس کے مصنف کا نام علی بن الحسین المسعودی (متوفی ۳٤٦ھ) ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ اور امام ابن حجر رحمہ اللہ نے صاحب کتاب

کی طرف تشیع اور اعتزال کی نسبت کی ہے۔

۲۰۔الاستشراق والتاریخ الإسلامی. ص ۹۷۔

۲۱۔أیضاً: ص ۱۱۵۔

۲۲۔ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۷/ ۲۰۔۲۱۔

23-Philip Khuri Hitti, Accessed 30 June 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Philip_Khuri_Hitti.

24-Philip K. Hitti, History of the Arabs, London: Macmillan and Co., 1946, p. 220.

۲۵۔معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن حکم نے پہلے پہل حضرت عبد اللہ بن زبیر کی مدینہ میں بیعت کا ارادہ کیا لیکن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بنو امیہ سے بہت نفرت تھی، جس کی ایک بڑی وجہ یزید بن معاویہ کے زمانے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اہل مدینہ کا قتل عام بھی تھا، لہٰذا انہوں نے اس سے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں مروان بن حکم نے شام میں جا کر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی بیعت لینا شروع کر دی۔ مروان کے بعد اس کے بیٹے عبد الملک بن مروان (۲۶۔۸۶ھ) نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑائی جاری رکھی اور پہلے عراق پر قبضہ کیا اور پھر حجاز کی طرف حجاج بن یوسف (۴۰۔۹۶ھ) کو بھیجا۔ اہل علم کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ جب تک حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم رہی، اس وقت تک مروان بن حکم اور اس کے بیٹے عبد الملک بن مروان کا حکم باغیوں کا تھا لیکن ان کی شہادت کے بعد اہل اسلام کا عبد الملک بن مروان کی حکومت پر اتفاق ہو گیا۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، مروان بن حکم سے افضل اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ امام ابن کثیر نے کہا ہے کہ معاویہ بن یزید کے بعد امام، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ معاویہ بن یزید کے بعد بلادِ اسلام کی اکثریت نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی اور وہ اس سے زیادہ ہدایت پر ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ بھی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی کو امیر المؤمنین قرار دیتے ہیں جبکہ امام ابن حزم رحمہ اللہ اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے تو مروان بن حکم کو باغی قرار دیا ہے۔ (علی محمد الصلابی الدکتور، خلافة أمیر المؤمنین عبد اللہ بن زبیر، مؤسسة اقرأ، القاهرة، ۲۰۰۶ء، ص ٦٤)

26-Hamilton Alexander Rosskeen Gibb, Accessed 30 June 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Hamilton_Alexander_Rosskeen_Gibb.

27- Ibid.

28- H A R Gibb, Mohammedanism, An Historical Survey, New York Oxford University Press, 1962, pp. 36-37.

29- H A R Gibb, Islam - A Historical Survey, Oxford University Press, 1980, p. 28.

۳۰۔عبد الرحمن بدوی الدکتور، موسوعة المستشرقین، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۹۳ء، ص ۱۷٤۔

31- Bernard Lewis, Accessed 30 June 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Bernard_Lewis.

32- Ibid.

33- Ibid.

34- Ibid.

35- Nassef M. Adiong, The Great Debate of the Two Intellectual Giants in Middle Eastern Studies of Postclonial Era: A Comparative Study on the Schemata of Edward Said and Bernard Lewis, Diliman: University of Philiphines, p. 1.

باب ہفتم

فقہ اسلامی اور مستشرقین

باب ہفتم

فقہ اسلامی اور مستشرقین

قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ کے علاوہ مستشرقین نے فقہ اسلامی کو بھی اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے۔ شروع میں تو بعض فقہی کتب کے عربی سے انگریزی اور دیگر زبانوں میں تراجم کیے گیے جبکہ بعد ازاں اسلامی قانون کے بارے مستشرقین نے اپنے نقطہ ہائے نظر بھی بیان کرنا شروع کر دیے۔

بلاشبہ مغرب میں موجود قانون کی جمیع اقسام اور صورتوں کا ماخذ 'رومی قانون' (Roman Law) ہے جبکہ مشرق میں 'اسلامی قانون' کو ایک بنیادی مصدر کی حیثیت حاصل رہی ہے جس وجہ سے مغرب 'اسلامی قانون' کو اپنا حریف خیال کرتا ہے۔ پس مستشرقین کی ایک جماعت نے اسلامی قانون کو خاص طور اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا تا کہ اس کے بارے تشکیک وشبہات وارد کر کے اس کی اہمیت کو کم کر سکیں۔ مستشرقین کی ایک جماعت کا دعویٰ تو یہ ہے کہ 'اسلامی قانون' بھی 'رومی قانون' ہی سے ماخوذ ہے۔ السید الدسوقی عید نے "استقلال الفقه الإسلامی عن القانون الرومانی والرد علی شبه المستشرقین" کے نام سے ایک کتاب اس فکر کے رد میں مرتب کی ہے۔ ذیل میں ہم فقہ اسلامی پر کام کرنے والے چند ایک معروف مستشرقین کا تعارف اور ان میں سے بعض کے موقف کا تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔

ڈنکن بلیک میکڈونلڈ (Duncan Black Macdonald)

ڈنکن میکڈونلڈ Duncan Black Macdonald (۱۸۶۳ـ۱۹۴۳ء) ایک امریکی مستشرق اور پروٹسٹنٹ عیسائی ہے۔ اس نے سامی زبانوں کی تعلیم گلاسگو اور برلن یونیورسٹی میں حاصل کی۔ اس کی دلچسپی مسلم الٰہیات (Muslim Theology) میں تھی جس سے اس کی توجہ "ألف لیلة ولیلة" (One Thousand and One Nights) کی طرف ہوئی اور اس نے اس کتاب کو ایڈٹ کر کے شائع کرنا شروع کیا۔ [1]

میکڈونلڈ نے مسلم عیسائی تعلقات پر بھی کافی کچھ لکھا اور اس نے مشرق وسطیٰ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کئی ایک پروٹسٹنٹ مشنری بھی بھیجیں۔ اس کی کتابوں میں ہمیں "The Religious Attitude and Life in Islam" اور "The Life of Al-Ghazzali" اور "Aspects of Islam" کے نام ملتے ہیں۔ فقہ اسلامی کے حوالے سے اس کی کتاب کا نام "Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory" ہے جو ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ ❷

اس نے انسائیکلو پیڈیا آف بریٹینیکا (Encyclopædia Britannica) کے ۱۹۱۱ء کے ایڈیشن میں امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، قاضی، مفتی اور دیوان وغیرہ کے عنوان سے کئی ایک مقالے بھی لکھے ہیں۔ ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی نے اپنی کتاب "المستشرقون ومصادر التشريع الإسلامی" میں اس کے بعض افکار پر نقد کی ہے۔

گاٹ ہیف بیگش ٹراسا (Gotthelf Bergstrasser)

گاٹ ہیف بیگش ٹراسا Gotthelf Bergstrasser (۱۸۸۶۔۱۹۳۳ء) جرمن مستشرق اور پروٹسٹنٹ عیسائی ہے اور سامی زبانوں کے ایک ماہر کی حیثیت سے معروف ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران وہ جرمنی کی طرف سے ترکی میں بطور آفیسر کام کرتا رہا اور اس دوران قسطنطنیہ یونیورسٹی (University of Constantinople) میں ایک پروفیسر کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں۔ اس کی آخری جوائننگ ۱۹۲۶ء میں یونیورسٹی آف میونخ میں سامی زبانوں کے پروفیسر کی حیثیت سے تھی۔ ترکی میں قیام کے دوران ہی اس نے شام اور فلسطین کے سفر کے دوران عربی اور آرامی زبان سیکھی۔ وہ علی الاعلان نازی ازم کے خلاف تھا اور اس نے جرمن یہودی اسکالرز کی حفاظت کے لیے کافی اقدامات کیے۔ ❸

اس کی معروف کتاب "Introduction to the Semitic Languages" ہے جو ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔ اس نے قرآن مجید کی تاریخ اور قراءات پر بھی بہت کام

کیا ہے۔ فقہ اسلامی کی تاریخ پر اس کی دو اعتبارات سے تحقیقات ہیں جنہیں اس کے شاگرد جوزف شاخت نے اپنی ریسرچ میں مزید آگے بڑھایا ہے۔ ایک تو اس نے فقہی فکر کی خصوصیات اور امتیازات کا تعارف کروایا ہے اور دوسرا فقہ اسلامی میں تحقیق کے مناہج پر بحث کی ہے۔ یہ مباحث جرمن تحقیقی مجلے 'Der Islam' میں ۱۹۲۵ء اور ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئے ہیں۔ [4]

جوزف شاخت (Joseph Franz Schacht)

جوزف شاخت Joseph Franz Schacht (۱۹۰۲۔۱۹۶۹ء) ایک جرمن برطانوی مستشرق ہے۔ اہل مغرب میں اسے فقہ اسلامی یا قانون اسلامی کا ماہر ترین اسکالر سمجھا جاتا ہے۔ وہ ایک کیتھولک فیملی میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیم جرمنی ہی سے حاصل کی۔ شاخت، بیکش ٹراسا کا شاگرد ہے۔ ۱۹۳۲ء میں یونیورسٹی آف کونس بیگ (University of Königsberg) میں پروفیسر مقرر ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں نازی ازم سے اختلاف کی وجہ سے قاہرہ آ گیا اور یہاں ایک پروفیسر کی حیثیت سے ۱۹۳۹ء تک تدریس کی۔ ۱۹۴۶ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی جوائن کی۔ اس کے بعد یونیورسٹی آف لائیڈن، نیدر لینڈ سے وابستگی اختیار کی۔ ۱۹۵۷ء میں کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک میں تدریس شروع کی۔ اور ۱۹۵۹ء میں یہاں ہی علوم اسلامیہ اور عربی زبان کا پروفیسر مقرر ہوا۔ [5]

فقہ اسلامی پر اس کی کتاب "Origins of Muhammadan Jurisprudence" آج بھی مغرب میں اپنے موضوع پر ایک مصدر سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر اس کی ایک اور کتاب "An Introduction to Islamic Law" بھی ہے جو ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اس کے کئی ایک مضامین شامل ہیں۔ معروف اسکالر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اپنی کتاب "On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence" میں اس کے نظریات کا علمی محاکمہ کیا ہے۔

فقہ اسلامی کے بارے شاخت کا نقطہ نظر مغرب میں اس قدر مقبول ہوا کہ مستشرقین کی ایک بڑی جماعت نے اسے بہت زیادہ سراہا۔ ہاملٹن گب کا کہنا ہے کہ شاخت کا یہ

کام کم از کم مغرب میں اسلامی قانون اور تہذیب میں کسی بھی قسم کی مزید تحقیق کے لیے ایک مصدر بن گیا ہے:

It will become the foundation for all future study of islamic civilization and law, at least in the West. ❻

کیولسن N. J. Coulson کا خیال ہے کہ شاخت نے اسلامی قانون کے بارے ایک ایسی تحقیق پیش کر دی ہے جس کو چیلنج کرنا ناممکن امر ہے:

Schacht has formulated a thesis of the origins of Sharia law which is irrefutable in its broad essentials. ❼

شاخت کے نقطہ نظر کے بارے مستشرقین اس قدر متعصب ہو گئے تھے کہ جب امین المصری مرحوم نے یونیورسٹی آف لندن میں اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ کے لیے شاخت کی تحقیقات کا تنقیدی جائزہ لینے کا موضوع پیش کیا تو وہ اس وجہ سے نامنظور کر دیا گیا کہ شاخت کی تحقیق ناقابل تنقید ہے۔ ❽

شاخت کے نقطہ نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا نہ تو کوئی نیا قانونی نظام وضع کرنے کا پروگرام تھا۔ نہ ہی دین اسلام میں محمد ﷺ کے پاس کوئی قانونی حیثیت تھی اور نہ ہی وہ منبع قدرت (source of authority) تھے۔ ❾

اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ قدیم فقہی مذاہب کی بنیاد دوسری صدی کے اوائل میں مسلم معاشرے میں سنت کے نام سے ہونے والے اعمال وافعال (living tradition) پر رکھی گئی جبکہ ان اعمال وافعال کا کسی بھی قسم کا تعلق پیغمبر اسلام ﷺ کے اقوال وافعال سے نہیں تھا۔ ❿ شاخت کی ان قدیم فقہی مذاہب سے مراد اہل الرائے کا مکتبہ فکر ہے جس کا مرکز کوفہ تھا اور اس کی سرپرستی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرما رہے تھے۔ شاخت کے بقول اہل الرائے کے مکتبہ فکر کا مصدر شریعت مسلم معاشروں کا تواتر عملی تھا اور سنت کی اصطلاح اسی تواتر عملی کے معنی میں استعمال ہو رہی تھی۔

اس کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ ان قدیم فقہی مذاہب یعنی اہل الرائے وغیرہ نے ایک ایسی حزب اختلاف (opposition) پیدا کر دی جنہوں نے اپنا فقہی موقف ثابت کرنے کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کی آئینی حیثیت (legal authority) کے بارے بہت سی

غلط تفصیلات جمع کر دیں تا کہ وہ اپنا نقطہ نظر پیغمبر اسلام ﷺ کے نام سے منوا سکیں۔ [11]
اس اپوزیشن سے اس کی مراد اہل الاثر یا اہل الحدیث کا مکتبہ فکر ہے کہ جس کا مرکز مدینہ تھا اور اس کی سرپرستی امام مالک بن انس رحمہ اللہ پر ختم ہوئی۔

شاخت کے بقول اہل الرائے کو جواب دینے کے لیے اہل الحدیث کو چونکہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافہ مشکل محسوس ہوئی تو انہوں نے دوسرا رستہ اختیار کرتے ہوئے پہلے تو پیغمبر اسلام ﷺ کو منبع قدرت (Source of Authority) بنا ڈالا اور آپ کی یہ قانونی حیثیت ثابت کرنے کے بعد احادیث کا ایک ذخیرہ گھڑ کر آپ کی طرف منسوب کر دیا تا کہ وہ اپنے فقہی موقف کو اہل الرائے کی رائے سے برتر ثابت کر سکیں۔ اس طرح اہل الرائے کی مخالفت میں اہل الحدیث کی طرف سے حدیث کی آئینی حیثیت اور احادیث گھڑنے کی تحریک کا آغاز ہوا۔

اس کا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ اہل الرائے اور اہل الحدیث کی اس مخالفت میں جب اہل الرائے نے یہ محسوس کیا کہ سنت کا جو معنی وہ مراد لے رہے ہیں یعنی تواتر عملی وہ اہل الحدیث کی کاوشوں کی وجہ سے دب گیا ہے اور اب ایک نیا معنی وجود میں آ گیا ہے کہ جس کے مطابق سنت پیغمبر اسلام ﷺ کے اقوال اور افعال کا نام ہے تو اہل الرائے نے سنت کے نام سے اہل الحدیث کی اس درآمد کو روک لگانے کے لیے اپنا لائحہ عمل تبدیل کر لیا۔ چونکہ اسلامی معاشروں میں اہل الحدیث کے غلبے کی وجہ سے اہل الرائے کے لیے یہ مشکل ہو گیا تھا کہ وہ سنت کے نام سے اہل الحدیث کے جمع کردہ ذخیرہ احادیث کا انکار کر سکیں لہٰذا اہل الرائے نے ان احادیث کی ایسی تشریح کرنی شروع کر دی جو ان کے مکتبہ فکر کے موافق ہو۔ اس طرح اہل الرائے بھی اپنی دفاعی پوزیشن کی وجہ سے قانونی اور فقہی احادیث کے ذخیرے میں الجھ کر رہ گئے۔ [12]

اس کا پانچواں نکتہ یہ ہے کہ اس باہمی چپقلش کے نتیجے میں دوسری صدی کے اواخر اور بالخصوص تیسری صدی میں فقہائے اسلام کی یہ عادت بن چکی تھی کہ وہ اپنی بات پیغمبر اسلام ﷺ کے منہ میں ڈال کر منواتے تھے۔ [13]

اس کا چھٹا نکتہ یہ ہے کہ کوئی ایک بھی قانونی یا فقہی حدیث ایسی نہیں ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ سے مروی ہو بلکہ یہ مسلمان علماء کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ہزاروں قانونی

اور فقہی احادیث پر مشتمل ذخیرہ وضع کر کے ایک عظیم اسلامی قانون کی بنیاد رکھی۔ [14]

اس کا ساتواں نکتہ یہ ہے کہ جہاں تک فقہی یا قانونی احادیث کی اسناد کا تعلق ہے تو اس کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے۔ جن علماء نے اپنے مکتبہ فکر کی تائید میں احادیث وضع کی تھیں انہوں نے ان کی اسناد بھی گھڑ لی تھیں۔ [15]

جہاں تک شاخت کا پہلا نکتہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو دین اسلام میں کوئی قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے یا ان کا مقصود امت مسلمہ کو کوئی قانونی نظام دینا نہیں ہے تو یہ قطعاً غلط فرضیہ (hypothesis) ہے۔ قرآن اس کی شد و مد سے مخالفت کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (الأعراف: ۱۵۷)

''اور اللہ کے رسول ﷺ! ان کے لیے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور انہیں ان بوجھوں اور طوقوں سے نجات دلاتے ہیں جو ان پر سوار تھیں۔'' [16]

اس آیت مبارکہ میں تحلیل و تحریم (Permission and Prohibition) کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کی گئی ہے گویا کہ جسے اللہ کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا، قرآن نے اسے حلال کہا ہے اور جسے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا، قرآن نے اسے حرام کہا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی یہ صفت بھی بیان ہوئی ہے کہ آپ لوگوں کی گردنوں میں پڑے ہوئے رسوم و رواج کے طوقوں سے انہیں آزادی دلاتے ہیں۔ کسی معاشرے کے رسوم و رواج بعض اوقات اس معاشرے میں قانون کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں جسے کامن لاء (Common Law) کہا جاتا ہے۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نہ صرف حلال و حرام کے بیان کے ذریعے امت مسلمہ کو اسلامی قانون دے رہے تھے بلکہ اس جاہلی معاشرے میں پہلے سے موجود ظالمانہ قوانین کو بھی باطل (void) قرار دے رہے تھے۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں مسلمانوں سے خطاب ہے:

﴿قَاتِلُواْ الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ

مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ . ﴾ (التوبة: ٢٩)

''تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جسے اللہ نے یا اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا، اسے وہ حرام نہیں ٹھہراتے۔'' ⑰

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے حرام کردہ اشیاء کو دین اسلام میں حرام نہ سمجھنا اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے جنگ کا حکم ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ . ﴾ (النحل: ٤٤)

''اور ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید کو نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے وہ چیز کھول کھول کر بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔'' ⑱

اس آیت مبارکہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی یہ ذمہ داری بیان کی گئی ہے کہ آپ اللہ کی کتاب کی تبیین کریں اور قرآن کی اصطلاح میں تبیین کے معنی اصل متن کی تشریح (Interpretation) اور اس پر اضافہ (Addition) بھی ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیات ٦٧ تا ٧١ سے واضح ہوتا ہے۔ اور اسے ہی قانون سازی (Legislation) کہتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيْعُواْ اللّٰهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً. ﴾ (النساء: ٥٩)

''اے اہل ایمان! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو۔ پس اگر تمہارا آپس میں کسی بھی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اس اختلاف کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تو تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اس میں تمہارے لیے خیر اور انجام کے اعتبار سے بہتری ہے۔'' ⑲

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات (disputes) میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی طرف رجوع سے مراد اللہ کی کتاب کی طرف رجوع ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف رجوع سے مراد ان کی ذات یا ان کی اس دنیا سے رحلت کے بعد ان کی سنت کی طرف رجوع ہے۔ اگر تو اللہ کے رسول ﷺ دین اسلام میں مصدرِ قانون (Source of Law) نہیں ہیں تو باہمی جھگڑوں کے حل میں ان کی طرف رجوع کا حکم کیوں دیا گیا؟ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً.﴾ (النساء: ٦٥)

''پس آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں کہلائے گے جب تک کہ وہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ سے فیصلہ نہ کروائیں۔ اور پھر جو فیصلہ آپ نے کیا، اس بارے اپنے دل میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں اور اسے دل سے تسلیم کرلیں۔'' ❺

پس اللہ کے رسول ﷺ کی دین اسلام میں اس قدر واضح آئینی اور قانونی حیثیت کے انکار کو ایک متعصبانہ رویہ (prejudiced approach) تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن کوئی علمی سوچ (academic attitude) نہیں۔

اسی طرح شاخت اپنی تحقیق میں اس اہم نکتے کو جانتے بوجھتے نظر انداز کر رہا ہے کہ احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی تو ہر شعبہ زندگی کے بارے کچھ نہ کچھ قوانین بیان ہوئے ہیں۔ اگر بالفرض، شاخت کی بات مان لی جائے کہ فقہی احادیث کا ذخیرہ علماء نے وضع کیا ہے تو قرآن مجید میں اسلامی قانون سے متعلق جو آیات یا ہدایات موجود ہیں، ان کا واضع (Author) کون ہے؟ کیا ان آیات کو بھی مسلمان فقہاء نے گھڑ لیا تھا؟ اس سے شاخت کا یہ نقطہ نظر بالکل غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنی امت کو کسی بھی قسم کا کوئی قانون نہیں دیا تھا۔

اسی طرح اپنے اس نکتہ نظر کو ثابت کرنے کے لیے کہ اسلام کی پہلی صدی میں اسلامی قانون نام کی کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں تھی، شاخت نے یہ تک لکھ دیا کہ

خلفائے راشدین کے دور میں کوئی قاضی موجود نہیں تھا:

The first Caliphs did not appoint Kadis. [41]

حالانکہ خلافت راشدہ تو دور کی بات، اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ہی کچھ صحابہ کو مختلف علاقوں میں قاضی اور جج مقرر کیا گیا تھا جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود، ابو موسیٰ اشعری، علی ابن ابی طالب، عمر بن العاص، عمرو بن حزم، عتاب بن اسید، دحیہ کلبی، حذیفہ بن یمان، معقل بن یاسر، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، عمر بن خطاب، عقبہ بن عامر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شامل ہیں جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ [42]

پہلی صدی ہجری میں لکھی جانے والی قانون اسلامی کی کتب کی اگر ہم بات کریں تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۸ھ) کے یمن میں بطور قاضی عدالتی فیصلوں کو طاؤس (۲۳۔۱۰۱ھ) نے جمع کیا ہے۔ اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۵ھ) کی وراثت کے مسائل پر کتاب موجود تھی۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۷ھ) سے ان کے شاگرد ہمام بن منبہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱ھ) نے ایک صحیفہ نقل کیا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۷۸ھ) سے عبد اللہ بن عقیل رحمہ اللہ اور ابو جعفر الباقر رحمہ اللہ احادیث لکھا کرتے تھے۔ اسی طرح امام شعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳ھ) کی نکاح وطلاق اور دیت ووراثت پر تحریریں موجود ہیں۔ [43] یہ پہلی صدی ہجری کے قاضیوں اور اسلامی قانون پر لکھی گئی کتب کی چند ایک مثالیں ہیں۔ اس حقیقت کی روشنی میں شاخت کا یہ دعویٰ کیسے درست ثابت ہو سکتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں قانون اسلامی نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی اور اسے مسلمان فقہاء نے دوسری صدی ہجری میں وضع کیا ہے۔

نورمن کولڈر (Norman Calder)

نورمن کولڈر Norman Calder (۱۹۵۰۔۱۹۹۸ء) کی پیدائش ۱۹۵۰ء میں اسکاٹ لینڈ میں ہوئی۔ اس نے امریکن مستشرق جان وانس بارا (John Wansbrough) کی سرپرستی میں یونیورسٹی آف لندن سے اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی۔ اس کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان "The Structure of Authority in Imami Shi'i Jurisprudence" تھا۔ ۱۹۸۰ء میں یونیورسٹی آف مانچسٹر کے تحت

مطالعہ مشرق وسطی (Middle Eastern Studies) کے ڈیپارٹمنٹ کو جوائن کیا۔ ۱۹۹۸ء میں جبکہ وہ اسی یونیورسٹی میں ایک سینئر لیکچرر کے طور کام کر رہا تھا، اس کی وفات ہوئی ہے۔[۴۴]

اس کی کتابوں میں "Studies in Early Muslim Jurisprudence" اور "Islamic Jurisprudence in the Classical Era" اور "Interpretation And Jurisprudence in Medieval Islam" شامل ہیں۔ پہلی کتاب میں اس نے فقہ اسلامی کے مصادر اور تدوین پر بحث کی ہے اور اسے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا ہے۔ دوسری کتاب نورمن کے چار مضامین پر مشتمل ہے جنہیں اس کی وفات کے بعد کولن امبا (Colin Imber) نے ۲۰۱۴ء میں ایڈٹ کر کے شائع کیا۔ یہ مضامین دسویں سے چودھویں صدی عیسوی کے مابین تیار ہونے والے فقہی لٹریچر کا تجزیاتی مطالعہ ہے۔ تیسری کتاب اس کے ۲۱ مضامین پر مشتمل ہے جنہیں اس کی وفات کے بعد جاوید مجددی (Jawid Mojaddedi) اور اینڈریو رپن (Andrew Rippin) نے ایڈٹ کر کے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔[۴۵]

فقہ اسلامی کی تاریخ پر نو مسلم اسکالر ڈاکٹر ابو امینہ بلال فلپس (Dennis Bradley Philips) کی کتاب "The Evolution of Fiqh" ایک اچھی کتاب ہے۔ بلال فلپس عیسائیت سے اسلام کی طرف آئے ہیں۔ انہوں نے ایم اے کی ڈگری شاہ سعود یونیورسٹی، ریاض اور پی ایچ ڈی یونیورسٹی آف ویلز، برطانیہ سے کی ہے۔ ۲۰۰۷ء سے اسلامک آن لائن یونیورسٹی کے چانسلر ہیں جس میں بعض بی ایس لیول کے کورسز تقریباً فری کروائے جاتے ہیں۔[۴۶]

ڈاکٹر محمد الدسوقی کی بھی عربی زبان میں ایک مختصر تحریر "الاستشراق والفقه الإسلامی" کے نام سے موجود ہے کہ جس میں انہوں نے فقہ اسلامی پر مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی نے بھی اپنی کتاب "المستشرقون ومصادر التشریع الإسلامی" میں فقہ اور اصول فقہ پر مستشرقین کے اعتراضات کا مفصل جواب دیا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

مصادر ومراجع

1- Duncan Black MacDonald, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Duncan_Black_MacDonald.

2- Macdonald, Duncan Black, Accessed 30 June, 2014, from http://www.bu.edu/missiology/missionary-biography/l-m/macdonald-duncan-black-1863-1943/.

3- Gotthelf Bergstrasser, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Gotthelf_Bergstr%C3%A4sser.

4- Bergstrasser, Gotthelf. "Anfange und Charakter des Juristischen Denkens im Islam. Vorlaufige Betrachtungen," (Origins and Character of Legal Thought in Islam. Preliminary Considerations). Der Islam, 14 (1925), 76–81.

5- Joseph Schacht, Accessed 30 June, 2014, from http://en.wikipedia.org/wiki/Joseph_Schacht.

6- It will become the foundation for all future study of islamic civilization and law, at least in the West. (Al-A'zami, Muhammad Mustafa. On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence. Lahore: Suhail Academy, 2004, p. 1)

7- Ibid.

8- Ibid.

9- Law as such fell outside the sphere of religion. The Prophet did not aim to create a new system of jurisprudence. His authority was not legal. As far as believers were concerned, he derived his authority from the truth of his religious message; skeptics supported him for political reasons. (Ibid., p. 1)

10- The ancient schools of law, which are still the major recognized schools today, were born in the early decades of the second century AH By sunna they originally understood the "living tradition" (ai-'amr al-mujtama' alaih), that is, the ideal practices of the

community expressed in the accepted doctrine of the school of law. This early concept of sunna, which was not related to the sayings and deeds of the Prophet, formed the basis of the legal theory of these schools. (Ibid.)

11- These ancient schools of law gave birth to an opposition party, religiously inspired, that falsely produced detailed information about the Prophet in order to establish a source of authority for its views on jurisprudence. (Ibid., p. 2)

12- The ancient schools of law tried to resist these factions, but when they saw tiiat the alleged traditions from the Prophet were being imposed more and more on the early concept of surma, they concluded that "the best they could do was to minimize their import by interpretation, and to embody their own attitude and doctrines in other alleged traditions from the Prophet" that is, they joined in the deception. (Ibid., p. 2)

13- As a result, during the second and third centuries All it became the habit of scholars to project their own statements into the mouth of the Prophet. (Ibid., p. 2)

14- Hardly any legal tradition from the Prophet can, therefore, be considered authentic. (Ibid., p. 2)

15- The system of isnad ("chain of transmitters"), used for the authentication of hadith documents, has no historical value. It was invented by those scholars who were falsely attributing their own doctrines back to earlier authorities; as such, it is useful only as a means for dating forgeries. (Ibid., p. 2)

16- And makes lawful for them the good things and prohibits for them the evil and relieves them of their burden and the shackles which were upon them. (7: 157)

17- Fight those who do not believe in Allah or in the Last Day and who do not consider unlawful what Allah and His Messenger have made

unlawful (9: 29)

18- And We revealed to you the message that you may make clear to the people what was sent down to them and that they might give thought.(16: 44)

19- O ye who believe! Obey Allah, and obey the Messenger, and those charged with authority among you. If ye differ in anything among yourselves, refer it to Allah and His Messenger, if ye do believe in Allah and the Last Day: That is best, and most suitable for final determination. (4: 59)

20- But no, by your Lord, they will not [truly] believe until they make you, [O Muhammad], judge concerning that over which they dispute among themselves and then find within themselves no discomfort from what you have judged and submit in [full, willing] submission. (4: 65)

21-Schacht Joseph. An Introduction to Islamic Law, UK: Oxford University Press, 1982, p. 16.

22- On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence. p. 21.

23- Ibid., pp. 24-25.

24-Gleave, Robert, Normal Calder (1950-1998). Islamic Law and Society, 283 (1998), pp. 3-5.

25-Ibid.

26- http://www.islamiconlineuniversity.com (Islamic Online University has two sections namely, Diploma and Bachelor of Arts in Islamic Studies (BAIS) degree program. Diploma is completely free while for BAIS there is a fixed registration fee for each semester which is calculated on a sliding scale (from $40 to $120) depending on the student's country of residence.)

باب ہشتم

مستشرقین کے وسائل وذرائع

باب ہشتم

مستشرقین کے وسائل وذرائع

مستشرقین کی مؤسسات(Associations and Organizations)

استشراق کی یہ تحریک عصر حاضر میں بھی جاری ہے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ برطانوی استعمار (British Colonialism) کے زمانے میں برطانیہ کے مستشرقین اس تحریک کی قیادت کر رہے تھے اور اب امریکی استعمار(American Imperialism) کے زمانے میں امریکی استشراق دنیا بھر کے مستشرقین کا عالمی ترجمان ہے۔ امریکی استعمار کے نمائندہ مستشرقین میں ہمیں ہاملٹن گِب Sir Hamilton Alexander Rosskeen Gibb (۱۸۹۵۔۱۹۷۱ء) کا نام ملتا ہے جس نے ہارورڈ یونیورسٹی میں 'Harvard Center For Middle Eastern Studies' کی بنیاد رکھی اور اس کا ڈائریکٹر بھی رہا۔ اس نے پہلی جنگ عظیم میں برطانوی فوج کے لیے شاہی آرٹلری رجمنٹ (Royal Regiment of Artillery) میں کام کیا۔

گِب کے نمایاں شاگردوں میں ہمیں برنارڈ لیوس کا نام ملتا ہے جو ۱۹۱۶ء میں لندن میں پیدا ہوا اور ابھی حیات ہے۔ مشرق وسطی اور مسلم دنیا سے متعلق فارن پالیسی مرتب کرنے میں امریکی حکومتیں کئی ایک دہائیوں سے اس کے مشوروں پر عمل کرتی چلی آ رہی ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں قائم ہونے والی آرگنائزیشن 'Middle East Studies Association of North America' کا وہ بانی رکن تھا لیکن ۲۰۰۷ء میں اس نے اس سے اختلاف کے سبب سے اپنی نئی تنظیم 'Association for the Study of the Middle East and Africa' کے نام سے بنالی اور اس کا چیئرمین قرار پایا۔

مستشرقین کی کئی ایک مؤسسات اور جمعیات (Associations and Organizations) اس وقت 'Oriental Studies'، 'African Studies'، 'Middle Eastern Studies'، 'Asian Studies' اور 'Area Studies' کے

نام سے کام کر رہی ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں موجود کئی ایک یونیورسٹیز میں اس سے نام سے قائم کیے گئے سکولز، سنٹرز، انسٹی ٹیوٹس اور ڈیپارٹمنٹس معاصر تحریک استشراق کے نمایاں اسباب ووسائل ہیں:

- *The Oriental Institute of the University of Chicago*
- *Center for Middle Eastern Studies, Harvard University*
- *Institute for Area Study, Leiden University*
- *Islamic and Middle Eastern Studies, Edinburgh University*
- *The American School of Oriental Research*
- *Royal Asiatic Society of Great Britain and Ireland*
- *Middle East Studies Association of North America*
- *Association for the Study of the Middle East and Africa*

مستشرقین کے ذرائع ابلاغ

معاصر مستشرقین نے ذرائع ابلاغ (Mass Media) کو بھی اپنے افکار اور نظریات پھیلانے کا ایک اہم وسیلہ بنا لیا ہے۔ اخبارات، میگزین، ٹی وی، کارٹون اور موویز نے اسلام کی تصویر کو بگاڑنے میں مغربی پروفیسروں کی صد سالہ تحقیقات سے کہیں زیادہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ مغربی میڈیا کے اسلام مخالف پروپیگنڈا کی وجہ سے آج ایک تہائی امریکیوں کا اسلام کے بارے نقطہ نظر منفیت پر مبنی ہے۔ امریکن اسلام تعلقات کونسل (Council on American-Islamic Relations) کے ریسرچ ڈائریکٹر محمد نمر نے اپنی کتاب "Islamophobia and Anti-Americanism: Causes and Remedies" میں یہ ثابت کیا ہے کہ ایک عام امریکی کی اسلام اور مسلمانوں کے بارے سوچ وہی ہوتی ہے جو ان کا انتہا پسند میڈیا انہیں دکھاتا ہے۔ مثلاً ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۴ء میں والٹ ڈزنی ٹیلی ویژن کی نشر ہونے والی کارٹون سیریز علاؤ الدین (Aladdin) میں عربوں کی وحشیانہ (Barbaric) تصویر پیش کی گئی ہے۔ اس کی ایک اور مثال امریکن فوکس نیٹ ورک کی نومبر ۲۰۰۱ء سے مئی ۲۰۱۰ء تک کی ٹیلی ویژن سیریز "24" بھی ہے۔

مغربی میڈیا نے عرب دنیا، مشرق وسطی اور جنوبی ایشیا کے مسلم معاشروں کو غیر

جمہوری، وحشی، اجڈ، گنوار، اونٹوں کے سائس، انتہاء پسند، خونی، دہشت گرد، غلام اور لونڈیاں رکھنے والے، عورتوں سے امتیازی سلوک کرنے والے بتلا اور دکھا کر اپنی عوام کو اسلام کے خوف (Islamophobia) میں مبتلا کر دیا ہے۔ ایرانی پروفیسر ڈاکٹر یحی کمالی پور نے اپنی کتاب "The U.S. Media and the Middle East: Image and Perception" میں یہ ثابت کیا ہے کہ مغربی میڈیا نے مغربی عوام کو اسلام فوبیا میں مبتلا کر رکھا ہے۔ کمالی پور کا کہنا یہ ہے کہ وال سٹریٹ جرنل، نیویارک ٹائمز، کرسٹین سائنس مانیٹر، واشنگٹن پوسٹ، ٹائم، دی اکانومسٹ، نیوز ویک اور یو ایس ورلڈ رپورٹ ایسے اخبارات اور مجلّات کے بارے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کے حوالہ سے ہر منفی پروپیگنڈا کی اشاعت کا ادھار کھائے بیٹھے ہوں۔ یہ اخبارات اور مجلّات "America vs. Islam" اور "The Islamic Threat" اور "Should We fear Islam" جیسی شہ سرخیوں کی اشاعت سے اسلام کو مغربی عوام کی نظر میں ایک ممکنہ بیرونی خطرے کے طور پیش کرتے ہیں۔

مستشرقین کے تحقیقی مجلّات

مستشرقین اپنے نظریات کی اشاعت کے لیے کئی ایک عالمی تحقیقی مجلّات کا بھی سہارا لیتے ہیں۔ ان مجلّات میں ایک "The Muslim World" ہے جو ۱۹۱۱ء سے تا حال شائع ہو رہا ہے۔ آئی ایس آئی انڈیکسڈ (ISI Indexed) ہے۔ امریکہ سے شائع ہوتا ہے اور عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے علاوہ جرمن مستشرقین کا ایک مجلّہ "Islam-Zeitschrift fur Geschichte und Kultur des Islamischen Orients" کے عنوان سے ۱۹۱۰ء سے جرمنی سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ بھی آئی ایس آئی انڈیکسڈ (ISI Indexed) ہے۔ ایک مجلّہ "ARABICA" کے نام سے ۱۹۵۴ء سے فرانس سے شائع ہو رہا ہے اور آئی ایس آئی انڈیکسڈ (ISI Indexed) ہے۔ ان کے علاوہ ایک اہم مجلّہ "Middle Eastern Studeis" ہے جو ۱۹۶۴ء سے انگلینڈ سے شائع ہو رہا ہے اور آئی ایس آئی انڈیکسڈ (ISI Indexed) ہے۔

مستشرقین کے انسائیکلوپیڈیاز

ذیل میں ہم مستشرقین کے چند ایک اہم انسائیکلوپیڈیاز کا تعارف پیش کر رہے ہیں:

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopaedia of Islam)

انسائیکلوپیڈیا کو اردو زبان میں دائرۃ المعارف اور عربی میں 'موسوعۃ' کہتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ایک ایسا دائرۃ المعارف ہے کہ جس میں اسلامی شخصیات، قبائل، ممالک، حکومتوں، علاقوں، شہروں، کلچر، ثقافت، تمدن، سیاسی اور مذہبی اداروں کے بارے اہل مغرب کا نقطہ نظر بیان کرنے والے تحقیقی مضامین شائع کیے گئے ہیں۔

اس کا پہلا ایڈیشن 'The Encyclopædia of Islam: A Dictionary of the Geography, Ethnography and Biography of the Muhammadan Peoples' کے نام سے ۱۹۱۳ء سے ۱۹۳۸ء کے مابین تقریباً ۲۵ سال میں شائع ہوا۔ اسے لائیڈن یونیورسٹی کے تعاون سے ڈچ پبلشنگ کمپنی 'برل' (Brill) نے شائع کیا۔ یہ واضح رہے کہ بیسویں صدی کے نصف اول تک مغربی مفکرین دین اسلام کو 'دین محمدؐ' (Muhammadanism) کے نام سے پیش کرتے رہے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں محمد ﷺ اسی طرح دین اسلام کے بانی ہیں جیسے کارل مارکس (۱۸۱۸۔۱۸۸۳ء) کیمونزم کا۔ یہ ایڈیشن چار جلدوں (volums) پر مشتمل تھا اور بعد ازاں اس کے پانچ ضمیمہ جات (supplements) بھی شائع ہوئے اور اس طرح یہ کل ملا کر ۹ جلدیں بن گئیں۔ یہ ایڈیشن انگریزی کے علاوہ فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں بھی شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس کا ایک مختصر ایڈیشن ۱۹۵۳ء میں 'Shorter Encyclopaedia of Islam' کے نام سے لائیڈن ہی سے شائع ہوا۔ اس مختصر ایڈیشن کو بنیاد بنا کر اس انسائیکلوپیڈیا کا عربی، ترکی اور اردو زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ اردو ایڈیشن 'مختصر اردو دائرۃ معارف اسلامیہ' کے نام سے پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۵۹ء سے ۱۹۹۳ء کے مابین شائع کیا۔ یہ محض ترجمہ نہیں بلکہ اخذ واستفادہ کی صورت میں ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۴ء سے ۲۰۰۵ء کے مابین تقریباً ۵۱ سالوں میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کو بھی 'برل' ہی نے انگریزی اور فرانسیسی دو زبانوں میں

شائع کیا ہے۔ یہ ۱۲ جلدوں میں ہے جن میں ایک جلد تکملہ (supplement) کی ہے۔
اس کے تیسرے ایڈیشن کی اشاعت ۲۰۰۷ء میں شروع ہوئی ہے اور اسے بھی 'برل' ہی شائع کر رہی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا کے جمیع ایڈیشن آن لائن بھی موجود ہیں لیکن مکمل رسائی کے لیے کچھ چارجز مقرر کیے گئے ہے۔

اسلام کے بارے میں کسی بھی قسم کی معلومات حاصل کرنے کے لیے یہ انسائیکلو پیڈیا انگریزی پڑھے لکھے طبقے کا ایک فوری ریفرنس ہے۔ اس انسائیکلو پیڈیا کی ایڈیٹنگ میں وینز نک، شاخت، گِب، جان برٹن، کریمر اور برنارڈ لیوس جیسے اسلام مخالف مستشرقین کا خاصا اہم کردار رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے معروف مصنفین میں نکلسن، مارگولیتھ، گولڈ زیہر، مکڈونلڈ، اور بروکلمان وغیرہ جیسے متعصب لکھاری بھی شامل ہیں۔

قرآن کے موضوع پر جو تحقیقی مضمون اس انسائیکلو پیڈیا میں شامل ہے اس میں یہ بات درج ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ پر شروع شروع میں جو وحی نازل ہوئی ہے، جیسا کہ سورۃ الشمس، سورۃ القارعۃ، سورۃ التکاثر اور سورۃ العصر کی مثالیں ہیں، اس میں صرف مضامین کا بیان ہے جبکہ متکلم غائب ہے۔ ❶ پس مقالہ نگار کے بقول قرآن مجید کے مصنف نے ابتدائی سورتوں میں اپنا تعارف نہیں کروایا ہے۔ اور اس شبہے سے وہ اپنے اس اعتراض کو تقویت دینا چاہتا ہے کہ قرآن مجید پیغمبر اسلام ﷺ کی داخلی کیفیت کا اظہار تھا اور یہ خدائی کلام (Divine Word) نہیں ہے۔

مقالہ نگار کا کہنا یہ بھی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اپنی زندگی ہی میں حالات کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی ایڈیٹنگ کرتے رہتے تھے۔ ❷ مقالہ نگار نے نولڈ یکے، شوالی، آرتھر جیفری اور جان برٹن جیسے متعصب مستشرقین کی تحقیقات کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کی تاریخ، جمع وتدوین، مصاحف صحابہ اور قراءات کے نام سے اللہ کی کتاب کے بارے خوب شکوک وشبہات پیدا کیے ہیں۔

اسی طرح 'محمد' ﷺ کے نام سے اس انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار کا دعویٰ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نبوت سے پہلے معاذ اللہ! بتوں کی عبادت کرتے تھے اور شروع شروع میں پیغمبر اسلام ﷺ پر جو سورتیں نازل ہوئیں، وہ محفوظ نہ رہ سکیں۔ ❸

ڈاکٹر ابراہیم عوض نے اس انسائیکلو پیڈیا کے بارے میں "دائرۃ المعارف

الإسلامية الاستشراقية: أضاليل وأباطيل" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے کہ جس میں اِس انسائیکلوپیڈیا میں اسلام، قرآن، حدیث، اسلامی قانون اور اسلامی تاریخ وغیرہ کے بارے پائے جانے والے تعصب اور جھوٹ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

لیکن اس کے باوجود دو باتوں کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایک تو علوم اسلامیہ میں ایم فل کے لیول پر اس انسائیکلوپیڈیا کے مختلف موضوعات پر طلباء سے علمی مقالے لکھوائے جائیں جبکہ پی ایچ ڈی کے لیول پر مختلف موضوعات پر تحقیق کروا کے اہل اسلام کا انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں اسلامی انسائیکلوپیڈیا تیار کروایا جائے۔

اس میں یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے جمیع یونیورسٹیوں کے اسلامیات کے شعبہ جات ایچ ای سی (HEC) کی رہنمائی میں باہم مل کر ایک ریسرچ کمیٹی بنائیں اور پھر اس کمیٹی کے تحت پروفیسر حضرات کو اس انسائیکلوپیڈیا کے لیے مقالہ جات لکھنے کا کام دیا جائے اور ان کی اس ریسرچ کو ایچ ای سی تسلیم کرے تو پاکستان میں یونیورسٹی لیول پر اسلامیات کے شعبے میں ہونے والی تحقیق کو ایک بامقصد رخ دیا جا سکتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف قرآن (Encyclopaedia of the Quran)

یہ انسائیکلوپیڈیا ۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسے بھی 'برل' پبلشرز نے ہی ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۶ء کے مابین لائیڈن سے شائع کیا ہے۔ اس کی ایڈیٹر، جین ڈیمن میکالوف (Jane Dammen McAuliffe) کا کہنا ہے کہ اس پروجیکٹ کو مکمل ہونے میں ۱۳ سال لگے ہیں۔ اس کا آغاز ۱۹۹۳ء میں ہوا اور تکمیل ۲۰۰۶ء میں ہوئی۔

اس انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگاروں کی تعداد ۲۷۸ ہے جن میں سے تقریباً ۲۰ فی صد مسلمان ہیں اور ان میں سے بھی اکثر متجددین (Modernists) ہیں۔ یہ انسائیکلوپیڈیا بھی قرآن مجید کے بارے غلط فہمیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اِس انسائیکلوپیڈیا کے تنقیدی وتجزیاتی مطالعہ کے لیے مظفر اقبال صاحب کا ایک کافی مفید ریسرچ آرٹیکل 'The Quran, Orientalism, and the Encyclopaedia of the Quran' کے نام سے ریسرچ جرنل 'Journal of Quranic Research and Studies' میں شائع ہوا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا اسلامیکا(Encyclopaedia Islamica)

یہ شیعہ اسلام اور ایران کے مطالعہ کے بارے ایک ضخیم انسائیکلوپیڈیا ہے جسے برل، لائیڈن سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ انسائیکلوپیڈیا ١٦ جلدوں میں شائع ہونا ہے جبکہ اب تک اس کی ٣ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ دراصل ایرانی انسائیکلوپیڈیا 'دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی' کے منتخب مضامین کا ترجمہ ہے جو ایران سے ٣٥ جلدوں میں شائع ہو رہا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اینڈ مسلم ورلڈ

'Encyclopedia Of Islam And The Muslim World' میں پچھلی ١٤ صدیوں کے اسلامی کلچر، تاریخ، سیاست اور مذہب پر بحث کی گئی ہے جبکہ ماضی کے مقابلے میں حالیہ اسلامی دنیا کو نسبتاً زیادہ موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ ٢٠٠٣ء میں امریکہ سے شائع ہوا ہے، دو جلدوں میں ہے اور ١٠٠٠ صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین کافی اختصار سے بیان کیے گئے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا (Encyclopædia Iranica)

انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا (Encyclopædia Iranica) ایران، مشرق وسطی، وسط ایشیا اور برصغیر کی تہذیب اور تاریخ کے مطالعہ پر مشتمل کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ کا ایک تحقیقی منصوبہ ہے۔ یہ منصوبہ ١٩٧٣ء میں شروع کیا گیا اور ٢٠١٢ء تک اس کی ١٦ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جبکہ ابھی تک یہ الفبائی ترتیب (alphabetically order) میں "K" تک پہنچا ہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا تک آن لائن فری رسائی موجود ہے۔

پرنسٹن انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک پولیٹیکل تھاٹ

'The Princeton Encyclopedia of Islamic Political Thought' کے نام سے یہ دائرۃ المعارف پرنسٹن یونیورسٹی، امریکہ نے شائع کیا ہے۔ ٧٠٤ صفحات پر مشتمل یہ انسائیکلوپیڈیا نومبر ٢٠١٢ء میں شائع ہوا ہے اور اس کا موضوع اسلام اور مسلمانوں کے سیاسی تصورات ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک سول لائیزیشن اینڈ ریلیجن

Encyclopedia of Islamic Civilisation and Religion کے نام سے یہ انسائیکلوپیڈیا روٹلج (Routledge) نے شائع کیا ہے۔ ۸۷۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا ہے اور اس کا موضوع اسلامی تہذیب وتمدن ہے۔

آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ورلڈ

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے ۱۹۹۵ء میں ایک دائرۃ المعارف 'The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World' کے نام سے شائع کیا تھا کہ جس میں حالیہ اسلامی دنیا کے بارے معلومات کو جمع کیا گیا تھا۔ یہ انسائیکلوپیڈیا ۲۰۰۱ء میں ۴ جلدوں میں دوبارہ شائع ہوا اور اس کا ایڈیٹر جان اسپوزیٹو (J. Esposito) تھا۔

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے اسی موضوع کو توسیع دیتے ہوئے ۶ جلدوں میں جان اسپوزیٹو ہی کی ادارت میں 'The Oxford Encyclopedia of the Islamic World' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ اشاعت ۲۰۰۹ء میں ہوئی ہے۔ اس میں اسلامی عقائد، قانون، تاریخ، شخصیات، سلطنتوں اور اداروں کا ذکر ہے۔ معاصر موضوعات میں سے نائن الیون، بے نظیر بھٹو، خودکش دھماکے، طالبان، طالبانائزیشن اور حماس وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اینڈ پالیٹکس

حال ہی میں مارچ ۲۰۱۴ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے 'The Oxford Encyclopedia of Islam and Politics' کے نام سے ایک انسائیکلوپیڈیا شائع کیا ہے۔ یہ دو جلدوں اور ۱۴۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس انسائیکلوپیڈیا میں اسلام اور مسلم دنیا کے بارے میں سیاسی تصورات کو موضوع بنا کر بحث کی گئی ہے۔ اس میں زیادہ تر مواد انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے سیاسی تصورات کے بارے ہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا کے لیے انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ورلڈ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اینڈ ویمن

دائرۃ المعارف 'The Oxford Encyclopedia of Islam and Women' کو حال ہی میں اکتوبر ۲۰۱۳ء میں شائع کیا گیا ہے اور اس کی بنیاد انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ورلڈ کو بنایا گیا ہے۔ یہ دائرۃ المعارف دو جلدوں اور ۱۴۲۸ صفحات پر مشتمل ہے جس میں مطالعہ جنس اور مذہب (gender and religion study) کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

مصادر ومراجع

۱۔ هوتسما وآخرون، موجز دائرة المعارف الإسلامية، تعريب من الإنكليزية إبراهيم زكي وآخرون، مركز الشارقه للإبداع الفكرى، الإمارات العربية المتحدة، ۱۹۹۸ء، ص ۸۱٦۷۔
۲۔ أيضاً: ص ۸۱٦۸۔
۳۔ أيضاً: ص ۹۱۱۵۔۱۹۱٦۔

مصادر ومراجع

عربی کتب:

- ابن الأثير الجزرى، على بن أبى الكرم محمد بن محمد الشيبانى، دار الكتاب العربى، لبنان، ١٩٩٧ء۔
- ابن الجوزى، عبد الرحمن بن على بن محمد، المنتظم فى تاريخ الأمم والملوك، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٩٢ء۔
- ابن أبى داؤد، عبد الله بن سليمان بن الأشعث، كتاب المصاحف، الفاروق الحديثة، القاهرة، ٢٠٠٢ء۔
- ابن بطال، على بن خلف بن عبد الملك، شرح صحيح البخارى، مكتبة الرشد، الرياض۔
- ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن محمد الحضرمى، ديوان المبتدأ والخبر فى تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوى الشأن الأكبر المعروف بتاريخ ابن خلدون، دار الفكر، بيروت، ١٩٨٨ء۔
- ابن كثير، اسماعيل بن عمر بن كثير القرشى، البداية والنهاية، دار الفكر، بيروت، ١٩٨٦ء۔
- ابن كثير، اسماعيل بن عمر بن كثير القرشى، البداية والنهاية، دار إحياء التراث العربى، بيروت، ١٩٨٨ء۔
- ابن ماجة، محمد بن يزيد القزوينى، سنن ابن ماجة، دار الرسالة العالمية، بيروت، ٢٠٠٩ء۔
- ابن نديم، محمد بن إسحاق بن محمد الوراق، الفهرست، دار المعرفة، بيروت، ١٩٩٧ء۔
- ابن هشام، عبد الملك الحميرى، السيرة النبوية، مطبعة مصطفى البابى الحلبى، مصر، ١٩٥٥ء۔
- البخارى، محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه، دار طوق النجاة، ١٤٢٢هـ
- الترمذى، محمد بن عيسىٰ بن سورة، سنن الترمذى، مطبعة مصطفى البابى الحلبى، مصر۔

- الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، سنن الترمذی، دار الغرب الإسلامی، بیروت، ۱۹۹۸ء۔
- الجوزی، جمال الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد، صید الخاطر، دار القلم، دمشق، ۲۰۰٤ء۔
- الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان، سیر أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۸۵ء۔
- الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دارالمعرفة، بیروت، ۱۹٦۳ء۔
- الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد، دار العلم للملایین، بیروت، ۲۰۰۲ء۔
- السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن أبی بکر، الإتقان فی علوم القرآن، الهیئة المصریة العامة، مصر، ۱۹۷٤ء۔
- العقیقی نجیب، المستشرقون، دار المعارف، مصر، طبعة ثالثة، ۱۹٦٤ء۔
- أبو داؤد، سلیمان بن الأشعث السجستانی، سنن أبی داؤد، المکتبة العصریة، بیروت۔
- أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۲۰۰۱ء۔
- أحمد سمایلوفیتش الدکتور ، فلسفة الاستشراق وأثرها فی الأدب العربی المعاصر، دار المعارف، مصر، ۱۹۸۰ء۔
- أحمد عبد الرحیم السایح الدکتور، الاستشراق فی میزان نقد الفکر الإسلامی، الدار المصریة، القاهرة، الطبعة الأولی، ۱۹۹٦ء۔
- أکرم چوهدری، محمد، پروفیسر ڈاکٹر، استشراق، تکلمله أردو دائرہ معارف اسلامیه، دانش گاہ پنجاب، لاهور، طبع أول، مارچ ۲۰۰۲ء۔
- بروکلمان کارل، تاریخ الشعوب الإسلامیة، نبیه أمین فارس ومنیر البعلبکی (تعریب)، دار العلم للملایین، بیروت، الطبعة الخامسة، ۱۹٦۸ء۔
- حسن سعید غزالة، الدکتور، أسالیب المستشرقین فی ترجمة معانی القرآن الکریم دراسة أسلوبیة لترجمتی سیل وآربری لمعانی القرآن الکریم إلی

الإنجليزية، الطبعة الإلكترونية۔
- حسین مؤنس الدکتور وآخرون، أطلس تاریخ القرآن، الزهراء للإعلام العربی، القاهرة، الطبعة الأولی، ۱۹۸۷ء۔
- خالد إبراهیم المحجوبی، الاستشراق والإسلام: مطارحات نقدیة للطروح الاستشراقیة، أکادیمیة الفکر الجماهیری، مصر، ۲۰۱۰ء۔
- صفی الرحمن المبارکفوری، الرحیق المختوم، دار الهلال، بیروت، ۱٤۲۷هـ .
- عبد الحکیم فرحات، الدکتور، إشکالیة تأثر القرآن الکریم بالأناجیل فی الفکر الاستشراقی الحدیث، الطبعة الإلکترونیة۔
- عبد الرحمن المیدانی، أجنحة المکر الثلاثة، دار القلم، دمشق۔
- عبد الرحمن بدوی الدکتور، موسوعة المستشرقین، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۹۳ء۔
- عبد الفتاح إسماعیل شلبی، رسم المصحف وأوهام المستشرقین فی قراء ات القرآن الکریم: دوافعها، ودفعها، دار المنایرة، جدة۔
- علی بن إبراهیم النملة، الاستشراق والدراسات الإسلامیة، الطبعة الأولی، مکتبة التوبة، ۱۹۹۸ء۔
- علی محمدالصلابی الدکتور، خلافة أمیر المؤمنین عبد الله بن زبیر، مؤسسة اقرأ، القاهرة، ۲۰۰٦ء۔
- عمر بن إبراهیم رضوان الدکتور، آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیره، دار طیبة، الریاض، ۱۹۹۲ء۔
- فاروق عمر فوزی، الأستاذ الدکتور، الاستشراق والتاریخ الإسلامی، الأهلیة للنشر والتوزیع، المملکة الأردنیة الهاشمیة، عمان، الطبعة الأولی، ۱۹۹۸ء۔
- فاضل محمد عواد الکبیسی، المستشرقون المعاصرون، دار الفرقان، الأردن، ۲۰۰۵ء۔
- مالك بن نبی، إنتاج المستشرقین وأثره فی الفکر الإسلامی الحدیث، دار الإرشاد، بیروت، ۱۹٦۹ء۔
- محمد الشاهد السید، الاستشراق ومنهجیة النقد عند المسلمین المعاصرین،

الاجتهاد، العدد ٢٢، شتاء عام ١٤١٤هـ/ ١٩٩٤ء۔

- محمد بهاء الدين الدكتور، المستشرقون والحديث النبوى، دار النفائس، الأردن، ١٩٩٩ء۔
- محمد جلاء إدريس الدكتور، الاستشراق الإسرائيلى فى المصادر العبرية، العربى للنشر والتوزيع، القاهرة۔
- محمد عبد الله الشرقاوى الدكتور، الاستشراق والغارة على الفكر الإسلامى، دار الهداية، القاهرة، ١٩٨٩ء۔
- محمود الطحان، تيسير مصطلح الحديث، مركز المدنى للدراسات، الإسكندرية، ١٤١٥هـ
- مساعد بن سليمان بن ناصر الطيار الدكتور، الدخيل من اللغات القديمة على القرآن من ظل كتابات بعض المستشرقين: عرض ونقد، الطبعة الإلكترونية۔
- مسلم بن الحجاج النيسابورى، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم المعروف بصحيح مسلم، دار إحياء التراث العربى، بيروت۔
- منير روحى البعلبكى الدكتور، دار العلم للملايين، بيروت، ١٩٩٥ء۔
- هوتسما وآخرون، موجز دائرة المعارف الإسلامية، إبراهيم زكى وآخرون (تعريب من الإنكليزية)، مركز الشارقه للإبداع الفكرى، الإمارات العربية المتحدة، ١٩٩٨ء۔
- يحيٰى مراد، معجم أسماء المستشرقين، دار الكتب العلمية، بيروت، ٢٠٠٤ء۔
- إبراهيم أنيس وآخرون، المعجم الوسيط، دار الدعوة، القاهرة۔
- إسماعيل محمد بن على الدكتور، الاستشراق بين الحقيقة والتضليل، الكلمة للنشر والتوزيع، مصر، الطبعة الثالثة، ٢٠٠٠ء۔

❁❁❁❁❁

انگریزی کتب:

- A. Sprenger, Life of Muhammad from Original Sources, Allahabad: Presbyterian Mission Press, 1851
- Al-A'zami, Muhammad Mustafa, On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence, Lahore: Suhail Academy, 2004

- Arthur Jeffery, Materials for the History of the Text of the Quran; The Old Codices, UK: E. J. Brill, 1937
- D. S. Margoliouth, Mohammad and the Rise of Islam, New York: 1905
- Bergstrasser, Gotthelf. "Anfange und Charakter des Juristischen Denkens im Islam. Vorlaufige Betrachtungen," (Origins and Character of Legal Thought in Islam. Preliminary Considerations), Der Islam, 14 (1925), 76–81
- Dr. Farhat Aziz, International Journal of Humanities and Social Science, Vol. 1, No. 11 [Special Issue – August 2011], p. 120
- Duncan B. Macdonald, Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory, New Jersey: The Law Book Exchande, 2008
- Edward W. Said, Orientalism Western Conceptions of the Orient, UK: Routledge and Kegan Paul, 1978
- François de Blois, "Review of Ibn Warraq's The Origins Of The Koran: Classic Essays On Islam's Holy Book", Journal Of The Royal Asiatic Society, 2000, Vol. 10, Part 11, p. 88.
- Gleave, Robert, Normal Calder (1950-1998), Islamic Law and Society, 283 (1998), pp. 3-5
- H A R Gibb, Islam - A Historical Survey, London: Oxford University Press, 1980
- H. A. R. Gibb, Mohammadanism: An Historical Survey, London: Oxford University Press, 1961
- Hamid Dabashi, Post Orientalism: Knowledge and Power in Time of Terror, New Jersey: Transaction Publishers, 2009
- Jabal Muhammad Buaben, Image of the Prophet Muhammad in the West: A Study of Muir, Margoliouth and Watt, Islamic Foundation, 2007
- John Edward Wansbrough, Quranic Studies: Sources and Methods

of Scriptural Interpretation, Prometheus Books, 2004

- Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence, London: Oxford University Press, 1967
- Luke: 7: 21
- Mohammad Mohar Ali, Sirat al-Nabi and The Orientalists, King Fahad Complex, Madinah, 1997
- Mohar Ali, Muhammad, Quran and Orientalists,1st edition, UK: Jam'iyat Ihyaa' Minhaaj al-Sunnah, 2004
- Montgomery Watt, Muhammad at Mecca, UK: Oxford University Press, 1960
- Muhammad Ikram Chaghatai, DR. ALOYS SPRENGER (1813-1893) His Life and Contribution to Urdu Language and Literature, Iqbal Review, April 1995, 36 (1), pp. 77-99
- Muhammad Khalifa, Dr., The Sublime Quran and Orientalists, Karachi: International Islamic Publishers, 1989
- Mustafa al-Azami, On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence, Lahore: Suhail Academy, 2004
- Nabia Abbott, Studies in Arabic Literary Papyri, Chicago: The University of Chicago Press, 1967
- Nassef M. Adiong, The Great Debate of the Two Intellectual Giants in Middle Eastern Studies of Postclonial Era: A Comparative Study on the Schemata of Edward Said and Bernard Lewis, Diliman University of Philiphines
- Philip K. Hitti, History of the Arabs, London: Macmillan and Co., 1946
- Philip K. Hitti, Islam and the West: A Historical Cultural Survey, New York: Robert E. Krieger Publishing Company, 1979
- Reynold, A. Nicholson, Literary History of the Arabs, New York: Charles Scribner's Sons, 1907
- Richard Bell, The Origin of Islam in its Christian Enviorment,

London: Frank Cass and Company Limited, 1968

- Sidney H Griffith, "The Gospel In Arabic: An Enquiry Into Its Appearance In The First Abbasid Century", Oriens Christianus, Vol. 69
- Talal Maloush, Early Hadith Literature and the Theory of Ignaz Goldziher, University of Edinburgh, 2000
- The Cambridge History of Islam, UK: Cambridge University Press, 1980
- Theodor Noldeke, The Quran: An Introductory Eassy, USA: Interdiciplinary Biblical Research Institute, 1992
- W. Montgomery Watt, Muhammad: Prophet and Statesman, London: Oxford University Press, 1961
- Watt, W. M., Muhammad Prophet and Stateman, London: Oxford University Press, 1964
- John Burton, The Collection of The Quran, London: Cambridge University Press, 1979
- William St. Clair Tisdall, A Word to the wise, being a brief defense of the Sources of Islam, India: The Christian Literature Society for India, 1912
- William St. Clair Tisdall, The Original Sources of the Quran, London: Society for Promoting Christian Knowledge, 1905
- http://berandaintelektual.blogspot.com
- http://d1.islamhouse.com
- http://en.wikipedia.org
- http://etheses.bham.ac.uk
- http://fr.wikipedia.org
- http://www.al-maktabeh.com
- http://www.answering-islam.org
- http://www.bu.edu
- http://www.islamiconlineuniversity.com

- http://www.lastprophet.info
- http://www.oxfordislamicstudies.com

اردو کتب:

- اکرم چوہدری، محمد، پروفیسر ڈاکٹر، استشراق، تکملہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، طبع اول، مارچ ۲۰۰۲ء۔
- اویس ندوی محمد، مولانا، ''مستشرق نولدیکی اور قرآن''، اسلام اور مستشرقین، صباح الدین عبدالرحمٰن سید؛ عارف عمری محمد ڈاکٹر (مرتب)، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، انڈیا، طبع اول، ۲۰۰۶ء۔
- زبیر، حافظ محمد، ''آرتھر جیفری اور کتاب المصاحف''، ماہنامہ رشد (قراءات نمبر حصہ سوم)، مجلس تحقیق اسلامی، لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء۔
- وحید الدین خان، شاتم رسول کا مسئلہ: قرآن وحدیث اور فقہ وتاریخ کی روشنی میں، گڈورڈ بکس، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء۔

شخصی تعارف:

نام: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

قلمی نام: ابوالحسن علوی

موبائل: 0300-4093026

ای میل: mzubair@ciitlahore.edu.pk

پتہ برائے خط و کتابت: K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور

تعلیم:

فاضل درس نظامی

ایم۔اے عربی (پنجاب یونیورسٹی)

ایم۔اے سیاسیات (پنجاب یونیورسٹی)

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی)

علمی و تحقیقی وابستگی:

اسسٹنٹ پروفیسر، کامساٹس انسٹیٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور

ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور

ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور

مطبوعات:

۱۔ چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟

۲۔ فکرِ غامدی: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

۳۔ عصر حاضر میں تکفیر، خروج، جہاد اور نفاذ شریعت کا منہج

۴۔ مولانا وحید الدین خان: افکار و نظریات

۵۔ ماہنامہ میثاق، ماہنامہ محدث، ماہنامہ الشریعہ، ماہنامہ الاحرار، ماہنامہ الاحیاء، سہ ماہی حکمت قرآن، سہ ماہی نظریات و دیگر مجلاتِ علمیہ میں تقریباً 110 تحقیقی، فکری اور اصلاحی مضامین

ویب پیج: http://www.ciitlahore.edu.pk/PL/profile.aspx?employeeid=740